

منیر العین فی حکم تقبیل الالبہا میں

۱۳۰۱ھ

انگوٹھے چومنے کے سبب آنکھوں کا روشن ہونا



مصنف: مفتی

ولی حضرت محمد علی علیہ السلام

رسالہ

مُنیر العین فی حکم تقبیل الایہامین ^{۱۳۰۱}

(انگوٹھے چومنے کے سبب آنکھوں کا روشن ہونا) ^{۱۳}

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذان میں کلمہ اشہد ان محمدًا رسول اللہ ﷺ کر انگوٹھے چومنا آنکھوں سے لگانا کیسا ہے؟ بیئتوا توجروا۔

فتویٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله الذی نور عیون المسلمین بنور
عین اعیان المرسلین، والقصد و
السلام علی نور العیون سرور القلب
المحزون محمد الرفیع ذکرہ فی
الصلاة والاذان، والجیب اسمہ عند اهل
الايمان، وعلی السو و صحبہ

تمام خوبیاں اللہ کے لیے جس نے گروہ انبیاء و مرسلین کے
سربراہ کے نور سے تمام مسلمانوں کی آنکھوں کو روشنی
بخشی، صلاۃ و سلام ہوا اس پر جو آنکھوں کا نور پریشان
دلوں کا سرور یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن کا ذکر
اذان و نماز میں بلند ہے۔ جس کا اسم گرامی اہل ایمان کے
ہاں نہایت ہی محبوب ہے اور آپ کی آل و اصحاب پر

المشروحة صدوره للجلال اسرارہ و
المفتوحة عيونهم بجمال انواره، واشهد
ان لا اله الا الله وحده لا شريك له،
وان محمدا عبده ورسوله
بالهدى ودين الحق ارسله
صلى الله تعالى عليه وعلى
آله وصحبه اجمعين، وعلينا
معهم وبهم ولهم يا ارحم الراحمين
امين، قال العبد الذليل للمولى الجليل
عبد المصطفى احمد رضا المحمدي السني الحنفي
القادري البركاتي اليربلي، نور الله عيونه و
اصلاح شيعته مستعين ارباب الفلق من شر
ما خلق وحامدا لله على ما اللهم ووفق -

جی کے مبارک سینے آپ کے اسرار و رموز کے جلال کیلئے
کھول دیئے، اور ان کی آنکھوں کو آپ کے انوار جمال
سے شور و زیا، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے
سوا کوئی معبود نہیں وہ وحدہ لا شریک ہے اور حضرت
محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے برگزیدہ بندے
اور رسول ہیں جن کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ مبعوث
کیا اور ہم پر بھی رحمت ہو ان کے ساتھ، ان کے سبب
اور ان کے صدقہ میں یا ارحم الراحمین، مولیٰ جلیل کا عبد ذلیل
عبد المصطفیٰ احمد رضا محمدی سنی، حنفی، قادری، برکاتی، یربلی
کہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی آنکھوں کو منور فرمائے اور اس کے
تمام احوال کی اصلاح کرے درانہما ایک وہ رب الفلق کی پناہ
میں آتا ہے تمام مخلوق کے شر سے اور حمد کرتا ہے اللہ کی
اس پر جو اس نے عطا کی اور اس کی توفیق دی۔ (ت)

الجواب

حضور پر نور شفیع یوم النشور صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک اذان میں سنتے وقت انگوٹھے
یا انگشتان شہادت چوم کر آنکھوں سے لگانا قطعاً جائز، جس کے جواز پر مقام تبرع میں دلائل کثیرہ قائم، اور خود اگر
کوئی دلیل خاص نہ ہوتی تو منع پر شرعاً سے دلیل نہ ہوتا ہی جواز کے لیے دلیل کافی تھا، جو ناجائز بتائے ثبوت دینا احکام
ذمہ ہے کہ قائل جواز متمسک باصل ہے اور متمسک باصل محتاج دلیل نہیں، پھر یہاں تو حدیث وفقہ و ارشاد علما و عمل
قدیم سلف صلحا سب کچھ موجود۔ علمائے محدثین نے اس باب میں حضرت خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا
صدیق اکبر و حضرت ریحانہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا امام حسن و حسین و حضرت فقیہ اولیائے رسول اللہ صلی
تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا ابو العباس خضر علی الجبیب الکرم و علیہم جمیعاً الصلوٰۃ و التسلیم و غیر ہم اکابر دین سے حدیث روایت
فرمائی جس کی قدرے تفصیل امام علامہ کس الدین سخاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب مستطاب مقاصد حسنہ میں ذکر فرمائی
اور جامع الرموز شرح نقایہ مختصر الوقایہ و فتاویٰ صوفیہ و کنز العباد و رد المحتار حاشیہ در مختار و غیرہ کتب فقہ میں اس
فعل کے استحباب و استحسان کے صحت تصریح آئی، ان میں اکثر کتابیں خود مانعین اور ان کے اکابر و علماء مثل مکمل فتاویٰ

وغیرہ کے مستندات سے ہیں اور ان حدیثوں کے بارہ میں اُن محدثین کرام و محققین اعلام نے جو تصحیح و تضعیف و تحریر و توثیق میں دائرہ بہتہ دال سے نہیں نکلے اور راہ تسامیل و تشدد نہیں چلتے حکم اخیر و خلاصہ بحث و تنقیر یہ قرار دیا کہ خود حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جو حدیثیں یہاں روایت کی گئیں یا اصطلاح محدثین درجہ صحت کو فائز نہ ہوئیں، مقاصد میں فرمایا :

لَا يَصِحُّ فِي الْمَرْفُوعِ مِنْ كُلِّ هَذَا شَيْءٌ ۝^۱
بیان کردہ مرفوع احادیث میں کوئی بھی درجہ صحت پر فائز نہیں۔ (د ت)

مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الہامی موضوعات کبیر میں فرماتے ہیں :

كُلُّ مَا يَرْوَى فِي هَذَا فَلَا يَصِحُّ مِنْ فَعْلِهِ الْبَدِئَةُ ۝^۲
اس بارے میں جو بھی روایات بیان کی گئی ہیں ان کا مرفوع ہونا حتیٰ صحیح نہیں۔ (د ت)

علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ السامی رد المحتار میں علامہ بھلیل جراح رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل فرماتے ہیں :

لَمْ يَصِحَّ فِي الْمَرْفُوعِ مِنْ كُلِّ هَذَا شَيْءٌ ۝^۳
بیان کردہ مرفوع احادیث میں کوئی بھی درجہ صحت پر فائز نہیں۔ (د ت)

پھر خادم حدیث پر روشنی کہ اصطلاح محدثین میں لفظی صحت لفظی حسن کو بھی مستلزم نہیں نہ کہ لفظی صلاح و تماسک و صلوح تمسک نہ کہ دعویٰ وضع کذب، تو عند تحقیق ان احادیث پر مجھے با اصطلاح محدثین حکم صحت صحیح نہیں پونہی حکم وضع و کذب بھی ہرگز مقبول نہیں بلکہ تصریح اکثر فن کثرت طرق سے جبر نقصان مقصور آور عمل علماء و قبول قدما حدیث کے لیے قوی دیگر آرد سہی تر فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بالا جماع مقبول، اور اس سے بھی گزریے تو بلا شبہ یہ فعل اکابر دین سے مروی و منقول اور سلف صالح میں حفظ صحت بصورت و روشنائی چشم کے لیے مجرب اور معمول، ایسے عمل پر بالفرض اگر کچھ نہ ہو تو اسی قدر سند کافی بلکہ اصلاً نقل بھی نہ ہو تو صرف تجربہ وافی کہ اگر اس میں کسی حکم شرعی کا ازالہ نہیں نہ کسی سنت ثابۃ کا خلاف اور نفع حاصل تر منع باطل، بلکہ انصاف کیجئے تو محدثین کا لفظی صحت کو احادیث مرفوعہ سے خاص کرنا صاف کہہ رہا ہے کہ وہ احادیث موقوفہ کو غیر صحیح نہیں کہتے پھر یہاں حدیث موقوف کیا کم ہے، ولہذا مولانا علی قاری نے عبارت مذکورہ کے بعد فرمایا : قلت واذا ثبت رفعہ الی الصدیق رضی اللہ یعنی صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی اس فعل کا ثبوت

ردادینی صوفی نے اپنی کتاب "موجبات الرحمة وعزائم المغفرة" میں ایسی سند سے جس میں مجاہد بن یوسف اور منقطع بھی ہے حضرت سیدنا خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کی کہ وہ ارشاد فرماتے ہیں جو شخص مؤذن سے اشد ان محمد ارسول اللہ سن کر مرجا بجیلہ و قرۃ عینی عینی محمد بن عبد اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پھر دونوں انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھے اس کی آنکھیں کبھی نہ دیکھیں۔

پھر فرمایا:

یعنی پھر ایسی سند کے ساتھ جس کے بعض رواۃ کو میں نہیں پہچانتا فقیر بن ابیہا کے بجائی سے روایت کی کہ وہ اپنا حال بیان کرتے تھے ایک بار ہوا چلی ایک کنکری ان کی آنکھ میں پڑ گئی نکالتے تھک گئے ہرگز نکلی اور نہایت سخت درد پہنچا انہوں نے مؤذن کو اشد ان محمد ارسول اللہ کہتے ہوئے یہی کہا فوراً نکلی روادرجہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل کے حضور اتنی بات کیا چیز ہے۔

پھر فرمایا:

یعنی شمس الدین محمد بن صالح مدنی مسجد مدینہ طیبہ کے امام و خطیب نے اپنی تاریخ میں عہد مصری سے کہ سلف صالح میں تھے نقل کیا کہ میں نے انہیں فرماتے سنا

الرداد الیانی المتصوف فی کتابہ موجبات الرحمة وعزائم المغفرة "بسنده فیہ مجاہد ہیل مع انقطاعہ عن الخضر علیہ السلام اتہ قال من قال حین یسمع المؤذن یقول اشد ان محمد ارسول اللہ ، مرجا بجیلہ و قرۃ عینی محمد بن عبد اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ، ثم یقبل ابہامیہ و یجعلہما علی عینیہ لم یرصد ابدا ً

ثم روى بسنده فیہ من لہ اعرفہ عن اخ الفقیہ محمد بن البایا فیما حکى عن نفسه انه هبت ریح ، فوقع منه حصاة فی عینہ فاعیاه خروجہا والمتہ اشد الالم ، وانہ لما سمع المؤذن یقول اشد ان محمد ارسول اللہ ، قال ذلک فخرجت الحصاة من فوسرہ ، قال الرداد رحمہ اللہ تعالیٰ ، و ہذا یسیر فی جنب فضائل الرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

وحكى الشمس محمد بن صالح المدنی امامہا و خطیبہا فی تاریخہ عن المجد احد القدماء من المصريين ، انه سمعہ یقول من صلی

على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم اذا سمع
ذكره في الاذان ، وجمع اصبعيه المسمحة
والا بهما وقبلهما ومسح بهما عينيه لم
يرمد ابداً

پھر فرمایا ،

قال ابن صالح ، وسعت ذلك ايضاً من الفقيه
محمد بن الزرندی عن بعض شيوخ العراق
او العجم انه يقول عند ما مسح عينيه ، صلى
الله عليك يا سیدی یا رسول الله یا حبیب
قلبی و یا نور بصری یا قرة عینی ، قال لی کل
منهما منذ فعله لم ترمد عینی

پھر فرمایا ،

قال ابن صالح وانا والله الحمد والشكر منذ
سعتهم منهما استعملته ، فلم ترمد عینی
وارجوان عافيتهما تدوم وافی اسلم من
العی ان شاء الله تعالى

پھر فرمایا ،

قال وروی عن الفقيه محمد بن سعيد الخوافی
قال اخبرنی الفقيه العالم ابو الحسن علی بن محمد
بن حديد الحسینی ، اخبرنی الفقيه الزاهد البلالی

جو شخص نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر پاک اذان میں
سُن کر کلمہ کی انگلی اور انگوٹھا ملائے اور انھیں برسہ
دسے کر آنکھوں سے لگائے اُس کی آنکھیں کبھی نہ
دُکھیں۔

یعنی ابن صالح فرماتے ہیں میں نے یہ امر فقیہ محمد بن زرنندی
سے بھی سنا کہ بعض مشایخ عراق یا عجم سے راوی تھے اور
اُن کی روایت میں یوں ہے کہ آنکھوں پر مس کرتے وقت
یہ درود عرض کرے صَلَّی اللہُ عَلَیْکَ یَا سَیدِی یَا
رَسُولَ اللہِ یَا حَبِیبِ قَلْبِی وَا یَا نُوْرَ بَصْرِی
وَا یَا قُرَّةَ عَیْنِی ، اور دونوں صاحبوں یعنی شیخ مجد و
فقیہ محمد نے مجھ سے بیان کیا کہ جب سے ہم یہ عمل کرتے ہیں
ہماری آنکھیں نہ دُکھیں۔

یعنی امام ابن صالح مدوح نے فرمایا اللہ کے لیے حمد و
شکر ہے جب سے میں نے یہ عمل اُن دونوں صاحبوں
سے سنا اپنے عمل میں رکھا آج تک میری آنکھیں
نہ دُکھیں اور اُمید کرتا ہوں کہ ہمیشہ اچھی رہیں گی اور میں
کبھی اندھانہ ہوں گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

یعنی یہی امام مدنی فرماتے ہیں فقیہ محمد سعید خوافی سے مروی
ہو کہ انھوں نے فرمایا مجھے فقیہ عالم ابو الحسن علی بن محمد
بن حديد حسینی نے خبر دی کہ مجھے فقیہ زاہد بلالی نے

عن الحسن عليه السلام، انه قال، من قال
حين يسمع المؤذن يقول اشهد ان محمداً
رسول الله مرجاً بجيبى وقرآءة عيني محمد بن
عبد الله صلى الله تعالى عليه وسلم، ويقبل
ابهاميه ويجعلهما على عينيهِ لم يعم ولم
يرمد.

پھر فرمایا،

وقال الطائوسى، انه سمع من الشمس محمد
بن ابى نصر البخارى خواجه، حديث من قبل
عند سماعه من المؤذن كلمة الشهادة
ظفري ابهاميه ومسهما على عينيهِ، وقال
عند المس اللهم احفظ حدقتى ونورهما
ببركة حدقتى محمد رسول الله صلى الله تعالى
عليه وسلم ونورهما لم يعم.

شرح نقایہ میں ہے :

واعلم انه يستحب ان يقال عند سماع
الاولى من الشهادة الثانية "صلى الله تعالى
عليك يا رسول الله" وعند الثانية منها
"قرآءة عيني بك يا رسول الله" ثم يقال
"اللهم متعني بالسمع والبصر بعد وضع
ظفري الابهامين على العينين" فان
صلى الله تعالى عليه وسلم يكون قاعداً له

حضرت امام حسن علی جد اکرم وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے
خبر دی کہ حضرت امام نے فرمایا کہ جو شخص مؤذن کو اشہد
ان محمد رسول اللہ کہتے سن کر یہ دعا پڑھے مَرَجًا
بَجِيبِي وَقُرْآةً عَيْنِي مُحَمَّدًا ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأُورَاهُ اسے انگوٹھے
چوم کر آنکھوں پر رکھے نہ کبھی اندھا ہو نہ آنکھیں دکھیں۔

یعنی طاؤسی فرماتے ہیں انھوں نے خواجہ شمس الدین
محمد بن ابی نصر بخاری سے یہ حدیث سنی کہ جو شخص مؤذن سے
کلمات شہادت سن کر انگوٹھوں کے ناخن چومے اور
آنکھوں سے ملے اور یہ دعا پڑھے اَللّٰهُمَّ احْفَظْ
حَدَّقَتِي وَنُورَهُمَا بِبُرْكَاتِكَ حَدَّقَتِي مُحَمَّدٌ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ
نُورُهُمَا، اندھا نہ ہو۔

یعنی خبردار ہو بیشک مستحب ہے کہ جب اذان میں پہل
بار اشہد ان محمد رسول اللہ سے صَلَّی اللہُ
عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللہِ کہے اور دوسری بار قُرْآةً عَيْنِي
يَا رَسُولَ اللہِ پھر انگوٹھوں کے ناخن آنکھوں پر
رکھ کر کہے اَللّٰهُمَّ مَتَّعْنِي بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ کہ نبی
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے پیچھے پیچھے اُسے جنت
میں لے جائیں گے، ایسا ہی کنز العباد

الجنة كذا في كنز العبادۃ میں ہے۔

علامہ رشامی قدس سرہ السامی اسے نقل کر کے فرماتے ہیں، و نحوه في الفتاوى العتوفية يعني اسي طرح
امام فقير عارف بالله سيدى فضل الله بن محمد بن ايوب سهروردى تلميذ امام علامه يوسف بن عمر صاحب جامع المفردات
شرح قدورى قدس سرہ ہائے فتاوى صوفيه میں فرمایا، شيخ مشايخنا خاتم المحققين سيد العلماء المنفيہ بمكة المحمدي مولانا جمال بن
عبد الله عمر مكي رحمه الله عليه اپنے فتاوى میں فرماتے ہیں،

مسلئت عن تقبيل الالبها مين ووضعها على
العينين عند ذكر اسمہ صلى الله تعالى عليه
وسلم في الاذان، هل هو جائز ام لا اجبت
بما نصه نعم تقبيل الالبها مين ووضعها على
العينين عند ذكر اسمہ صلى الله تعالى عليه
وسلم في الاذان جائز، بل هو مستحب سرور
به مشايخنا في غير ما كتابت.

یعنی مجھ سے سوال ہوا کہ اذان میں حضور اقدس صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر شریف سن کر انگوٹھے چومنا، اور
آنکھوں پر رکھنا جائز ہے یا نہیں، میں نے ان لفظوں
سے جواب دیا کہ ہاں اذان میں حضور والا صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک سن کر انگوٹھے چومنا آنکھوں
پر رکھنا جائز بلکہ مستحب ہے ہمارے مشایخ نے متعدد
کتابوں میں اس کے تحب ہونے کی تصریح فرمائی۔

علامہ محدث محمد طاہر فتنی رحمہ اللہ قائلے "مکملہ مجمع بحار الانوار" میں حدیث کو صرف لا یصح فرما کر
لکھتے ہیں، و روی تجربة ذلك عن کشیدین یعنی اس کے تجربہ کی روایات بکثرت آئیں۔

فقیر مجیب غفر اللہ تعالیٰ لہ کہتا ہے، اب طالب تحقیق و صاحب تہ قیق، افادات چند نافع و سود مند
پر لحاظ کرے، تاکہ بول اللہ تعالیٰ چہرہ حق سے نقاب اٹھے اور صدر کلام میں جن لطیف مباحث پر ہم نے نہایت اجمالی
اشارے کیے ان کی قدرے تفصیل زیور خوش سامعین بنے کہ یہاں بسط کامل و شرح کافل کے لیے تو دفتر و حصیلا،
بلکہ مجلد بسیط و رکاز و اللہ العوفی و نعم المعین فاقول و بالله التوفیق و بہ الوصول الح
ذری التحقيق۔

اقادۃ اول (حدیث صحیح نہ ہونے کے یہ معنی نہیں کہ غلط ہے) محدثین کرام کا کسی حدیث کو فرمانا کہ
صحیح نہیں اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ غلط و باطل ہے، بلکہ صحیح اُن کی اصطلاح میں ایک اعلیٰ درجہ کی حدیث ہے

۱۲۵/۱ جامع الرموز فصل الاذان مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران

۱۲۵ فتاویٰ جمال بن عبد اللہ عمر مکی

۱۲۵ خاتمہ مجمع بحار الانوار فصل فی تعیین بعض الاجابت المشتہة الم نوکشتور لکھنؤ ۱۲۵/۲

جس کے شرائط سخت و دشوار اور موافق و مخالف کثیر و بسیار، حدیث میں ان سب کا اجتماع اور ان سب کا ارتقاع کم ہوتا ہے، پھر اس گمی کے ساتھ اس کے اثبات میں سخت و قسین اگر اس مبحث کی تفصیل کی جائے کلام طویل تحریر میں آئے ان کے نزدیک جہاں ان باتوں میں کہیں بھی کمی ہوئی فرما دیتے ہیں "یہ حدیث صحیح نہیں" یعنی اس درجہ علیا کو نہ پہنچی، اس سے دوسرے درجہ کی حدیث کو حسن کہتے ہیں یہ با آنکہ صحیح نہیں پھر بھی اس میں کوئی قباحت نہیں ہوتی ورنہ حسن ہی کیوں کہلائی، فقط اتنا ہوتا ہے کہ اس کا پایہ بعض اوصاف میں اس بلند مرتبے سے ٹھکا ہوتا ہے، اس قسم کی بھی سیکڑوں حدیثیں صحیح مسلم وغیرہ کتب صحاح بلکہ عند التتبع بعض صحیح بخاری میں بھی ہیں، یہ قسم بھی استناد و احتجاج کی پوری لیاقت رکھتی ہے۔ وہی علماء جو اسے صحیح نہیں کہتے برابر اس پر اعتماد فرماتے اور احکام حلال و حرام میں حجت بناتے ہیں، امام محقق محمد محمد بن امیر الحاج علی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں :

قول الترمذی لا یصح عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی هذا الباب شیء انتہی لا ینفی وجود الحسن ونحوہ والمطلوب لا یتوقف ثبوته علی الصحیح ، بل کما یشیت یہ یثبت بالحسن ایضاً۔
اسی میں ہے :

علی المشی علی مقتضی الاصطلاح الحدیثی لا یلزم من نفی الصحیۃ نفی الثبوت علی وجه الحسن۔
یعنی اصطلاح علم حدیث کی رو سے صحت کی نفی حسن ہو کر ثبوت کی نافی نہیں۔

امام ابن حجر مکی صراحۃً محرقہ میں فرماتے ہیں :
قول احمد انه حدیث لا یصح اے

یعنی امام احمد کا فرمانا کہ یہ حدیث صحیح نہیں، اس کے

علہ ذکرہ فی مسئلۃ المسح بالصدیل بعد الوضوء ۱۲ منہ
علہ آخر صفۃ الصلاۃ قبیل فصل فیما کرہ فعلہ فی الصلاۃ ۱۲ منہ
وضو کے بعد قلیہ استعمال کرنے کے مسئلہ میں اس کو ذکر کیا ہے۔ (ت)
منہ آخر صفۃ الصلاۃ کے آخر میں فیما کرہ فعلہ فی الصلاۃ سے متعلق
پہلے اسے ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

علہ ذکرہ فی حدیث التوسعة علی العیال یوم
العاشوراء فی آخر الفصل الاول من الباب الحادی
عشر قبیل الفصل الثانی ۱۲ منہ
گیارہویں باب کی فصل اول کے آخر اور فصل ثانی سے
متعلق پہلے عاشوراء کے دن اہل و عیال پر وسعت والی
حدیث میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

لذا انه فلا ينفى كوننا حسنا لغيره ، والحسن لغيره
 يحتج به كما بين في علم الحديث ^{لہ}
 سند الحفاظ امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اذکار امام نووی کی تخریج احادیث میں فرماتے ہیں :
 من نفى الصفة لا ينفى الحسن اذ ملخصا
 یعنی صفت کی نفی سے حدیث کا حسن ہونا منقہ نہیں ہوتا۔
 اہ ملخصا

یہی امام نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر میں فرماتے ہیں :
 هذا القسم من الحسن مشارك للصحيح في
 الاحتجاج به وان كان دونہ ^{لہ}
 مولانا علی قاری موضوعات کبیر میں فرماتے ہیں :
 لا يصح لا ينافي الحسن اذ ملخصا
 یعنی محدثین کا قول کہ یہ حدیث صحیح نہیں اُس کے حسن
 ہونے کی نفی نہیں کرتا۔ اہ ملخصا

سیدی نور الدین علی سمہودی جواہر العقیدین فی فضل الشرفین میں فرماتے ہیں :
 قد يكون غير صحيح وهو صالح للاحتجاج
 به ، اذ الحسن مرتبة بين الصحيح والضعيف .
 یعنی کبھی حدیث صحیح نہیں ہوتی اور باوجود اس کے
 وہ قابلِ حجیت ہے ، اس لیے کہ حسن کا رتبہ صحیح و
 ضعیف کے درمیان ہے ۔

حدیث کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ینطح ان ینقل الرجل قائما
 (حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرمایا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو کھڑے ہو کر
 جوتا پہننے سے منع فرمایا۔ ت) کو امام ترمذی نے جابر و انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کر کے فرمایا ،

لہ الصواعق المحرقة الفصل الاول فی الآیات الواردة فیہم
 لہ نتائج الانکار فی تخریج احادیث الذاکار
 لہ نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر بحث حدیث حسن لذاتہ
 لہ الاسرار المرفوعة فی الاخبار الموضوعة حدیث ۹۲۹
 جواہر العقیدین فی فضل الشرفین
 لہ جامع الترمذی باب ما جاء فی کراہیۃ المشی فی النعل الواحدہ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲۰۹/۱
 مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان ص ۱۸۵
 مطبوعہ مطبع علمی لاہور ص ۳۳
 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲۳۶۰

کلا الحدیثین لا یصح عند اهل الحدیث لہ

دونوں حدیثیں محدثین کے نزدیک صحیح نہیں۔

علامہ عبد الرقانی شرح مواہب میں اسے نقل کر کے فرماتے ہیں:

نفیہ الصحة لا ینافی انه حسن کما علمتہ

صحت کی نفی حسن ہونے کے منافی نہیں جیسا کہ معلوم

ہو چکا ہے۔

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح صراط المستقیم میں فرماتے ہیں:

حکم بعدم صحت کردن بحسب اصطلاح محدثین غرابت ندارد
چہ صحت در حدیث چنانچہ در مقدمہ معلوم شد در جہ اعلیٰ
ست دائرة آں تنگ ترجیح احادیث کہ در کتب مذکور
ست حتی دریں شش کتاب کہ آنرا صحاح ستہ گویند ہم
بر اصطلاح ایشان صحیح نیست، بلکہ تسمیہ آنہا صحاح
باعتبار تغلیب ست ہے

اصطلاح محدثین میں عدم صحت کا ذکر غرابت کا حکم نہیں
رکھتا کیونکہ حدیث کا صحیح ہونا اس کا اعلیٰ ترین درجہ ہے
جیسا کہ مقدمہ میں معلوم ہو چکا ہے اور اس کا دائرہ نہایت
ہی تنگ ہے تمام احادیث جو کتابوں میں مذکور
ہیں حتیٰ کہ ان چھ کتب میں بھی جن کو صحاح ستہ
کہا جاتا ہے۔ محدثین کی اصطلاح کے مطابق صحیح
نہیں ہیں بلکہ ان کو تفسیلاً صحیح کہا جاتا

ہے۔ (د ت)

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں امام محقق علی الاطلاق سیّدی کمال الحق والیدین محمد بن الہمام رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول:

وقول من یقول فی حدیث انه لم یصح ان سلم لہ
یقدح لان الحجیۃ لا تموقف علی الصحة، بل
الحسن کاف ہے

یعنی کسی حدیث کی نسبت کہنے والے کا یہ کہنا کہ وہ صحیح نہیں اگر
مان لیا جائے تو کچھ حرج نہیں ڈالتا کہ حجیت کچھ صحیح ہونے پر
موقوف نہیں بلکہ حسن کافی ہے۔

عہ المقصد الثالث النوع الثانی ذکر فعلہ صلی

تیسرے مقصد دوسری نوع فعل مصطفیٰ صلی اللہ

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ (م)

لہ جامع الترمذی باب ما جاء فی کراہیۃ المشی فی الفعل الواحد

لہ شرح الزرقانی علی المواہب ذکر لفعلہ صلی اللہ علیہ وسلم

لہ شرح صراط المستقیم لعبدالحق محدث دہلوی

لہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب ما لا یجوز من اس فی الصلاة مطبوعہ مکتبہ المدینہ بلقان

۲۰۹/۱ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور

۵۵/۵ مطبوعہ عامرہ مصر

۵۰۲۵ مکتبہ نور بیہ ضویہ سکھر

۱۸/۳ مطبوعہ مکتبہ المدینہ بلقان

تو یہ بات خوب یاد رکھنے کی ہے کہ صحت حدیث سے انکار نفی حسی میں بھی نہیں جس سے قابلیت احتجاج فتنی ہو
 نہ کھالصالح و لائق اعتبار نہ ہونا نہ کہ محض باطل و موضوع ٹھہرنا جس کی طرف کسی جاہل کا بھی ذہن نہ جاسے گا کہ صحیح و موضوع دونوں
 ابتدا و انتہا کے کناروں پر واقع ہیں، سب سے اعلیٰ صحیح اور سب سے بدتر موضوع اور وسط میں بہت اقسام حدیث
 ہیں درجہ بدرجہ، (حدیث کے مراتب اور ان کے احکام) زینبہؑ صحیح کے بعد حسن لذاتہ بلکہ صحیح لغیرہ پھر حسن لذاتہ، پھر
 حسن لغیرہ، پھر ضعیف بضعف قریب اس حد تک کہ صلاحیت اعتبار باقی رکھے جیسے اختلاط راوی یا ثبوت حفظ یا تدلیس
 وغیرہ، اول کے تین بلکہ چاروں قسم کو ایک مذہب پر اسم ثبوت متناول ہے اور وہ سب صحیح بہا ہیں اور آخر کی قسم صالح، یہ
 متابعت و شواہد میں کام آتی ہے اور جاہل سے قوت پاکر حسن لغیرہ بلکہ صحیح لغیرہ ہو جاتی ہے، اُس وقت وہ صلاحیت
 احتجاج و قبول فی الاحکام کا زیور گرانہا پہنتی ہے، ورنہ دربارہ فضائل تو آپ ہی مقبول و تنہا کافی ہے، پھر درجہ ششم
 میں ضعیف قوی و وہن شدید ہے جیسے راوی کے فتن و غیرہ قواعد تو یہ کہ سبب متروک ہونا بشرطیکہ ہنوز سرحد کذب سے
 جُدا نہ ہو، یہ حدیث احکام میں احتجاج درکار اعتبار کے بھی لائق نہیں، ہاں فضائل میں مذہب رائج پر مطلقاً اور بعض کے
 طور پر بعد انجبار بعد مخارج و تنوع طرق منصب قبول و عمل پاتی ہے، کما سَنَبِّیْتُهُ، اِنْ شَاءَ اللہ تعالیٰ (اِنْ شَاءَ اللہ
 تعالیٰ عنقریب اسی کی تفصیلات آ رہی ہیں۔ ست) پھر درجہ ہفتم میں مرتبہ مطروح ہے جس کا مدار وضاع کذاب یا متم با کذب پر
 ہو، یہ بدترین اقسام ہے بلکہ بعض محاورات کے رُوسے مطلقاً اور ایک اصطلاح پر اس کی نوع اشد یعنی جس کا مدار کذب
 پر ہو عین موضوع، یا نظر تدقیق میں یوں کہنے کہ ان اطلاقات پر داخل موضوع حکمی ہے۔ اُن سب کے بعد درجہ موضوع کا ہے،
 یہ باہجاء نہ قابل انجبار نہ فضائل وغیرہ کسی باب میں لائق اعتبار، بلکہ اُسے حدیث کہنا ہی توسع و تجوز ہے، حقیقتاً
 حدیث نہیں محض مجعول و افتراء ہے، والعیاذ باللہ تبارک و تعالیٰ۔ وسیرد علیک تفاصیل جل ذلک ان شاء اللہ
 العلوی الاعلیٰ (اس کی روشنی تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کے لیے بیان کی جائے گی۔ ست) طالب تحقیق ان
 چند حقروں کو یاد رکھے کہ باوصف و جازت محصل و ملخص علم کثیر ہیں اور شاید اس تحریر نفیس کے ساتھ ان سطور کے غیر
 میں کم ملیں، واللہ الحمد والمنة (سب خوبیاں اور احسان اللہ تعالیٰ کیلئے ہے۔ ست) خیر بات دُور پڑتی ہے کہنا اس
 قدر ہے کہ جب صحیح اور موضوع کے درمیان اتنی منزلیں ہیں تو انکارِ صحت سے اثبات وضع ماننا زمین و آسمان کے
 قلابے طانا ہے، بلکہ نفی صحت اگر معنی نفی ثبوت ہی لیجئے یعنی اُس فرقہ محدثین کی اصطلاح پر جس کے نزدیک ثبوت صحت
 حسن دونوں کو شامل، تاہم اُس کا حاصل اس قدر ہو گا کہ صحیح حسن نہیں نہ کہ باطل و موضوع ہے کہ حسن و موضوع کے
 بیچ میں بھی دُور دراز میدان پڑے ہیں۔

میں اس واضح بات پر سندی کیا پیش کرتا مگر کیا کیجے کہ کام اُن صاحبوں سے پڑا ہے جو اغوائے عوام کے لیے
 دیدہ و دانستہ محض اُفتی عامی بن جاتے اور مہر منیر کو زیر دامن کر دیتے دیر چھپانا چاہتے ہیں۔ لہذا کلماتِ علماء سے اس روشنی

مقدمہ کی تصریحیں لیجئے،

امام مسند الحفاظ و امام محقق علی الاطلاق و امام علمی و امام مکی و علامہ زرقانی و علامہ سمودی و علامہ ہروی کی عبارات کہ ابھی مذکور ہوئیں بحکم دلائل النص و فحوی الخطاب اس دعویٰ مزید پر دلیل مبین کہ جب نفی صحت سے نفی حسن تک لازم نہیں قرابات وضع تو خیال محال سے ہمدوش و قرین۔

(حدیث کے صحیح نہ ہونے اور موضوع ہونے میں زمین آسمان کا فرق ہے) تاہم عبارات النص سنئے،

امام بدر الدین زکشی کتاب النکت علی ابن الصلاح پھر امام جلال الدین سیوطی لآلی مصنفہ پھر علامہ علی بن محمد بن عراق کنانی تنزیہ الشریعۃ المرفوعہ عن الاخبار الشنیعہ الموضوعہ پھر علامہ محمد طاہر فتنی خاتمہ مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں،

بین قولنا لم یصح و قولنا موضوع ہون کبیر، فان
الموضع اثبات الکذب والاختلاق، و قولنا
لم یصح لایلزم منه اثبات العدم، وانما هو
اخبار عن عدم الثبوت، و فرق بین الامرین۔
یعنی ہم محدثین کا کسی حدیث کو کہنا کہ یہ صحیح نہیں اور موضوع کہنا ان دونوں میں بڑا بیل ہے، کہ موضوع کہنا تو اسے کذب و افتراء ٹھہرانا ہے اور غیر صحیح کہنے سے نفی حدیث لازم نہیں، بلکہ اس کا حاصل تو سلب ثبوت ہے، اور ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔

یہ لفظ لآلی کے ہیں اور اسی سے مجمع میں مختصر نقل کیا، تنزیہ میں اس کے بعد اتنا اور زیادہ فرمایا،

و هذا ایچی فی کل حدیث قال فیہ ابن الجوزی
”لا یصح“ انما نحوه۔
یعنی امام ابن جوزی نے کتاب موضوعات میں جس جس حدیث کو غیر صحیح یا اس کے مانند کوئی لفظ کہا ہے ان سب میں یہی تقریر جاری ہے کہ ان اوصاف کے عدم سے ثبوت وضع سمجھنا حلیہ صحت سے عاقل و عاری ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی القول المسد فی الذب عن مسند احمد میں فرماتے ہیں،

لا یلزم من کون الحدیث لم یصح ان یکون
موضوعاً۔
یعنی حدیث کے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔

امام سیوطی کتاب التعقیبات علی الموضوعات میں فرماتے ہیں،

اکثر ما حکم الذہبی علی هذا الحدیث،
یعنی بڑھ سے بڑھ اس حدیث پر امام ذہبی نے اتنا

۱۔ مجمع بحار الانوار فصل و علومہ و اصطلاحتہ نو لکشور لکھنؤ ۵۰۶/۳

۲۔ تنزیہ الشریعۃ کتاب التوحید فصل ثانی دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۰/۱

۳۔ القول المسد الحدیث السالغ مطبوعہ دائرۃ المعارف النعمانیہ حیدرآباد دکن ہند ص ۴۵

انہ قال متن ليس بصحيح وهذا صادق
بحکم کیا کہ یہ متن صحیح نہیں، یہ بات ضعیف ہونے سے بھی
صادق ہے۔

علی قاری موضوعات میں زیر بیان احادیث نقل فرماتے ہیں،
لا يلزم من عدم الصحة وجود الوضع كما
يعني كمال جوتی بات ہے کہ حدیث کے صحیح نہ ہونے سے
موضوع ہونا لازم نہیں آتا،
لا يخفى

اسی میں روز عاشورائے مرگ لگانے کی حدیث پر امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا حکم "لا يصح هذا
الحديث" (یہ حدیث صحیح نہیں۔ ت) نقل کر کے فرماتے ہیں،

قلت لا يلزم من عدم صحته ثبوت وضعه و
يعني میں کہتا ہوں اس کے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا
لازم نہیں، غایت یہ کہ ضعیف ہو۔
غايته انه ضعيف

علامہ طاہر صاحب مجمع تذکرۃ الموضوعات میں امام سند الحافظ مستطانی سے ناقل،

ان لفظ لا يثبت لا يثبت الوضع فان الثابت
يعني کسی حدیث کو بے ثبوت کہنے سے اس کی موضوعیت
ثابت نہیں ہوتی کہ ثابت تو وہی حدیث ہے جو صحیح ہو
یشمل الصحيح فقط، والضعيف دونه۔

اور ضعیف کا درجہ اس سے کم ہے۔

بلکہ مولانا علی قاری آخر موضوعات کبیر میں حدیث البطيخ قبل الطعام يغسل البطن غسلا ويذهب بالدها
اصلاً (کھانے سے پہلے تریوز کھانا پیٹ کو خوب دھو دیتا ہے اور بیماری کو جڑ سے ختم کر دیتا ہے۔ ت) کی نسبت
قول امام ابن عساکر "شاذ لا يصح" (یہ شاذ ہے صحیح نہیں۔ ت) نقل کر کے فرماتے ہیں،

هو يفيد انه غير موضوع كما لا يخفى
يعني ان کا یہ کہنا ہی بتا رہا ہے کہ حدیث موضوع نہیں
ہیسا کہ خود ظاہر ہے۔

یعنی موضوع جانتے تو باطل یا کذب یا مفری یا مغلط کہتے نفی صحت پر کیوں اقتصار کرتے، فافهم

-
- ۱۔ التعلقات علی الموضوعات باب بدء الخلق والانبیاء مکتبہ اشعرعیہ سالنگرہ پل شیخوپورہ ص ۳۹
۲۔ موضوعات ملا علی قاری بیان احادیث العقل حدیث ۱۲۲۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۳۱۸
۳۔ " " " " بیان احادیث الاکتال یوم عاشوراء الحدیث ۱۲۹۸ " " " " ص ۳۴۱
۴۔ مجمع تذکرۃ الموضوعات الباب الثانی فی اقسام الواضعیین کتب خانہ مجیدیہ ملتان ص ۳۵
۵۔ موضوعات ملا علی قاری حدیث البطيخ قبل الطعام حدیث ۱۳۳۳ " " " " ص ۳۵۰

واللہ تعالیٰ اعلم۔

تبلیغ بعد اللہ تعالیٰ یہاں سے ان تسکلیں طائفہ منکرین کا جہل شنیع و زور فطیع بوضوح تمام طشت از بام ہو گیا جو کلمات علامہ مثل مقاصد حسنہ و مجمع الباری و تذکرۃ الموضوعات و مختصر المقاصد وغیرہا سے احادیث تقبیل ابہامین کی نفی صحت نقل کر کے بے دھڑک دعویٰ کر دیتے ہیں کہ ان کے کلام سے بخوبی ثابت ہوا کہ جو احادیث انگوٹھے چوڑھے میں لائی جاتی ہیں سب موضوع ہیں اور یہ فعل ممنوع و غیر مشروع ہے، سبحان اللہ کہاں نفی صحت کہاں حکم وضع، کیا مراد کی بات ہے کہ جہاں درجات متعدد ہوں وہاں سب میں اعلیٰ کی نفی سے سب میں ادنیٰ کا ثبوت ہو جائے گا، مثلاً زیہ کو کیسے کہ بادشاہ نہیں تو اس کے معنی یہ بٹھریں کہ نان شبینہ کو محتاج ہے، یا تسکلیں طائفہ کو کہے کہ اولیا نہیں تو اس کا مطلب یہ قرار پائے کہ سب کافر ہیں و لیکن الوہابیہ قوم یہ جھلون۔

افادہ دوم (جہالت راوی سے حدیث پر کیا اثر پڑتا ہے) کسی حدیث کی سند میں راوی کا مجہول ہونا اگر اثر کرتا ہے تو صرف اس قدر کہ اسے ضعیف کہا جائے نہ کہ باطل و موضوع بلکہ علما کو اس میں اختلاف ہے کہ جہالت قاصر صحت و مانع حجیت بھی ہے یا نہیں تفصیل مقام یہ کہ (مجہول کی اقسام اور ان کے احکام) مجہول کی تین قسمیں ہیں، اول مستور جس کی عدالت ظاہری معلوم اور باطنی کی تحقیق نہیں اس قسم کے راوی صحیح مسلم شریف میں کثرت ہیں، دوم مجہول العین، جس سے صرف ایک ہی شخص نے روایت کی ہو۔

وہذا علی نزاع فیہ ، فان من العلماء من نفی الجہالۃ بروایۃ واحد معتمد مطلقا او اذا کان لا یروی الا عن عدل عندہ . کیجی بن سعید القطان و عبد الرحمن بن مہدی و الامام احمد فی مسندہ ، و ہذا اقوال آخر۔

اس قسم میں نزاع ہے بعض محدثین نے مطلقاً صرف ایک ثقہ راوی کی وجہ سے جہالت کی نفی کی ہے یا اس شرط کے ساتھ نفی کی ہے کہ وہ اس سے روایت کرتا ہے جو اس کے ہاں عادل ہے مثلاً یحییٰ بن سعید بن القطان ، عبد الرحمن بن مہدی اور امام احمد اپنی مسند میں اور یہاں دیگر اقوال بھی ہیں . (ت)

سوم مجہول الحال، جس کی عدالت ظاہری و باطنی کچھ ثابت نہیں و قد یطلق علیہ ما یثمل المستور (کسی اس کا اطلاق ایسے معنی پر ہوتا ہے جو مستور کو شامل ہو جائے۔ ت)

قسم اول یعنی مستور تو مجہور محققین کے نزدیک مقبول ہے، یہی مذہب امام الامام سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے، فتح المغیث میں ہے، قبلہ ابو حنیفہ خلافاً للشافعی (امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے قبول

کرتے ہیں امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس میں اختلاف رکھتے ہیں۔ ت) امام نووی فرماتے ہیں یہی صحیح ہے۔
 قالہ فی شرح المہذب، ذکرہ فی التدریب،
 وكذلك مال الى اختياره الامام ابو عمرو
 بن الصلاح في مقدمته، حيث قال في
 المسئلة الثامنة من النوع الثالث والعشرين
 ويشبه ان يكون العمل على هذا الرأي في كثير
 من كتب الحديث المشهورة في غير واحد من
 من الرواة الذين تقادروا العهد بهم و
 تعذرت الخبرة الباطنة بهم۔

(ت)

اور دو قسم باقی کو بعض اکابر حجت جانتے جمہور مورث ضعف مانتے ہیں۔ امام زین الدین عراقی الفیہ میں فرماتے ہیں
 واختلفوا هل يقبل المجهول
 مجهول عین من له راو فقط
 مجهول حال باطن وظاهر
 الثالث المجهول للعدالة
 حجية بعض من منهم
 وهو على ثلاثة مجعول
 ورده الاكثر والقسم الوسط
 وحكمه الرد لدى الجماهر
 في باطن فقط فقد رأى له
 ما قبله منهم سليم فقط

(مجهول کے بارے میں علماء بر حدیث کا اختلاف ہے کہ آیا اسے قبول کیا جائے گا یا نہیں؟ اس کی تین اقسام ہیں، مجهول العین جس کو صرف ایک شخص نے روایت کیا ہو، اسے اکثر نے رد کر دیا ہے۔ اور دوسری قسم وہ مجهول ہے جس کے راوی کی ظاہری اور باطنی عدالت دونوں ثابت نہ ہوں اسے جمہور نے رد کر دیا ہے تیسری قسم وہ مجهول ہے جس میں راوی کی صرف باطنی عدالت ثابت نہ ہو، اسے بعض نے رد کیا ہے اور بعض نے قبول کیا ہے اور قبول کرنے والوں میں امام سلیم ہیں تو انہوں نے قطعی قبول کیا ہے۔ ت)

عہ ای لا صامہ سلیم بالتصغیر ابن ایوب
 الرازی الشافعی فانه قطع بقبوله ۱۲ منہ
 راضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (مر)
 اس سے مراد امام سلیم (تصغیر) ابن ایوب
 رازی شافعی ہیں ان کے نزدیک ایسی روایت کو
 قطعاً قبول کیا جائیگا ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ت)

۱۵۳ ص مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان
 ۴۳/۲ فیہ فی اصول الحدیث مع فتح المغیث معرفۃ من تقبل روایتہ ومن ترد دارالامام الطبری بیروت

اسی طرح تقریب النواوی و تدرب الراوی وغیرہا میں ہے بلکہ امام نووی نے مجہول العین کا قبول بھی بہت محققین کی طرف نسبت فرمایا مقدمہ منہاج میں فرماتے ہیں،

المجهول اقسام مجہول العدالة ظاہراً و باطناً، و مجہولہا باطناً مع وجودہا ظاہراً و هو المستور، و مجہول العین، فاما الاول فالجہور علی انه لا یحتج بہ، و اما الاخران فاحتج بہما کثیرون من المحققینؒ

مجہول کی کئی اقسام ہیں، ایک یہ کہ راوی کی عدالت ظاہر و باطن میں غیر ثابت ہو، دوسری قسم عدالت باطن مجہول مگر ظاہراً معلوم ہو، اور یہ مستور ہے، اور تیسری قسم مجہول العین ہے، پہلی قسم کے بارے میں جہور کا اتفاق ہے کہ یہ قابل قبول نہیں اور دوسری و دونوں اقسام سے اکثر محققین استدلال کرتے ہیں۔ (ت)

بلکہ امام اجل عارف باللہ سیدی ابوطالب مکی قدس سرہ الملکی اسی کو فقہائے کرام و اولیائے عظام قدس اسرار ہم کا مذہب قرار دیتے ہیں، کتاب مستطاب علی القدر عظیم الفخر قوت القلوب فی معاملة المحبوب کی فصل ۳۱ میں فرماتے ہیں:

بعض ما یضعف بہ رواۃ الحدیث و تعلل بہ احادیثہم، لا یكون تعیید ولا جرحاً عند الفقہاء ولا عند العلما، باللہ تعالیٰ مثل ان یكون الراوی مجہولاً، لا یشاہد انہ غمول وقد ندب الیہ، او نقلہ الاتباع لہ اذ لم یقم لہم الاشارة عنہ۔

یعنی بعض وہ باتیں جن کے سبب راویوں کو ضعیف اور ان کی حدیثوں کو غیر صحیح کہہ دیا جاتا ہے، فقہاء و علماء کے نزدیک باعث ضعف و جرح نہیں ہوتیں جیسے راوی کا مجہول ہونا اس لیے کہ اس نے گناہی پسند کی کہ خود شرع مطہر نے اس کی ترغیب فرمائی یا اس کے شاگرد کم ہوئے کہ لوگوں کو اس سے روایت کا اتفاق نہ ہوا۔

بہر حال نزاع اس میں ہے کہ جہالت سرے سے وجہ طعن سے بھی ہے یا نہیں، یہ کوئی نہیں کہتا کہ جس حدیث کا راوی مجہول ہو خواہی بخواہی باطل و مجہول ہو، بعض متشددین نے اگر دعوے سے قاصر دلیل ذکر بھی کی علماء نے فوراً رد و ابطال فرما دیا کہ جہالت کو وضع سے کیا علاقہ، مولانا علی قاری رسالہ فضائل نصف شعبان فرماتے ہیں:

جہالت بعض الرواة لا تقتضی کون الحديث موضوعاً وكذا انكاره الا لفاظ، فينبغي ان يحكم عليه بانه ضعيف، ثم يعمل بالضعيف في فضائل الاعمال^۱

یعنی بعض راویوں کا بھول یا الفاظ کا بے قاعدہ ہونا یہ نہیں چاہتا کہ حدیث موضوع ہو، ہاں ضعیف کو، پھر فضائل اعمال میں ضعیف پر عمل کیا جاتا ہے۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں امام ابن حجر مکی سے نقل فرمایا، فیہ سواد مجہول، ولا یضر لاند من احادیث الفضائل (اس میں ایک راوی مجہول ہے اور کچھ نقصان نہیں کہ یہ حدیث تو فضائل کی ہے) موضوعات کبیر میں استاذ الحدیث امام زین الدین عراقی سے نقل فرمایا، انہ لیس بموضوع وفي سندہ مجہول (یہ موضوع نہیں اس کی سند میں ایک راوی مجہول ہے) امام بدر الدین زرکشی پھر امام محقق جلال الدین سیوطی لآلی مصنوعہ میں فرماتے ہیں، یعنی راوی کی جہالت ثابت بھی ہو تو حدیث کا موضوع ہونا لازم نہیں جب تک اس کی سند میں کوئی راوی وضع حدیث سے متہم نہ ہو۔

عنه ذكره في باب فضل الاذان و اجابته المؤذن آخر الفصل الثاني ۱۲ منه (م)

عنه يروى حديث عالم قریش يملؤ الارض علما ۱۲ منه (م)

عنه قاله في حديث ابن عباس رضي الله تعالى عنهما في صلاة التسبيح لكن احمد ابو الفرج بجهالة موسى بن عبد العزيز ۱۲ منه - (م)

فضيلة اذان اور جواب اذان کے باب کی فصل ثانی کے آخر میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

حدیث قریش کا ایک عالم زمین کو علم کی دولت سے بھر دے گا کے تحت اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

صلوة التسبيح کے بارے میں حضرت عبداللہ ابن عباس کی حدیث میں اس کو ذکر کیا ہے لیکن ابو الفرج نے موسیٰ بن عبد العزیز کی جہالت کی بنا پر اس کو چھوڑ دیا ہے۔

سہ رسالہ فضائل نصف شعبان

سہ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ باب الاذان فصل ثانی مطبوعہ مکتبۃ امدادیہ ملتان ۱۴۱/۲

سہ الاسرار المرفوعة فی اخبار المرفوعة حدیث ۶۰۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان ص ۱۵۴

سہ لآلی مصنوعہ صلوۃ التسبیح التجاریۃ البکرنی مصر ۳۴/۲

ہیں دونوں امام تحریر احادیث رافضی و لائی میں فرماتے ہیں :

لا یلزم من الجهل بحال الراوی ان ینکوت راوی کے مجہول الحال ہونے سے حدیث کا موضوع ہونا
المحدث موضوعاً لازم نہیں آتا۔

امام ابو الفرج ابن الجوزی نے اپنی کتاب موضوعات میں حدیث من قرض بیت شعر بعد العشاء
الآخرۃ لم تقبل له صلاۃ تلك اللیلۃ (جس نے آخری عشاء کے بعد کوئی (شعر) کہا اس کی اس رات
کی نماز قبول نہ ہوگی۔ ت) کی یہ علت بیان کی کہ اس میں ایک راوی مجہول اور دوسرا مضطرب کثیر الخطا ہے، اس
پر شیخ الحافظ امام ابن حجر عسقلانی نے القول المسد فی الذب عن مسند احمد پھر امام سیوطی نے لائی و تعقیبات میں فرمایا،
لیس فی شئ مما ذکرہ ابو الفرج ما یقتضی الوضع یہ عینیں جو ابو الفرج نے ذکر کیں ان میں ایک بھی مرفوعیت
کی مقتضی نہیں۔

امام ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں حدیث الس رمی اللہ تعالیٰ منہ فی تزویج فاطمة من علی رضی اللہ تعالیٰ
عنہما کی نسبت فرماتے ہیں :

کونہ کذبافیه نظراً وانما هو غریب فی مسندہ اس کا کذب ہونا مسلم نہیں، ہاں غریب ہے اور راوی
مجہول ہے

علامہ ذرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں :

عنه قاله فی حدیث وعبد تارك الحج فلیمت ایسا بندہ جو حج کو ترک کرنے والا ہو اگر وہ چاہے تو
انشار یہ یہودی یا نصرانی یا ۱۲ مرتبے ۱۲ مرتبے رضی اللہ تعالیٰ عنہ
عنه (ت)

عنه باب وفاة امه وما يتعلق بابويه صلى الله باب وفاة امه وما يتعلق بابويه صلى الله
تعالى عليه وسلم ۱۲ منہ میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

۱۱۸/۲	مطبوعۃ التجاریۃ الکبریٰ مصر	صلوة التبیع	لہ لائی مصنوعہ
۲۶۱/۱	مطبوعۃ الفکر بیروت	فی حدیث انشاء الشعر بعد العشاء	۱۲ کتاب الموضوعات
ص ۳۶	مطبوعہ دائرۃ المعارف العشانیہ حیدرآباد دکن ہند	الحدیث الثانی	۱۲ القول المسدود
ص ۱۴۳	مکتبہ مجیدیہ ملتان	الباب الحادی عشر	۱۲ الصواعق المحرقة

قال السهيلي في اسناده مجاهيل وهو يفيد
ضعف فقط ، وقال ابن كثير منكر جدا وسنده
مجهول وهو ايضا صريح في انه ضعيف فقط ،
فالمنكر من قسم الضعيف ، ولذا قال السيوطي
بد : ما ورد قول ابن عساكر منكر " هذا حجة
لما قلته من انه ضعيف ، لا موضوع ، لان المنكر
من قسم الضعيف ، وبينه وبين الموضوع فارق
معروف في الفن ، فالمنكر ما انصرف به الراوي
الضعيف مخالفا لروايته الثقات فان انتفت
كان ضعيفا فقط وهي مرتبة فوق المنكر اصلها
حالاته اذ ملخصا

امام سیلی کہتے ہیں کہ اس کی سند میں مجہول راوی ہیں جو اس کے
فقط ضعف پر ڈال ہیں۔ ابن کثیر نے کہا کہ بہت زیادہ منکر
ہے اور اس کی سند مجہول ہے اور یہ بھی اس بات کی
تصریح ہے کہ یہ فقط ضعیف ہے ، کیونکہ منکر ضعف کی قسم
میں سے ہے ، اسی لیے امام سیوطی نے ابن عساکر کے قول
" یہ منکر ہے " وارڈ کرنے کے بعد فرمایا یہ میرے اس قول
" یہ ضعیف ہے " کی دلیل ہے موضوع ہونے کی نہیں
کیونکہ منکر ضعیف کی قسم ہے اس کے بعد اور حدیث موضوع
کے درمیان فنی اصول حدیث میں فرق واضح اور مشہور ہے
منکر اس روایت کو کہتے ہیں جس کا راوی ضعیف ہو اور
روایت کرنے میں منفرد اور ثقہ راویوں کے خلاف ہو یہ کمزوری

اگر قطعی ہو جائے تو صرف ضعیف ہوگی اور اس کا مرتبہ منکر سے اعلیٰ ہے اور اس سے حال کے لحاظ سے بہتر ہے اہل غلطا
خلاصہ یہ کہ سند میں متعدد مجہولوں کا ہونا حدیث میں صرف ضعف کا مورث ہے اور صرف ضعیف کا مرتبہ حدیث
منکر سے احسن و اعلیٰ ہے جسے ضعیف راوی نے ثقہ راویوں کے خلاف روایت کیا ہو ، پھر وہ بھی موضوع نہیں تو فقط
ضعیف کو موضوعیت سے کیا علاقہ ، امام حلیل جلال الدین سیوطی نے ان مطالب کی تصریح فرمائی واللہ تعالیٰ اعلم ۔
افادہ سوم : حدیث منقطع کا حکم ، اسی طرح سند کا منقطع ہونا مستلزم وضع نہیں ، ہمارے ائمہ کرام اور
جمہور علماء کے نزدیک تو انقطاع سے صحت و حجیت ہی میں کچھ خلل نہیں آتا ، امام محقق کمال الدین محمد بن الہمام فتح القدر
میں فرماتے ہیں :

ضعف بالانقطاع وهو عندنا كالارسل بعد
عنه یعنی حدیث احیاء الابوابین الکریمین حتی اصابنا
به صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ (ھ)
عنه قوله كالارسل ای علی تفسیر وهو منہ علی آخر
وهو هو علی اطلاق ۱۲ منہ (ھ)

اسے انقطاع کی بنا پر ضعیف قرار دیا ہے جو کہ نقصان نہیں
یعنی وہ حدیث جس میں ہے کہ حضور کے والدین کریمین زندہ ہو کر
آپ کی ذات پر ایمان لائے یہ اس حدیث کے تحت مذکور ہے ۱۲ منہ (ھ)
قولہ كالارسل یعنی ایک تفسیر پر اور وہ یہ ہے کہ سند کے آخر
سے راوی ساقط ہو اور وہ ارسال انقطاع علی لاطلاق ہے ۱۲ منہ (ھ)

عدالة الرواة وثقتهم لا يضر.

کیونکہ راویوں کے عادل و ثقہ ہونے کے بعد منقطع ہمارے
نزدیک مرسل کی طرح ہی ہے۔ (ت)

امام ابن امیر الحاج علیہ السلام فرماتے ہیں،

لا يضر ذلك فان المنقطع كالمرسل في قبوله
من الثقات.

یہ بات نقصان نہیں دیتی کیونکہ منقطع قبولیت میں مرسل
کی طرح ہے جبکہ ثقہ سے مروی ہو۔ (ت)

مولانا علی قاری مرقاة میں فرماتے ہیں،

قال ابوداود هذا مرسل اي نوع مرسل وهو
المنقطع لكن المرسل حجة عندنا وعند
الجمهور.

ابوداود فرماتے ہیں کہ یہ مرسل یعنی مرسل کی قسم منقطع ہے
لیکن مرسل ہمارے اور جمہور کے نزدیک حجت
ہے۔ (ت)

اور جو اسے قاذب جانتے ہیں وہ بھی صرف مورث ضعف جانتے ہیں نہ کہ مستلزم موضوعیت، مرقاة شریف
میں امام ابن حجر کی سے منقول،

لا يضر ذلك في الاستدلال به ههنا لان المنقطع
عليه اول صفة الصلاة في الكلام على زيادة وجل
تناوذك في الشاء ۱۲ من (مر)

یعنی یہ امر یہاں کچھ استدلال کو مشر نہیں کہ منقطع پر فضائل
صنعة الصلوة کا ابتدا میں جہاں ثناء میں وجل ثناء کے
الفاظ کے اضافہ میں کلام ہے وہاں اس کا ذکر ہے ۱۲ من (ت)
اس کا ذکر امام المؤمنین کی اس حدیث کے تحت ہے کہ نبی کریم
سلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی بعض ازواج مطہرات سے
تقبیل فرماتے تو وضو کے بغیر بونہی نماز پڑھ لیتے تھے۔
۱۲ من رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ت)

عکس تحت حدیث ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ
عنها کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
يقبل بعض ازواجه ثم یصلی ولا یتوضو
۱۲ من رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (مر)

اس حدیث کے تحت اس کا ذکر ہے کہ جب تم میں سے
کوئی رکوع کرے تو وہ رکوع میں تین دفعہ سبحان اللہ
العظیم پڑھے اس طرح اس کا رکوع مکمل ہو جائیگا۔ ترمذی نے کہا
اسکی سند متصل نہیں تھا فظ ابن حجر نے کہا یہ نقصان نہیں ۱۲ من (ت)

عکس تحت حدیث اذ رکع احدکم فقال فی رکوعه
سبحان ربی العظیم ثلاث مرات فقد تم رکوعه قال
الترمذی لیس استاده بمنصل فقال ابن حجر
هو لا یضر ذلك ۱۲ من رضی اللہ تعالیٰ عنہ (مر)

مطبوعہ نوریہ رضویہ سکس

کتاب الطہارة

۱۹/۱

سہ فتح القدر

۲۴۳/۱

سہ مرقات شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب یوجب الرضوٰ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

يعمل به في الفضائل اجماعاً

میں تو بالاجماع عمل کیا جاتا ہے۔

افادہ چہارم (حدیث مضطرب بلکہ منکر بلکہ درج بھی موضوع نہیں) انقطاع تو ایک امر مسل ہے جسے

صرف بعض نے طعن جانا، علماء فرماتے ہیں، حدیث کا مضطرب بلکہ منکر ہونا بھی موضوعیت سے کچھ علاوہ نہیں رکھتا، یہاں تک کہ دوبارہ فضائل مقبول رہے گی۔ بلکہ فرمایا کہ درج بھی موضوع سے جدا قسم ہے، حالانکہ اُس میں تو کلام غیر کا خلط ہوتا ہے۔ تعقیبات میں ہے،

المضطرب من قسم الضعیف لا الموضوع
اُسی میں ہے،

مضطرب، حدیث ضعیف کی قسم ہے موضوع نہیں (ت)

المنکر نوع آخر غیر الموضوع وهو من قسم الضعیف
اُسی میں ہے،

منکر، موضوع کے علاوہ ایک دوسری نوع ہے جو کہ ضعیف کی ایک قسم ہے۔ (ت)

صرح ابن عدی بان الحدیث منکر فلیحسب بموضوع
اُسی میں ہے،

ابن عدی نے تصریح کی ہے کہ حدیث منکر، موضوع نہیں ہوتی۔ (ت)

المنکر من قسم الضعیف وهو محتمل في الفضائل

منکر ضعیف کی قسم ہے اور یہ فضائل میں قابل استدلال ہے۔ (ت)

باب الجنائز کے آخر میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

باب الاطعمہ کے شروع میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

باب البعث کے شروع میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

عنه ذكره في آخر باب الجنائز ۱۲ منہ (م)

عنه اول باب الاطعمة ۱۲ منہ (م)

عنه اول باب البعث ۱۲ منہ (م)

عنه قاله في اواخر الكتاب تحت حديث فضل قسرين ۱۲ منہ رضى الله تعالى عنه (م)

۳۱۵/۲ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ طمان

۶۲۰ مکتبہ اثریہ ساکنہ بل شیخوپورہ

۳۰۰ " " " " باب الاطعمہ

۵۱ " " " " باب البعث

۶۷ " " " " باب المناقب

صرف حورث ضعف ہے نہ کہ موجب وضع۔ امام الشان علامہ ابن حجر عسقلانی رسالہ قوة الحججہ فی عموم المغفرۃ للحجاج پھر خاتم الحفاظ لکھی میں فرماتے ہیں :

لا يستحق الحديث ان يوصف بالوضع بمجرد صرف راوی کا نام معلوم نہ ہونے کی وجہ سے حدیث ان راویہ لم یسم۔
موضوع کہنے کی مستحق نہیں ہو جاتی۔ (ت)

(تعدو طرق سے مبہم کا جبر نقصان ہوتا ہے) ، ولہذا تصریح فرمائی کہ حدیث مبہم کا طرق دیگر سے جبر نقصان ہو جاتا ہے ، تعقیبات میں زیر حدیث اطلبوا الخیر عند حسان الوجوہ (حسین چہرے والوں سے محبت لائی طلب کرو۔ ت) کہ عقیلی نے بطریق یزید بن ہارون قال انبأنا شیخ من قریش عن الزہری عن عائشة رضی اللہ عنہا روایت کی ، فرمایا ،

اور وہ (یعنی ابوالفرج) ، من حدیث عائشہ من طرق ، فی الاول سراج لم یسم ، و فی الشافی عبد الرحمن بن ابی بکر الملیکی متروک ، و فی الثالث الحکوم بن عبد اللہ الایلی احادیثہ موضوعۃ . قلت عبد الرحمن لم یتهم بکذب ، ثم انه لم ینفرد به بل تابعه اسمعیل بن عیاش و کلاهما یجبران ابہام الذی فی الطریق الاول آھ مختصرا۔
اسے اس (یعنی ابوالفرج) نے حدیث عائشہ سے مختلف سندوں سے روایت کیا ہے ، پہلی سند میں مجہول شخص ہے (نام معلوم) ، اور دوسری میں عبد الرحمن بن ابی بکر الملیکی متروک راوی ہے ، تیسری میں حکم بن عبد اللہ الایلی ہے جس کی احادیث موضوع ہیں ، میں کہتا ہوں کہ عبد الرحمن متہم با لکذب نہیں ، پھر وہ اس میں منفرد بھی نہیں بلکہ اسمعیل بن عیاش نے اس کی متابعت کی ہے اور ان دونوں نے اس ابہام کی کمی کا ازالہ کر دیا جو سند اول میں تھا اح مختصرا۔ (ت)

(حدیث مبہم دوسری حدیث کی مقوی ہو سکتی ہے) بلکہ وہ خود حدیث دیگر کو قوت دینے کی یا قوت رکھتی ہے استناد الحفاظ قوة الحججہ پھر خاتم الحفاظ تعقیبات میں فرماتے ہیں :
رجالہ ثقات الا ان فیہ مبہما لم یسم اس کے رجال ثقات ہیں مگر اس میں ایک راوی مبہم ہے

عہ باب الحج حدیث دعا لامته عشية عرفة باب الحج حدیث دعا لامته عشية عرفة
بالغفرۃ ۱۲ منہ (مر)
یہ باب الحج کی اس حدیث کے تحت ہے جس میں ہے کہ نبی اکرم نے عرفہ کی شام امت کے لئے بخشش کی غانا لگی ہے۔

لہ الذلای المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ کتاب الباس مطبعة التجارية الکبریٰ مصر ۲۶۴/۲
لہ التعقیبات علی الموضوعات باب الادب والرقائق مکتبۃ اثریہ سالکہ علی شیخینوہ حد ۳۵

فان كانت ثقة فهو على شرط الصحيح ، وان كان ضعيفا فهو عاصد للمستند المذكور۔
 جس کا نام معلوم نہیں ہے پس اگر وہ ثقہ ہے تو یہ صحیح کے شرائط پر ہے اور اگر وہ ثقہ نہیں تو ضعیف ہے مگر مستند کو رکھ کر تقویت دینے والی ہے۔ (ت)

افادہ ششم (ضعیف راویان کے باعث حدیث کو موضوع کہہ دینا ظلم و جزاف ہے) مجہولہ جہالت و ابہام تو عدم علم عدالت ہے اور یداہت عقل شاہد کہ علم عدم ، عدم علم سے زائد ، مجہول و مبہم کا کیا معلوم ، شاید فی نفسہ ثقہ ہو کما مرانفعنا الامامین الحافظین (جیسا کہ ابھی دو حافظ ائمہ کے حوالے سے تحریر ہے۔ ت) اور جس پر جرح ثابت ، احتمال ساقط۔ ولہذا محدثین دربارہ مجہول رد و قبول میں مختلف اور ثابت الجرح کے رد پر متفق ہوئے۔ امام نووی مقدمہ منہاج میں ابو علی غسانی جیانی سے ناقل:

الناقلون سبع طبقات، ثلث مقبولة، وثلث متروكة والسابعة مختلف فيها (انی قوله) السابعة قوم مجهولون انفردوا بروایات، لم يتابعوا عليها، فقبلهم قوم، ووقفهم آخرون۔
 ناقلین کے سات درجات ہیں، تین مقبول ، تین متروک ، اور ساتواں مختلف فیہ ہے (اس قول تک) ساتواں طبقہ وہ لوگ ہیں جو مجہول ہیں اور روایات کو لینے میں منفرد ہیں ، ان کی متابعت کسی نے نہیں کی ، بعض نے انہیں قبول کیا ہے اور بعض نے ان کے بارے میں توقع سے کام لیا ہے۔ (ت)

پھر علماء کی تصریح ہے کہ مجرد ضعف رواۃ کے سبب حدیث کو موضوع کہہ دینا ظلم و جزاف ہے ، حافظ سیف الدین احمد بن ابی الجہد پھر قدوة الفہم شمس ذہبی اپنی تاریخ پھر خاتم الحفاظہ تعقیبات و لآلی و تدریب میں فرماتے ہیں :

صنف ابن الجوزی کتاب الموضوعات فاصاب ابن جوزی نے کتاب الموضوعات لکھی اس میں انہوں

عہ قالہ تحت حدیث من قرأ آية الكرسي دبر كل صلاة مكتوبة لم يمنعه من دخول الجنة الا ان يموت ۱۲ من رضى الله تعالى عنه (م)
 یہ انہوں نے اس حدیث کے تحت کہا ہے جس شخص نے ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھی اس کے جنت میں داخل ہونے کو موت کے علاوہ کوئی رکاوٹ نہیں ۱۲ (ت)

فی ذکر احادیث مخالفة للنقل والعقل، و ما
 لو یصحب فیہ اطلاقہ التوضیح علی احادیث
 بطلان بعض الناس فی رواۃہا، کقولہ فلان
 ضعیف او لیس بالقوی اولین و لیس ذلک الحدیث
 مما یشہد القلب ببطلانہ ولا فیہ مخالفة
 ولا معارضة لکتاب ولا سنة ولا اجماع
 ولا حجة بانه موضوع سوء کلام ذلک
 الرجل فی رواۃہ و هذا عددان و مجازفة
 بات پر حجت ہے کہ یہ روایت موضوع ہے اس آدمی کے کلام کے اور یہ زیادتی و تکبر ہے۔ (ت)
افادہ ہفتم (ایسا غافل کہ حدیث میں دوسرے کی تلقین قبول کر لے اس کی حدیث بھی موضوع نہیں)
 پھر کسی ہلکے سے ضعف کی خصوصیت نہیں، بلکہ سخت سخت اقسام جرح میں ہیں، کا ہر ایک جہالتِ راوی سے بدرجہا بدتر
 ہے، یہی تصریح ہے کہ اُن سے بھی موضوعیت لازم نہیں، مثلاً راوی کی اپنی مرویات میں ایسی غفلت کہ دوسرے کی
 تلقین قبول کر لے یعنی دوسرا جو بتا دے کہ تُو نے یہ سنا تھا وہی مان لے، پُر ظاہر کہ یہ شدتِ غفلت سے ناشی او
 اور غفلت کا طعن فسق سے بھی بدتر اور جہالت سے تو چار درجہ زیادہ سخت ہے، امام الشان نے نخبۃ الفکر میں
 اسباب طعن کی دس قسمیں فرمائیں:

(۱) کذب کہ معاذ اللہ قصداً حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افتراء کرے۔

(۲) قہامت کذب کہ جو حدیث اُس کے سوا دوسرے نے روایت نہ کی، مخالفت قواعد دینیہ ہو یا اپنے
 کلام میں جھوٹ کا عادی ہو۔

- | | |
|-----------------|--------------|
| (۳) کثرت غلط | (۴) غفلت |
| (۵) فسق | (۶) وہم |
| (۷) مخالفت ثقات | (۸) جہالت |
| (۹) بدعت | (۱۰) سوء حفظ |

اور تصریح فرمائی کہ ہر پہلا دوسرے سے سخت تر ہے،

حدیث قال الطعن يكون بعشرة أشياء بعضها
أشد في القدر من بعض وترتيبها على الأشد
فالأشد في موجب الرداهة ملخصاً۔
الفاظیر ہیں کہ اسباب طعن دس اشیا ہیں، بعض بعض
سے جرح میں اشد ہیں اور ان میں موجب رد کے اعتبار
سے "الأشد" "فالأشد" کی ترتیب ملخصاً (ت)

پھر علماء فرماتے ہیں ایسے غافل شدید الطعن کی حدیث بھی موضوع نہیں، اور آخر تعقیبات میں ہے
فیہ یزید بن ابی خریاد وكان یلقن یتلقن، قلت
هذا لا یقتضی الحكم بوضع حدیثہ۔
اس میں یزید ابن خریاد یہ ہے اسے تلقین کی جاتی تو وہ
تلقین کو قبول کر لیتا تھا، میں کہتا ہوں کہ یہ قول اس
کی وضع حدیث کا تقاضا نہیں کرتا۔ (ت)

افادہ، ششم (منکر الحدیث کی حدیث بھی موضوع نہیں) یوں ہی منکر الحدیث، اگرچہ یہ حبر
امام اجل محمد بن اسماعیل بخاری علیہ رحمۃ الباری نے فرمائی ہو حالانکہ وہ ارشاد فرمایا چکے کہ میں جسے منکر الحدیث کہوں
اُس سے روایت حلال نہیں، میزان الاعتدال امام ذہبی میں ہے۔

نقل ابن القطان ان البخاری قال کل من
قلت فیہ منکر الحدیث فلا تحل الروایة عنہ۔
ابن القطان نے نقل کیا ہے کہ امام بخاری نے فرمایا
ہر وہ شخص جس کے بارے میں منکر الحدیث کہوں اس
سے روایت کرنا جائز نہیں۔ (ت)

علہ کا تہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کانت یتورع
عن اطلاق الفاظ شدیدة مخافة ان یكون
بعضہ من باب شتم الاعراض وقد وجب
الذب عن الاحادیث فاصطلح علی هذا
جمعاً بین الامرین ۱۲ منہ (م)
گو یا امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سخت الفاظ کے
استعمال سے پرہیز کرتے تھے تاکہ کسی کی عزت درمی
لازم نہ آئے حالانکہ احادیث کی حفاظت و دفاع لازم
ہے لہذا دونوں امور کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ اصطلاح
استعمال کی ہے ۱۲ منہ (ت)

ابان بن جبلة الکوفی کے ترجمہ کے تحت اس کو
ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)
علہ ذکرہ فی ابان بن جبلة الکوفی ۱۲ منہ (م)

۱۔ شرح نخبة الفكر بحث الرسل الخفی
طہ تعقیبات باب المناقب
۲۔ میزان الاعتدال فی ترجمہ ابان بن جبلة الکوفی
مطبوعہ مطبع علیی اندرون لوباری دروازہ لاہور ص ۵۴
ممکنہ اشہدہ سائنکھل شیش پورہ ص ۵۸
مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۶/۱

اُسی میں ہے :

قد مرلنا ان البخاری قال من قلت فید منکر
الحديث فلا یحل روایة حدیثہ

بیچے امام بخاری کا یہ قول گزر چکا ہے کہ جس کے پاس
میں میں منکر الحدیث کہہ دوں اس کی حدیث روایت
کرنا جائز نہیں۔ (ت)

با ائہم علمائے فرمایا ایسے کی حدیث بھی موضوع نہیں، تعقیبات میں ہے :

قال البخاری منکر الحدیث، فغایة امر
حدیثہ ان ینکون ضعیفاً

بخاری نے کہا یہ منکر الحدیث ہے تو زیادہ سے زیادہ
اس کی حدیث ضعیف ہوگی۔ (ت)

افادہ اہم (متروک کی حدیث بھی موضوع نہیں) ضعیفوں میں سب سے بدتر درجہ متروک کا ہے جس کے بعد
صرف متہم بالوضع یا کذاب خیال کا مرتبہ ہے، میزان میں ہے :

علہ قالہ فی سلیم بن داود الیہافی ۱۲ منہ (م)

علہ باب فضائل القرآن ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

علہ بلکہ مولانا علی قاری نے حاشیہ نزہۃ النظر میں متروک و متہم بالوضع کا ایک مرتبہ میں ہونا نقل کیا :

حيث قال في المرتبة الثالثة فلان متهم

بالكذب او الوضع او ساقط او هالك او ذاهب

الحديث وفلان متروك او متروك الحديث او تركه لضعف

اقول وكان هذا القائل ايضاً لا يقول باستواء

جميع ما ذكر في المرتبة بل فيهما ايضاً تشكيك

هنده وكانه الى ذلك اشار باعادة فلان قبل قوله

متروك الا ان فيه ان ساقطاً وما بعده لا يفوق

متروكاً وما بعده فافهم ۱۲ منہ (م)

سیمان بن داؤد الیہافی کے ترجمہ میں یہ تحریر کیا ۱۲ منہ (ت)

باب فضائل القرآن میں یہ مذکور ہے ۱۲ منہ (ت)

ان کے الفاظ یہ ہیں تیسرا مرتبہ یہ ہے فلان

متہم بالكذب یا بالوضع یا ساقط یا ہالک یا ذاہب

الحديث اور فلان متروک یا متروک الحديث یا لوگول

نے اسے ترک کر دیا ہے اقول گویا اس قائل نے

بھی تمام مذکور کو ایک مرتبہ میں برابر قرار نہیں دیا بلکہ اس

میں بھی اس کے نزدیک تشکیک ہے۔ گویا انہوں نے

اپنے قول "متروک" سے پہلے "فلان" کا اعساده

کر کے اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے مگر اس میں

کلام ہے کہ ساقط اور اس کا مابعد، متروک اس کے مابعد سے فوق و بلند مرتبہ نہیں ہو سکتے ۱۲ منہ (ت)

اردی عبارات الجرح ، دجال کذاب ، او وضاع
یضع الحدیث ثم متهم بالكذب ومتفق علی
ترکہ ، ثم متروک ^{الہ}

جرح کے سب سے گھٹیا الفاظ یہ ہیں ، دجال ، کذاب ،
وضاع جو حدیثیں گھڑنا ہے اس کے بعد متهم بالکذب متفق
علی ترکہ ہے پھر متروک کا لفظ ہے (ت)

امام اشان تقریب التہذیب میں ذکر مراتب ^{۱۲} میں فرماتے ہیں ،

العاشرة ، من لم یوثق البتة وضعف مع ذلك
بقادح والیس ، الاشارة بمتروک او متروک
الحدیث او واهی الحدیث او ساقط ، المحادیة
عشر ، من اتهم بالكذب "الثانية عشر" من
اطلق علیه اسم الکذب والوضع ^ک

دسواں مرتبہ یہ ہے کہ اس راوی کی کسی نے توثیق نہ کی ہو
اور اسے جرح کے ساتھ ضعیف کہا گیا ہو ، اس کی طرف
اشارہ متروک یا متروک الحدیث یا واهی الحدیث اور
ساقط کے ساتھ کیا جاتا ہے "گیا رھواں درجہ تیسہ"
جو متهم بالکذب ہو ، اور بارھواں درجہ یہ ہے کہ جس
پر کذب و وضع کے اسم کا اطلاق ہو ۔ (ت)

اس پر بھی علماء نے تصریح فرمائی کہ متروک کی حدیث بھی صرف ضعیف ہی ہے موضوع نہیں ، امام ابن حجر
اثران العشرة پھر خاتم الحفاظ ^{۱۲} لائی میں فرماتے ہیں ،

مرعم ابن جبان و تبعه ابن الجوزی ان هذا
المتن موضوع ، ولیس كما قال ، فان الراوی
وان كان متروکا عند اکثر ضعيفا عند البعض
فلم ینسب للوضع ^{آھ} مختصرا ۔

ابن حبان نے یہ علم کیا اور ابن جوزی نے ان کی اتباع میں
کہا کہ یہ متن موضوع ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ اگرچہ
راوی اکثر کے نزدیک متروک اور بعض کے نزدیک ضعیف
ہے ، لیکن یہ وضع کی طرف منسوب نہیں ہے اے مختصرا (ت)

عنه في التوحيد تحت حديث ابن عدي ان الله
عز وجل قرأه وليس قبل ان يخلق آدم
الحديث ۱۲ منہ (م)

اس کا ذکر کتاب التوحید میں ابن عدی کی اس
حدیث کے تحت ہے جس میں ہے کہ اللہ عز وجل نے
قلہ اور لیس تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے پڑھا
الحدیث ۱۲ منہ (ت)

۴/۱ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۰/۱

۳ ص " مطبع فاروقی دہلی ۳ ص

۱۰/۱ " التجاریۃ الکبریٰ مصر ۱۰/۱

۱۰/۱ " کتاب التوحید ۱۰/۱

حدیث چلے مو فیہ کو ام قدست اسرار ہم کہ ،
من اخلص لله تعالى امر بعین یوما ظہرت
ینابیع الحکمة من قلبه علی لسانہ

جس شخص نے چالیس دن اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص
کیا اس کے دل سے حکمت کے چشمے اس کی زبان پر
جاری ہو جائیں گے۔ (ت)

ابن جوزی نے بطریق عدیدہ روایت کر کے اس کے رواۃ میں کسی کے مجہول، کسی کے کثیر الخطا، کسی کے مجروح، کسی
کے متروک ہونے سے طعن کیا، تعقیبات میں سب کا جواب یہی فرمایا کہ ما فیہم متہم بکذب یہ سب کچھ سہی پھر
اُن میں کوئی متہم بکذب تو نہیں کہ حدیث کو موضوع کہہ سکیں۔ یوں ہی ایک حدیث کی علت بیان کی: بشر بن
نمیر عن القاسم متروک کان (بشر بن نمیر نے قاسم سے روایت کی یہ دونوں متروک ہیں۔ ت) تعقیبات میں
فرمایا: یسولہم یتہم بکذب (بشر متہم بالکذب نہیں۔ ت) حدیث ابی ہریرہ "اتخذ اللہ ابراہیم
خلیلاً" الحدیث (اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو اپنا خلیل بنایا، پوری حدیث۔ ت) میں کہا
تفرد بہ مسلمة بن علی النخشی وهو متروک (اس میں مسلمہ بن علی النخشی منفرد ہے اور وہ متروک
سے۔ ت) تعقیبات میں فرمایا: مسلمة وان ضعف فلم یجرح بکذب (مسلمہ اگرچہ ضعیف ہے مگر اس پر
جرح بالکذب نہیں۔ ت) حدیث ابی ہریرہ ثلثة لا یعادون (تین چیزیں نہیں لوٹائی جائیں گی۔ ت) پر بھی
مسلمہ مذکور سے طعن کیا، تعقیبات میں فرمایا: لم یتہم بکذب، والحدیث ضعیف لا موضوع (یہ
متہم بالکذب نہیں اور یہ حدیث ضعیف ہے موضوع نہیں۔ ت)

سبحان اللہ! جب انتہا درجہ کی شدید جرحوں سے موضوعیت ثابت نہیں ہوتی، تو صرف جہالت راوی
یا انقطاع سند کے سبب موضوع کہہ دینا کیسی جہالت اور عدل و عقل سے انقطاع کی حالت ہے و لکن الوہابیۃ
قوم یجہلون۔

عنه یعنی حدیث ابی امامۃ من قال حین یسمی
صلی اللہ تعالیٰ علی نوح وعلیہ السلام لودخلہ
عقرب تلک اللیلۃ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)
اس سے مراد حدیث ابی امامہ ہے جس میں ہے کہ جس شخص
نے شام کے وقت یہ کہا: "صلی اللہ تعالیٰ علی نوح و
علیہ السلام" تو اسے اس رات بچھو نہیں ڈے گا (۱۲ رات)

۲۰۱	التعقیبات علی الموضوعات	باب الادب والدقائق	مکتبہ اثریہ سالک ہل شیخ پورہ	۳۷
۳۳	"	"	"	۳۶
۶۵	"	باب المناقب	"	۵۳
۷۵	"	باب الجنائز	"	۱۷

تذہیب یہ ارشادات تو ہمارے ائمہ کرام رحمہ اللہ تعالیٰ کے تھے، ایک قول وہابیہ کے امام شوکانی کا بھی لیجئے، موضوعات ابوالفرج میں یہ حدیث کہ جب مسلمان کی عمر پچاس برس کی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ جنون و جذام و برص کو اس سے پھیر دیتا ہے اور پچاس سال والے پر حساب میں نرمی اور سناٹا بڑھ کر اسے کو تو بہ و عبادت نصیب ہوتی ہے، ہفتاد سالہ کو اللہ عزوجل اور اُس کے فرشتے دوست رکھتے ہیں، اسی برس والے کی نیکیاں قبول اور برائیاں معاف، نوے برس والے کے سب انگلے پچھلے گناہ مغفور ہوتے ہیں، وہ زمین میں اللہ عزوجل کا قیدی کہلاتا ہے اور اپنے گھر والوں کا شفیع کیا جاتا ہے، بطریقِ عدیدہ روایت کر کے اُس کے راویوں پر طعن کئے کہ یوسف بن ابی ذرہ راوی مناکیر لیس لشی ہے اور فرج ضعیف منکر الحدیث کہ وہی حدیثوں کو صحیح سندوں سے ملا دیتا ہے اور محمد بن عامر حدیثوں کو پلٹ دیتا، ثقات سے وہ روایتیں کرتا ہے جو اُن کی حدیث سے نہیں اور عزری مڑوک اور عباد بن عباد مستحق ترک اور عزہ کو کبھی بن معین نے ضعیف بتایا اور ابوالحسن کو فی مجہول اور حائز ضعیف ہے۔ شوکانی نے ان سب مطاعن کو نقل کر کے کہا :

هذا غاية ما ابدى ابن الجوزي دليلا على ما حكم به من الوضع، وقد افترط وجازف فليس مثل هذه المقالات توجب الحكم بالوضع بل اقل احوال الحديث ان يكون حسنا لغيرة - انتهى

یعنی ابن جوزی نے جو اس حدیث پر حکم وضع کیا اُس کی دلیل میں انتہا درجہ یہ طعن پیدا کیے اور بے شک وہ حد سے بڑھے اور بیابانی کو کام میں لائے کہ ایسے طعن حکم وضع کے موجب نہیں، بلکہ کم درجہ حال اس حدیث کا یہ ہے کہ حسن لغیرہ ہو۔

والله الهادي الى سبيل الهدى -

افادہ دہم (موضوعیت حدیث کی نکتہ ثابت ہوتی ہے) غرض ایسے وجوہ سے حکم وضع کی طرف راہ چاہنا محض ہوس ہے، ہاں موضوعیت یوں ثابت ہوتی ہے کہ اس روایت کا مضمون (۱) قرآن عظیم (۲) یا سنت متواترہ (۳) یا اجماعی قطعی قلعیات الدلالة (۴) یا عقل صریح (۵) یا حسن صحیح (۶) یا تاریخ یقینی کے ایسا مخالف ہو کہ احتمال تاویل و تطبیق نہ رہے۔

(۷) یا معنی شنیع و قبیح ہوں جن کا صدور حضورؐ نور صلوات اللہ علیہ سے منقول نہ ہو، جیسے معاذ اللہ کسی فساد یا ظلم یا عبث یا سفسط یا مدح باطل یا ذم حق پر مستعمل ہونا۔

(۸) یا ایک جماعت جس کا عدد حد تو اتر کر پہنچے اور ان میں احتمال کذب یا ایک دوسرے کی تعقید کا نہ رہے اُس کے

کذب و بطلان پر گواہی مستنداً الی الخس دے۔

(۹) یا خبر کسی ایسے امر کی ہو کہ اگر واقع ہوتا تو اس کی نقل و خبر مشہور و مستفیض ہو جاتی، مگر اس روایت کے سوا اس کا کہیں پتا نہیں۔

(۱۰) یا کسی حقیر فعل کی بدعت اور اس پر وعدہ و بشارت یا صغیر امر کی مذمت اور اس پر وعید و تہدید میں ایسے لمبے چوڑے مبالغے ہوں جنہیں کلام معجز نظام نبوت سے مشابہت نہ رہے۔ یہ دس صورتیں تو صریح غلو و وضوح وضع کی ہیں۔

(۱۱) یا یوں حکم وضع کیا جاتا ہے کہ لفظ رکبک و سخیف ہوں جنہیں سمع دفع اور طبع منع کرے اور ناقل مدعی ہو کہ یہ بھیہنا الفاظ کیرہ حضور اقصیٰ العرب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں یا وہ محل ہی نقل بالمعنی کا نہ ہو۔

(۱۲) یا ناقل رافضی حضرات اہلبیت کرام علی سیدہم و علیہم الصلوٰۃ والسلام کے فضائل میں وہ باتیں روایت کئے جو اس کے غیر سے ثابت نہ ہوں، جیسے حدیث:

لحمک لحمی و دملک دمی (تیرا گوشت میرا گوشت، تیرا خون میرا خون۔ ت)

اقول انصافاً یوں ہی وہ مناقب امیر معاویہ و عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہ صرف نواصب کی روایت سے آئیں کہ جس طرح روافض نے فضائل امیر المؤمنین و اہل بیت ظاہرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں قریب تین لاکھ حدیثوں کے وضع کیں، کما نص علیہ الحافظ ابو یعلیٰ و الحافظ الخلیلی فی الکامر شاذ (جیسا کہ اس پر حافظ ابو یعلیٰ اور حافظ خلیلی نے ارشاد میں تصریح کی ہے۔ ت) یوں نواصب نے مناقب امیر مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں حدیثیں گھڑیں کما ارشد الیہ الاحامد الذاب عن السنة احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ (جیسا کہ اس کی طرف امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے رہنمائی فرمائی جو سنت کا دفاع کرنے والے ہیں۔ ت)

(۱۳) یا قرآن عالیہ گواہی دے رہے ہوں کہ یہ روایت اس شخص نے کسی طمع سے یا غضب و غیر ہما کے باعث ابھی گھڑ کر پیش کر دی ہے جیسے حدیث سبق میں زیادت جناح اور حدیث ذم علیہن اطفال۔

(۱۴) یا تمام کتب و تصانیف اسلامیہ میں استقرار کے نام کیا جائے اور اس کا کہیں پتا نہ چلے یہ صرف اجلہ حفاظ ائمہ شیعہ کا کام تھا جس کی یاقوت صد ہا سال سے معدوم۔

(۱۵) یا راوی خود اقرار وضع کرنے خواہ صراحتاً خواہ ایسی بات کہے جو بمنزلہ اقرار ہو، مثلاً ایک شیخ سے بلا واسطہ

عہ ذہن لان التواتر لا یعتبر الا فی الحسیات

کما نصوا علیہ فی الاصلین ۱۲ منہ (م)

میں نے اس کا اضافہ کیا کیونکہ تواتر کا اعتبار حسیات کے

علاوہ میں نہیں ہوتا جیسے کہ انہوں نے اصول میں اس کی

تصریح کی ہے ۱۲ منہ (ت)

بدیہی سماع روایت کرے، پھر اُس کی تاریخ و قات وہ بتائے کہ اُس کا اس سے سننا معقول نہ ہو۔

یہ پندرہ باتیں ہیں کہ شاید اس مجمع و تلمیض کے ساتھ ان سطور کے سوانہ ملیں و لو بسطنا المقال علی کل صورة لطال الکلام و تقاصی السرام، ولسنا هنا لک بصدد ذلک (اگر ہم ہر ایک صورت پر تفصیلی گفتگو کریں تو کلام طویل اور مقصد دور ہو جائے گا لہذا ہم یہاں اس کے درپے نہیں ہوتے۔ ت)

ثُمَّ اَقُولُ (پھر میں کہتا ہوں۔ ت) رہا یہ کہ جو حدیث ان سب سے خالی ہو اس پر حکم وضع کی رخصت کس حال میں ہے، اس باب میں کلمات علمائے کرام تین طرز پر ہیں:

(۱) انکار محض یعنی بے امور مذکورہ کے اصلاً حکم وضع کی راہ نہیں اگرچہ راوی وضاع کذاب ہی پر اُس کا مدار ہو، امام سخاوی نے فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث میں اسی پر جزم فرمایا، فرماتے ہیں:

مجرد تفرد الکذاب بل الوضع ولو کان بعد الاستقصاء فی التفیث من حافظ متبحر تام الاستقراء غیر مستلزم لذلك بل لا بد معه من انضمام شئی مما سیاقی۔
یعنی اگر کوئی حافظ جلیل القدر کہ علم حدیث میں دریا اور اس کی تلاش کامل و محیط ہو، تفیث حدیث میں استقصائے تام کرے اور با اینہم حدیث کا پتا ایک راوی کذاب بلکہ وضاع کی روایت سے جدا کہیں نہ ملے

تاہم اس سے حدیث کی موضوعیت لازم نہیں آتی جب تک امور مذکورہ سے کوئی امر اس میں موجود نہ ہو۔ (ت)

مولانا علی قاری نے موضوعات کبیر میں حدیث ابن ماجہ دربارہ اتخاذ وجاہ کی نسبت نقل کیا کہ اُس کی سند میں علی بن عروہ و مشقی ہے، ابن حبان نے کہا، وہ حدیثیں وضع کرتا تھا۔ پھر فرمایا، والظاهر ان الحدیث ضعیف لا موضوع (ظاہر یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے موضوع نہیں) حدیث فضیلت عسقلان کا راوی ابو عقال ہلال بن زید ہے، ابن حبان نے کہا وہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موضوعات روایت کرتا و لہذا ابن الجوزی نے اُس پر حکم وضع کیا۔ امام الشان حافظ ابن حجر نے قول مسند و پھر خاتم الحفاظ نے لائی میں فرمایا:

هذا الحدیث فی فضائل الاعمال و التعریض علی الرباط، و لیس فیہ ما یجیل الشروع ولا العقل، فالحکم علیہ بالبطلان بمجرد کونه من رواۃ ابی عقال لا یتبعہ، و طریقۃ الامام احمد معروفۃ فی التسامح فی یہ حدیث فضائل اعمال کی ہے، اس میں محد و الحرب پر گھوڑے باندھنے کی ترغیب ہے اور ایسا کوئی امر نہیں ہے شرع یا عقل محال ماننے تو صرف اس بنا پر کہ اس کا راوی ابو عقال ہے باطل کہہ دینا نہیں بنتا، امام احمد کی روش معلوم ہے کہ اتخاذ فضائل

احادیث الفضائل دون احادیث الاحکام۔
یعنی تو اسے درج مسند فرمایا کچھ معیوب نہ ہوا۔
میں نرمی فرماتے ہیں نہ احادیث احکام میں۔ (ت)

(۲) کذاب وضاع جس سے عہد انبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر معاذ اللہ بہتان و افترا کرنا ثابت ہو، صرف ایسے کی حدیث کو موضوع کہیں گے وہ بھی بطریق ظن نہ بر وجہ یقین کہ بڑا جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے اور اگر قصداً افترا اس سے ثابت نہیں تو اس کی حدیث موضوع نہیں اگرچہ تم بکذب و وضع ہو، یہ مسلک امام الشافعی وغیرہ علماء کا ہے، بخیرہ و تہذیب میں فرماتے ہیں،

الطعن اما ان يكون لكذب الراوى بان يروى عنه
عالم يقله صلى الله تعالى عليه وسلم متعده لذلك
او قهيمته بذلك، الاول هو الموضوع، والحكم
عليه بالوضع انما هو بطريق الظن الغالب
لا بالنقطع، اذ قد يصدق الكذب، والشافعي
هو المتروك اهل ملقطاً

طعن یا تو کذب راوی کی وجہ سے ہوگا مثلاً اس نے
عہد اپنی بات روایت کی جو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم نے نہیں فرمائی تھی یا اس پر ایسی تہمت ہو،
پہلی صورت میں روایت کو موضوع کہیں گے اور اس پر
وضع کا حکم یقینی نہیں بلکہ بطور ظن غالب ہے کیونکہ بعض
اوقات بڑا جھوٹا بھی سچ بولتا ہے، اور دوسری صورت
میں روایت کو متروک کہتے ہیں اہل ملقطاً۔ (ت)

یہی امام کتاب الاصابہ فی تہذیب الصحابہ میں حدیث ان الشیطان یحب الحمرة قایا کہہ والحمرة وکل ثوب
فیہ شمرة (شیطان سُرخ رنگ پسند کرتا ہے تم سُرخ رنگت سے بچو اور ہر اس کپڑے سے جس میں شہرت ہو۔ ت)
کی نسبت فرماتے ہیں،

قال الجوزقانی فی کتاب الا باطیل ہذا حدیث
باطل و اسنادہ منقطع کذا قال وقوله باطل
مردود فان ابابکر الہذلی لم یوصف بالوضوح
وقد وافقه سعید بن بشیر، وان مراد فی

جوزقانی نے کتاب الا باطیل میں کہا کہ یہ روایت باطل
ہے اور اس کی سند میں انقطاع ہے۔ اسی طرح
انہوں نے کہا اور ان کا باطل کہنا مردود ہے کیونکہ ابوبکر
ہذلی وضاع نہیں اور اس کی سعید بن بشیر نے موافقت

عہ ذکرہ فی ترجمۃ سافع بن یزید الشافعی (م)
رافع بن یزید ثقفی کے ترجمہ میں اس کا ذکر کیا ہے ۱۲۷۱ھ (ت)

القول المسد الحدیث الثامن مطبوعہ مطبعة مجلس دائرة المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن ہند ص ۳۶
شرح نخبہ الفکر معز بہ النظر بحث الطعن مطبوعہ مطبعہ علمی لاہور ص ۵۴ تا ۵۹

السند رجلا ، فغایتہ ان المتن ضعیف اما حکمہ
بالوضع فمردود ہے
کی ، اگرچہ سند میں انہوں نے ایک آدمی کا اضافہ کیا ہے
زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ متن ضعیف ہے لیکن اس پر
وضع کا حکم جاری کرنا مردود ہے ۔ (ت)

عَلَى قَارِي حَاشِيَةِ نَزْهَةِ فِي قَارِي
الموضح هو الحديث الذي فيه الطعن بكذب
الراوي
موضوع اس روایت کو کہا جاتا ہے جس کے راوی پر
کذب کا طعن ہو ۔ (ت)

عَلَى مَرْجِدِ الْبَاقِي زَرْقَانِي شَرْحَ الْمَوَاهِبِ لَدُنِيهِ قَرَأْتُهُ
احاديث الديك حكم ابن الجوزي بوضعها وسرد
عليه الحافظ بما حاصله انه لم يتبين له الحكم
بوضعها اذ ليس فيها وضاع ولا كذاب نعم
هو ضعيف من جميع طرقه .
روایات دیک (مرغ) کو ابن جوزی نے موضوع قرار
دیا ہے اور حافظ نے ان کا رو کیا ہے جس کا حاصل
یہ ہے کہ اس کا مرفوع قرار دینا بیان نہیں کیا کیونکہ اس
میں نہ کوئی وضاع ہے اور نہ کذاب ، ہاں وہ جمع
طرق کے لحاظ سے ضعیف ہے ۔ (ت)

أُتِيَ فِي حَدِيثِ كَانَ لَا يَعُودُ إِلَّا بَعْدَ ثَلَاثٍ
عِيَادَتِ مَرْغِيٍّ قَرَأْتُهُ . (ت) پر اس طعن کے جواب میں کہ اس میں مسلم بن علی متروک واقع ہے فرمایا ،
اور ابن الجوزی فی الموضوعات و تعقبوا بانہ
ضعيف فقط ، لا موضوع ، فان مسلمة يحسرح
بكذب كما قاله الحافظ ولا التفات لمن غسر
ابن جوزی نے اسے موضوعات میں شامل کیا ہے محدثین نے
ان کا تعاقب کرتے ہوئے کہا کہ یہ صرف ضعیف ہے موضوع
نہیں کیونکہ مسلمہ پر جرح یا کذب نہیں جیسا کہ حافظ نے کہا

عَلَى الْمَقْصِدِ الثَّانِي آخر الفصل التاسع ١٢ منه (م)
عَلَى الْمَقْصِدِ الثَّانِي من الفصل الاول في طبعه
صلى الله تعالى عليه وسلم ١٢ منه رضى الله تعالى عنه
دوسرے مقصد کی ساتویں فصل کے آخر میں اس کا ذکر ہے ١٢ منہ (ت)
آٹھویں مقصد کی پہلی فصل سے طب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم میں اس کا ذکر ہے ١٢ منہ (ت)

لَهُ الْأَصَابِرُ فِي تَمْيِيزِ الصَّاهِبِ الْقِسْمِ الْأَوَّلِ "حَرْفُ الرَّاءِ"
سَهْ حَاشِيَةِ نَزْهَةِ النَّظَرِ مَخْجِيَةِ الْفِكْرِ بِمَحْثِ الْمَوْضُوعِ
سَهْ شَرْحُ الزَّرْقَانِي عَلَى الْمَوَاهِبِ الْمَقْصِدِ الثَّانِي آخر الفصل التاسع مطبوعه مطبعة عامره مصر
سَهْ الفصل الاول من المقصد الثامن في طبعه صلى الله عليه وسلم مطبوعه مطبعة عامره مصر
٥٠٠/١ مطبوعه دار صادر بيروت
ص ٥٦ مطبعه علمي لاهور
٢٥٠/٣ مطبوعه مطبعة عامره مصر
٥٨/٤ مطبوعه مطبعة عامره مصر

(اس واقعہ کا امام مالک سے نقل کرنا جھوٹ ہے۔ ت) علامہ زرقانی نے اُس کے رد میں فرمایا،
 ھذا یتھود عجیب، فان الحکایۃ دواھا ابو الحسن علیہ
 بن قہر فی کتابہ فضائل مالک باسناد کلاباس
 بہ، و اخرجھا القاضی عیاض فی الشفاء من
 طریقہ عن شیوخ عدۃ من ثقات مشایخہ
 فمن این انھا کذب و لیس فی اسنادھا وضاع
 ولا کذاب۔
 کذاب۔ (د ت)

افادہ نہم میں امام الشان و امام خاتم الخلفاء کا ارشاد گزرا کہ راوی متروک سہی کسی نے اُسے وضاع تو نہ کہا،
 امام آخر کا قول گزرا کہ مسلمہ ضعیف سہی اس پر طعن کذب تو نہیں، نیز تعقیبات میں فرمایا،
 لم یجرح بکذب فلا یلزم ان ینکون حدیثہ موضوعا۔ اس پر کذب کا طعن نہیں لہذا اس کی روایت کا موضوع
 ہونا لازم نہیں آتا۔ (د ت)

(۳) بہت علماء جہاں حدیث پر سے حکم وضع اٹھاتے ہیں وہ جہاں کذب کے ساتھ تہمت کذب بھی شامل
 فرماتے ہیں کہ یہ کیونکر موضوع ہو سکتی ہے حالانکہ اس کا کوئی راوی نہ کذاب ہے نہ متہم بالکذب۔ کبھی فرماتے ہیں موضوع
 تو جب ہوتی کہ اس کا راوی متہم بالکذب ہوتا یہاں ایسا نہیں تو موضوع نہیں۔ افادہ دوم میں امام زرکشی و
 امام سیوطی کا ارشاد گزرا کہ حدیث موضوع نہیں ہوتی جب تک راوی متہم بالوضع نہ ہو۔ افادہ پنجم میں گزرا کہ ابو الفرج
 کہا ٹیکہ متروک ہے، تعقیبات میں فرمایا متہم کذب تو نہیں۔ افادہ نہم میں انہی دونوں ائمہ کا قول گزرا کہ راوی متروک سہی
 متہم بالکذب تو نہیں۔ وہیں امام خاتم الخلفاء کے چار قول گزرے کہ راویوں کے مجہول، مجروح، کثیر الخطا، متروک ہونے
 سب کے یہی جواب دیے۔ نیز تعقیبات میں ہے،

علیہ المقصد العاشر الفصل الثانی فی زیارۃ قبر النبی
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ
 دسویں مقصد کی فصل ثانی فی زیارۃ قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (د ت)
 علیہ باب فضائل القرآن ۱۲ منہ
 باب فضائل القرآن میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (د ت)
 علیہ آخر البعث ۱۲ منہ
 باب البعث کے آخر میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (د ت)

شرح الزرقانی علی المواہب الفصل الثانی المقصد العاشر
 علیہ التبعات علی الموضوعات باب فضائل القرآن
 مطبوعہ مطبعۃ عامہ مصر
 مکتبۃ اثربہ سانکھ بل
 ۳۴۸/۸
 ۵

کیونکہ متصور ہو حالانکہ نہ اُس میں کوئی کذاب نہ کوئی متہم۔

بالجملہ اس قدر پر اجماعِ محققین ہے کہ حدیث جب اُن دلائل و قرائن قطعیہ و غالبہ سے خالی ہو اور اُس کا مدار کسی متہم یا کذاب پر نہ ہو تو ہرگز کسی طرح اُسے موضوعِ کنا ممکن نہیں جو بغیر اس کے حکم یا موضعِ کردے یا مشد و مفراط ہے یا محطی غلط یا متعصب مغالطہ واللہ الہادی و علیہ اعتمادی۔

افادہ یازدہم (بارہا موضوع یا ضعیف کہنا صرف ایک سند خاص کے اعتبار سے ہوتا ہے نہ کہ اصل حدیث کے) جو حدیث فی نفسہ ان پندرہ دلائل سے منزہ ہو محدث اگر اُس پر حکم وضع کرے تو اس سے نفس حدیث پر حکم لازم نہیں بلکہ صرف اُس سند پر جو اُس وقت اُس کے پیش نظر ہے، بلکہ بارہا اسانیدِ عدیدہ حاضرو سے فقط ایک سند پر حکم مراد ہوتا ہے یعنی حدیث اگرچہ فی نفسہ ثابت ہے، مگر اس سند سے موضوع و باطل اور نہ صرف موضوع بلکہ انصاف ضعیف کئے میں بھی یہ حاصل حاصل ائمہ حدیث نے ان مطالب کی تصریحیں فرمائیں تو کسی عالم کا حکم وضع یا ضعف دیکھ کر خواہی خواہی یہ سمجھ لینا کہ اصل حدیث باطل یا ضعیف ہے، ناواقفوں کی فہمِ نحیف ہے، میزانِ الاعتدال امام ذہبی میں ہے،

ابراہیم بن موسیٰ المروزی عن مالک عن نافع
عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حدیث طلب
العلم فریضة "قال احمد بن حنبل" هذا
کذب "یعنی بهذا الاسناد واکلا فالمتن
له طرق ضعیفۃ۔
ابراہیم بن موسیٰ المروزی مالک سے نافع سے ابن عمر
رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں کہ امام احمد
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو حدیث طلب العلم فریضة
کو کذب فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ خاص اس سند
سے کذب ہے، ورنہ اصل حدیث تو کئی سندوں ضعف
سے وارد ہے۔ (ت)

امام شمس الدین ابو الخیر محمد بن محمد بن الجوزی استادِ امام الشان امام ابن حجر عسقلانی رحمہما اللہ تعالیٰ نے
حصن حصین شریف میں جس کی نسبت فرمایا، فلیعلم انی ارجو ان یتکون جمیع ما فیہ صحیحاً (معلوم رہے کہ
میں امید کرتا ہوں کہ اس کتاب میں جتنی حدیثیں ہیں سب صحیح ہیں) حدیثِ حاکم و ابن مردودہ کہ حضرت راقہؓ رضی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ تعزیت نامہ ارسال فرمایا ذکر کی، مولانا علی قاری علیہ رحمۃ اہباری

اُس کی شرح ترزئین میں لکھتے ہیں،

صرح ابن الجوزی بان هذا الحديث موضوع قلت "يمكن ان يكون بالنسبة الى اسناده المذكور عنده موضوعاً" ابن جوزی نے تصریح کی ہے کہ یہ روایت موضوع ہے "میں کہتا ہوں ممکن ہے اس مذکورہ سند کے اعتبار سے ان کے نزدیک موضوع ہو۔ (ت)

اسی طرح حرز حصین میں ہے، نیز موضوعات کبیر میں فرماتے ہیں،

ما اختلفوا في انه موضوع تركت ذكره للحذر من الخطر لاحتمال ان يكون موضوعاً من طريق وصحيحاً من وجه آخر الخ جس کے موضوع ہونے میں محدثین کا اختلاف ہے تو میں نے اس حدیث کا ذکر اس خطرہ کے پیش نظر ترک کیا کہ ممکن ہے یہ ایک سند کے اعتبار سے موضوع ہو اور دوسری سند کے اعتبار سے صحیح ہو (ت)

علامہ زرقانی حدیث اچھا ہے ابن کریمین کی نسبت فرماتے ہیں،

قال السهيلي ان في اسناده مجاهيل وهو يفيد ضعفه فقط، وبه صرح في موضع آخر من الروض وايداه بحديث ولا ينافي هذا توجيه صحته لان مراده من غير هذا الطريق، ان وجد، اوفى نفس الا مر لانت الحكم بالضعف وغيره انما هو في الظاهر... سہیلی نے کہا ہے کہ اس کی سند میں راوی مجہول ہیں جو اس کے فقط ضعف پر دال ہیں اور اسی بات کی تصریح الروض میں دوسرے مقام پر کی ہے اور اس کو حدیث کے ساتھ لغویت دے اور یہ ضعیف حدیث کی توجیہ کے منافی نہیں کیونکہ اس کی مراد اس سند کے علاوہ ہے اگر وہ موجود ہو ورنہ نفس الامر کے اعتبار سے کیونکہ ضعف وغیرہ کا حکم ظاہر میں ہوتا ہے۔ (ت)

اور شیخ حلیت "صلاة بسواك خير من سبعين صلاة بغير سواك" (مسواک کے ساتھ نماز بے مسواک کی شتر نمازوں سے بہتر ہے) ابو نعیم نے کتاب السواک میں دو جید و صحیح سندوں سے روایت کی، امام ضیاء نے اسے صحیح قرار دیا اور حاکم نے صحیح مستدرک میں داخل کیا اور کہا شرط مسلم پر صحیح ہے۔ امام احمد و ابن خزيمة و حارث بن ابی اسامہ و ابو یعلیٰ و ابن عدی و بزار و حاکم و بیہقی و ابو نعیم و غیر ہم اجلہ محدثین نے بطریق عدیدہ و اسانید متنوعہ

۱۔ حرزئین مع حصن حصین تعریضہ اہل رسول اللہ عند وفایہ نو لکھنؤ ص ۴۰

۲۔ الاسرار المرفوعة في الاخبار الموضوعة الدافع للمؤلف تالیف ہذا المختصر مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان ص ۴۵-۴۶

۳۔ شرح زرقانی علی المواہب باب وفات ائمہ رہا متعلق بابو یعلیٰ علیہ السلام مطبوعہ المطبعة العامة مصر ۱۹۹/۱

۴۔ مسند احمد بن حنبل از مسند عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲۰۲/۶

احادیث اُمّ المؤمنین صدیقہ و عبد اللہ بن عباس و عبد اللہ بن عمر و جابر بن عبد اللہ و انس بن مالک و ام الدرداء و غیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے تحریک کی جس کے بعد حدیث پر حکم بطلان قطعاً محال، با اینہما ابو عمر ابن عبد البر نے تمسید میں امام ابن معین سے اس کا بطلان نقل کیا، علامہ شمس الدین سخاوی مقاصد حسنیہ میں اسے ذکر کر کے فرماتے ہیں،
 قول ابن عبد البر فی التمهید عن ابن معین، یعنی امام ابن معین کا یہ فرمانا ذکر یہ حدیث باطل ہے
 انہ حدیث باطل، ہو بالنسبة لما وقع له اس سند کی نسبت ہے جو انھیں پہنچی۔
 من طرقہ۔

ورنہ حدیث تو باطل کیا معنی ضعیف بھی نہیں، اقل درجہ حسن ثابت ہے۔

اور نیچے حدیث حسن صحیح مروی سنن ابی داؤد و نسائی و صحیح مختار

وغیرہا صحاح و سنن،

ان سر جلا اقی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال انت امر اقی لا تدفع یدک لایمس قال طلقها قال اقی اجبھا قال استمتعت بها۔
 ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میری بیوی کسی بھی چھوٹے والے کے ہاتھ کو منع نہیں کرتی۔ فرمایا: اُسے طلاق دے دے۔
 عرض کیا: میں اس سے محبت رکھتا ہوں۔ تو آپ نے فرمایا:
 اس سے نفقہ حاصل کر۔ (ت)

کہ با سانیہ ثقات و مؤثقیں احادیث جابر بن عبد اللہ و عبد اللہ بن عباس و رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے آئی، امام ذہبی نے مختصر سنن میں کہا: اسنادہ صالحہ (اس کی سند صالح ہے۔ ت) امام عبد العظیم منذری نے مختصر سنن میں فرمایا: رجال اسنادہ محتجج بہم فی الصحیحین علی الاتفاق والافراد (اس روایت کے تمام راوی

عہد ای کل من سألہا شیئا من طعام او مال اعطته ولم ترد هذا هو الراجح عندنا فی معنی الحدیث۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (م)
 یعنی جو شخص بھی اس سے طعام یا مال مانگتا ہے وہ اسے دے دیتی ہے رد نہیں کرتی، حدیث کے معنی میں ہمارے نزدیک یہی راجح ہے واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۱۔ المقاصد الحسنیہ للسخاوی حدیث ۶۲۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان ص ۲۶۳
 ۲۔ سنن النسائی باب ما جاء فی الخلع المکتبۃ السلفیہ لاہور ۹۸/۲
 ۳۔ مختصر سنن ابی داؤد للمافظ منذری باب النہی عن تزویج من لم یلدن النساء مطبوعہ المکتبۃ الاثریۃ سانگھد ہل ۶/۳

ایسے ہیں جن سے بخاری و مسلم میں اتفاقاً اور انفراداً استدلال کیا گیا۔ (ت) امام ابن حجر عسقلانی نے فرمایا، حسن صحیح (حسن صحیح ہے۔ ت) اس حدیث کو جو حافظ ابوالفرج نے امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد "لیس لہ اصل ولا یثبت عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" (اس کی کوئی اصل نہیں اور نہ ہی یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ ت) کی تبعیت سے لا اصل لہ (اس کی کوئی اصل نہیں۔ ت) کہا امام الشان حدیث کا صحیح ہونا ثابت کر کے فرماتے ہیں،

لا یلتفت فی ما وقع من ابی القسیر ابن الجوزی؛ حدیث ذکر هذا الحدیث فی الموضوعات، ولم یذكر من طرقه الا الطريق التي اخرجها الخلال من طریق ابی الزبیر بن جابر، واعتمد فی بطلانه علی ما نقله الخلال عن احمد، فابان ذلك عن قلّة اطلاق ابن الجوزی وغلبت التقليد علیہ، حتی حکم بوضع الحدیث بمجرد ما جاء عن امامه، ولو عرضت هذه الطرق علی امامه لاعترف ان الحدیث اصلا، ولکنه لم تقع له فلذلك لم امر له فی مستنده، ولا فیما یروی عنه ذکر احوالہ لا من طریق ابن عباس ولا من طریق جابر سوى ما سألہ عنه الخلال وهو معذور فی جوابه بالنسبة لتلك الطريق بخصوصها اه ذکره فی اللآلی۔

ابوالفرج ابن جوزی کی اس بات کی طرف توجہ نہیں دی جائے گی کہ انہوں نے اس حدیث کو موضوعات میں شامل کیا ہے اور اس کی دیگر اسناد ذکر نہیں کیں ماسوائے اس سند کے جس کے حوالے سے خلال نے ابوالزبیر بن جابر روایت کیا اور اس کے بطلان میں اسی پر اکتفا کر لیا جو خلال نے احمد سے نقل کیا ہے، قرینہ بات ابن جوزی کے قلم مطالعہ اور غلبہ تقلید کو واضح کر رہی ہے حتیٰ کہ انہوں نے اپنے امام سے منقول محض را۔ کی بنیاد پر حدیث کو موضوع کہہ دیا حالانکہ یہ سندیں اگر ان کے امام کے سامنے پیش کی جائیں تو وہ فی الفور اعتراف کر لیتے کہ حدیث کی اصل؛ لیکن ایسا نہ ہو سکا اس وجہ سے یہ حدیث اصلاً ان کی سند میں نہیں آئی اور نہ ہی ان روایات میں جو ان سے مروی ہیں نہ سند ابن عباس سے اور نہ ہی سند جابر سے ماسوائے اس سند کے جس کے بارے میں خلال نے سوال کیا تھا اور

امام احمد اس کے جواب میں معذور ٹھہرے کیونکہ ان کا جواب اسی سند کے اعتبار سے ہے اور اسے لکائی میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

باب النکاح کے آخر میں اس کا ذکر کیا ہے (ت)

عہ فی اوخر النکاح

(نتیجہ الافادات) بحمد اللہ تعالیٰ فقیر آستان قادری غفر اللہ تعالیٰ کے ان گیارہ افادات نے ہر تیر روز و ماہ نیم ماہ کی طرح روشن کر دیا کہ احادیث تقبیل اہل باطن کو وضع و بطلان سے اصلاً کچھ علاقہ نہیں، اُن پندہ عیبوں سے اس کا پاک ہونا تو بدیہی اور یہ بھی صاف ظاہر کہ اس کا مدار کسی ضاع، کذاب یا متم بالکذب پر نہیں۔ پھر حکم وضع محض بے اصل واجب الدفع، ولہذا علیائے کرام نے صرف لا یصح فرمایا یہاں تک کہ وہاں سب کے امام شوکانی نے بھی با آنکہ ایسے مواقع میں سخت تشدد اور بہت مسائل میں بے معنی تفرق کی عادت ہے، فوائد مجموعہ میں اسی قدر پراقتصار کیا اور موضوع کئے کا راستہ نہ ملا، اگر بالفرض کسی امام معتمد کے کلام میں حکم وضع واقع ہوا ہو تو وہ صرف کسی سند خاص کی نسبت ہو گا نہ اصل حدیث پر جس کے لیے کافی سندیں موجود ہیں جنہیں وضع و اضعین سے کچھ تعلق نہیں کہ جمالت و انقطاع اگر ہیں تو مورث ضعف نہ کہ ثبوت وضع۔ بعونہ تعالیٰ یہاں تک کی تقریر سے موضوع حدیث کی نسبت منکرین کی بالا خراشیاں بالا بالا لگیں، آگے چلیے وہاں التوفیق۔

افادہ دوازدهم (تعدد طرق سے ضعیف حدیث قوت پاتی بلکہ حسن ہو جاتی ہے) حدیث اگر متعدد طریقوں سے روایت کی جائے اور وہ سب ضعف رکھتے ہوں تو ضعیف ضعیف مل کر بھی قوت حاصل کر لیتے ہیں، بلکہ اگر ضعف غایت شدت و قوت پر نہ ہو تو جبر نقصان ہو کہ حدیث درجہ حسن تک پہنچتی اور مثل صحیح خود احکام حلال میں حجت ہو جاتی ہے۔

مرقاۃ میں ہے: تعدد الطرق یبلغ الحدیث الضعیف الی حد الحسن۔

متعدد روایتوں سے آنا حدیث ضعیف کو درجہ حسن تک پہنچا دیتا ہے۔

آخر موضوعات کبیر میں فرمایا:

تعدد الطرق ولو ضعف طرق الحدیث الی الحسن۔

طرق متعددہ اگرچہ ضعیف ہوں حدیث کو درجہ حسن تک ترقی دیتے ہیں۔

تحقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

لو تم تضعیف کلھا کانت حسنة لتعدد الطرق

اگر سب کا ضعف ثابت ہو بھی جائے تاہم حدیث حسن

علمہ آخر الفصل الثانی باب ما لا یجوز من العمل فی الصلاة ۱۲ (باب ما لا یجوز من العمل فی الصلاة کی فصل ثانی کے آخر میں ذکر کیا ہے)

علمہ ذکر فی مسئلة السجود علی کور العامة ۱۲ منہ (عامہ پر سجدہ کرنے کے مسئلہ میں اس کو ذکر کیا ہے۔ ت)

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ فصل الثانی من باب ما لا یجوز من العمل فی الصلاة مطبوعہ مکتبہ امدادیہ طہان ۱۸/۳

علمہ الاررار المرقومہ فی انبار المنوی احادیث المیض مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان ص ۳۴۶

ہوگی کہ طرق متعدد و کثیر ہیں۔

و کثرتھا
اسی میں فرمایا۔

جائز ہے کہ حسن کثرت طرق سے صحت تک ترقی پائے اور
حدیث ضعیف اس کے سبب محبت ہو جاتی ہے کہ تعدد
اسانید ثبوت واقعی پر قرینہ ہے۔

جائز فی الحسن ان یرتفع الی الصحت اذا کثرت
طرقه والضعیف یصیر حجة بذلک لان تعدد
قرینة علی ثبوته فی نفس الامر۔

امام عبد الوہاب شعرائی قدس سرہ النورانی میزان الشرعیۃ الکبریٰ میں فرماتے ہیں،

بیشک جہر محدثین نے حدیث ضعیف کو کثرت طرق سے
محبت مانا اور اُسے کبھی صحیح اور کبھی حسن سے ملحق کیا اس
قسم کی ضعیف حدیثیں امام بیہقی کے سنن کبریٰ میں
بکثرت پائی جاتی ہیں جسے انہوں نے ائمہ مجتہدین و
اصحاب ائمہ کے مذاہب پر دلائل بیان کرنے کی غرض
سے تالیف فرمایا۔

قد احتج جمہور المحدثین بالحديث الضعیف
اذا کثرت طرقه والحقوه بالصحيح تاسرة ،
وبالحسن اخرى ، وهذا النوع من الضعیف
یوجد کثیرا فی کتاب السنن الکبری للبیہقی السی
الفہا بقصد الاحتجاج لا قوال الائمة واقوال
صحابہم۔

امام ابن حجر مکی صراحۃً محرقہ میں ویرارہ حدیث توسعہ علی اعیال یوم عاشوراء امام ابو بکر بیہقی سے ناقل
یہ سننیں اگرچہ سب ضعیف ہیں مگر آپس میں مل کر
قوت پیدا کریں گی۔

هذه الاسانید وان كانت ضعیفة لکنہا اذا
ضم بعضها الی بعض احدثت قوة۔

بلکہ امام جلیل جلال سیوطی تعقیبات میں فرماتے ہیں،

یعنی متروک یا منکر کہ سخت قوی الضعف ہیں یہ بھی

المتروک او المنکر اذا تعددت طرقه ارتقى

علہ قالد فی مسئلۃ النقل قبل المغرب ۱۲ھ

علہ الفصل الثالث من فصول فی الاجوبۃ عن الامام ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲ھ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

علہ باب المناقب حدیث النظر علی عبادۃ ۱۳ھ

۱/ ۲۶۶ مطبوعہ نورید رضویہ سکھر فتح القدر خفۃ الصلوۃ بحث سجود علی العمامۃ

۱/ ۳۸۹ " " " " باب النواقل فتح القدر

۱/ ۶۸ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۳۳ میزان الکبریٰ للشعرائی فصل ثالث من فصول فی الاجوبۃ عن الامام

ص ۱۸۴ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان الباب الحادی عشر فصل اول الصواحن المرقۃ

الى درجة الضعيف الغريب، بل ربما ارتقى الى الحسن^۱۔
تعد طرق سے ضعیف غریب، بل کبھی حسن کے درجہ تک ترقی کرتی ہیں۔

افادہ سیروہم (حدیث مجہول و حدیث مبہم تعد طرق سے حسن ہو جاتی ہے اور وہ جابر و منہجر ہونے کے صالح ہیں) جہالت راوی بلکہ ابہام بھی انہیں کم درجہ کے ضعفوں سے ہے جو تعد طرق سے منہجر ہو جاتے ہیں اور حدیث کو رتبہ حسن تک ترقی سے مانع نہیں آتے، یہ حدیثیں جابر و منہجر دونوں ہونے کے صالح ہیں، افادہ پنجم میں امام خاتم الحفاظ کا ارشاد و گزرا کہ حدیث مبہم حدیث ضعیف سے منہجر ہو گئی، امام الشان کا فرمانا گزرا کہ حدیث مبہم حدیث ضعیف کا جبر نقصان کرے گی۔ ابو الفرج نے حدیث :

لیث عن مجاهد عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما
تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم من ولد له ثلثة اولاد فلو
یسوا احدهم محمدا فقد جہل^۲۔
حضرت مجاہد حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما
سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے تین بیٹے ہوں اور ان
میں سے کسی کا نام محمد نہ رکھے اس نے جہالت سے

کام لیا۔ (ت)

پر طعن کیا کہ لیث کو امام احمد وغیرہ نے متروک کیا اور ابن حبان نے مختلط بتایا، امام سیوطی نے اس کا شاہد
روایت نصر بن شقیق مرسل مسند عمارت سے ذکر کر کے ابن القطان سے نظر کا مجہول ہونا نقل کیا، پھر فرمایا،
یہ مرسل اس حدیث ابن عباس کی تزیید ہو کر اسے قسم مقبول میں
داخل کرے گی۔

علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں :

في اسنادہ جہالۃ لکنہ اعتضد فصاح حسن^۳۔
اس کی اسناد میں جہالت ہے مگر تائید پاکر حسن ہو گئی۔

سہ لای کتاب المبتداء

عہ تحت حدیث ابنو المساجد و اخرجوا القامۃ منها ۱۲ مترضی اللہ تعالیٰ عنہ

لہ التعقیبات علی الموضوعات باب المناقب مکتبہ اثریہ ساکنہ بل ص ۷۵

۲ کتاب الموضوعات باب التسمیۃ بحمد مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۵۴/۱

۳ الدائی المصنوعۃ کتاب المبتداء دار المعرفۃ بیروت ۱۲/۱

۴ تیسیر شرح الجامع الصغیر للمناوی حدیث ابنو المساجد کے تحت مکتبۃ الامام الشافعی ریاض سعودیہ ۱۵۷/۱

رواہ الترمذی وقال هذا حدیث غریب والعلم علی
هذا عند اهل العلم ، قال النووی واسنادہ
ضعیف نقلہ میرک ، فكان الترمذی یرید تقویۃ
الحدیث بعمل اهل العلم ، والعلم عند اللہ تعالیٰ
لما قال الشیخ محی الدین ابن العربی انه بلغنی
عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ، انہ
من قال لا الہ الا اللہ سبعین الف ، غفر اللہ
تعالیٰ لہ ، ومن قیل لہ غفر لہ ایضا ، فکنت
ذکرت التہلیلۃ بالعدد والسر وی من غیر ان
افوی لاحد بالمخصوص ، فحضرت طعاما مع
بعض الاصحاب وفيہم شاب مشہور بالکشف ،
فاذا ہو فی اثناء الاکل اظہر البکاء ، فسألتہ
عن السبب ، فقال یری امی فی العذاب ، فوجبت
فی باطنی ثواب التہلیلۃ المذكورۃ لہا قضحک
وقال فی اسرارہا الآن فی حسن المآب فقال
الشیخ فعرفت صحۃ الحدیث بصحۃ کشفہ
وصحۃ کشفہ بصحۃ الحدیث

یعنی امام ترمذی نے فرمایا حدیث غریب ہے اور اہل علم
کا اس پر عمل؟ سید میرک نے امام نووی سے نقل کیا
کہ اس کی سند ضعیف ہے تو گویا امام ترمذی عمل اہل علم
سے حدیث کو قوت دینا چاہتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم
اس کی نظیر وہ ہے کہ سیدی شیخ اکبر امام محی الدین
ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مجھے حضور اقدس
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حدیث پہنچی ہے کہ جو شخص
ستر ہزار بار لا الہ الا اللہ کہے اس کی مغفرت
ہو اور جس کے لیے پڑھا جائے اس کی مغفرت ہو، میں نے
لا الہ الا اللہ اتنے بار پڑھا تھا اس میں کسی
کے لیے خاص نیت نہ کی تھی اپنے بعض رفیقوں کے
ساتھ ایک دعوت میں گیا ان میں ایک جوان کے کشف
کا شہرہ تھا کھانا کھاتے کھاتے رونے لگا میں نے
سبب پوچھا، کہا اپنی ماں کو عذاب میں دیکھتا ہوں ،
میں نے اپنے دل میں گلہ کا ثواب اس کی ماں کو بخش
دیا فوراً وہ جوان غصے لگا اور کہا اب میں اسے ابھی جبکہ
دیکھتا ہوں ، امام محی الدین قدس سرہ فرماتے ہیں تو میں
نے حدیث کی صحت اس جوان کے کشف کی صحت سے پہچانی اور اس کے کشف کی صحت حدیث کی صحت سے جانی ۔

امام سیوطی تعقیبات میں امام بیہقی سے ناقل تداولہا الصالحون بعضهم عن بعض وفي ذلك
تقویۃ للحدیث السرفوع (۱) سے صالحین نے ایک دوسرے سے اخذ کیا اور ان کے اخذ میں حدیث مرفوع

علیہ باب الصلاة حدیث صلاة التسبیح ۱۲ منہ

سہ مرقات شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی باب علی المامر من المتابعۃ مطبوعہ امدادیہ ملتان ۹۸/۳
سہ التعقیبات علی الموضوعات باب الصلوۃ مکتبہ ثریہ سالکہ بل ۱۲ ص

کی تقویت ہے) اُسی میں فرمایا ،

قد صرح غیر واحد بان من دلیل صحۃ
الحديث قول اهل العلم به وان لم يكن له
اسناد يعتمد على مثله۔
متممہ علمائے تصریح فرمائی ہے کہ اہل علم کی موافقت صحیح
حدیث کی دلیل ہوتی ہے اگرچہ اُس کے لیے کوئی سند
قابل اعتماد نہ ہو۔

یہ ارشاد علماء احادیث احکام کے بارہ میں ہے پھر احادیث فضائل و احادیث فضائل ہیں۔

افادہ شاذ و محکم (حدیث سے ثبوت ہونے میں مطالب تین قسم ہیں) جن باتوں کا ثبوت حدیث سے
پایا جائے وہ سب ایک پلہ کی نہیں ہوتیں بعض تو اس اعلیٰ درجہ قوت پر ہوتی ہیں کہ جب تک حدیث مشہور و متواتر نہ ہو
اُس کا ثبوت نہیں دے سکتے احاد اگرچہ کیسے ہی قوت سند و نہایت صحت پر ہوں ان کے معاملہ میں کام نہیں دیتیں۔
(عقائد میں حدیث احاد اگرچہ صحیح ہو کافی نہیں) یہ اصول عقائد اسلامیہ ہیں جن میں خاص یقین درکار، عساکر
نفسا زانی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح عقائد نسفی میں فرماتے ہیں ،

خبر الواحد علی تقدیر اشتغالہ علی جمیع
الشرائط المذكورة فی اصول الفقہ لا یفید
الا الظن ولا عبرة بالظن فی باب الاعتقادات
حدیث احاد اگرچہ تمام شرائط صحت کی جامع ہو
ظن ہی کا فائدہ دیتی ہے اور معاملہ اعتقاد میں ظنیات
کا کچھ اعتبار نہیں۔

عنه باب الصلاة حديث من جمع بين الصلاتين
من غير عذر فقد اتى بابا من ابواب الكياس
اخرجه الترمذی وقال حسين ضعفه احمد
وغیره والعمل على هذا الحديث عند اهل
العلم فاشار بذلك الى ان الحديث اعتضد
بقول اهل العلم وقد صرح غیر واحد الخ
۱۲ منه رضي الله تعالى عنه (م)
باب الصلاة کی اس حدیث کے تحت ذکر ہے جس میں ہے
کہ جس نے دونوں نمازیں بغیر عذر کے جمع کیں اس نے کہا تم میں سے
ایک کبیرہ کا ارتکاب کیا اسے ترمذی نے روایت کی ہے
اور حسین نے کہا احمد و غیرہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے
اور اہل علم کا اس حدیث پر عمل ہے اس سے اس بات کی
طرف اشارہ کیا ہے کہ اس حدیث نے اہل علم کے قول
کے ذریعہ قوت حاصل کی ہے اور اس کی تصریح
متعدد محدثین نے کی ہے ۱۲ منہ رضي الله تعالى عنه (د)

ص ۱۲

مکتبہ اثریہ سالکہ بل

ص ۱۰۱

مطبوعہ دارالاشاعت العربیہ قندھار

ص ۱۲

مکتبہ اثریہ سالکہ بل

سہ التعقیبات علی الموضوعات باب الصلاة

شرح عقائد نسفی بحث تعداد الانبیاء

سہ التعقیبات علی الموضوعات باب الصلاة

مولانا علی قاری منہج الروض لازہ میں فرماتے ہیں : الاحاد لا تقیید الا اعتماد فی الاعتقاد (احادیث
احاد و بارۃ اعتقادنا قابل اعتماد)۔

(دربارۃ احکام ضعیف کافی نہیں) دوسرا درجہ احکام کا ہے کہ اُن کے لیے اگرچہ اتنی قوت درکار نہیں پھر بھی حدیث
کا صحیح لذاتہ خواہ لغیرہ یا حسن لذاتہ یا کم سے کم لغیرہ ہونا چاہیے، جو در علماء یہاں ضعیف حدیث نہیں سنتے۔

(فضائل مناقب میں باتفاق علماء حدیث ضعیف مقبول و کافی ہے) تیسرا مرتبہ فضائل و مناقب کا ہے
یہاں باتفاق علماء ضعیف حدیث بھی کافی ہے، مثلاً کسی حدیث میں ایک عمل کی ترغیب آئی کہ جو ایسا کرے گا اتنا
ثواب پائے گا یا کسی نبی یا صحابی کی خوبی بیان ہوئی کہ انھیں اللہ عز و جل نے یہ مرتبہ بخشا، یہ فضل عطا کیا، تو ان کے
مان لینے کو ضعیف حدیث بھی بہت ہے، ایسی جگہ صحت حدیث میں کلام کر کے اسے پایہ قبول سے ساقط کرنا فرق مراد
نہ جاننے سے ناشی، جیسے بعض جاہل بول اٹھتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت میں کوئی حدیث صحیح نہیں
یہ اُن کی نادانی ہے علماء محدثین اپنی اصطلاح پر کلام فرماتے ہیں، یہ بے سمجھے خدا جانے کہاں سے کہاں لے جاتے
ہیں، عزیز و مسلم کہ صحت نہیں پھر حسن کیا کم ہے، حسن بھی نہ سہی یہاں ضعیف بھی مستحکم ہے، رسالۃ قاری و مرقاۃ و
شرح ابن حجر کی ولعقات و لآلی امام سیوطی و قول مستد امام عسقلانی کی پانچ عباراتیں افادۃ دوم و سوم و چہارم و دہم میں
گزریں، عبارت تعقیبات میں تصریح تھی کہ نہ صرف ضعیف محض بلکہ منکر بھی فضائل اعمال میں مقبول ہے، بآئندہ اُس میں
ضعف راوی کے ساتھ اپنے سے اوٹی کی مخالفت بھی ہوتی ہے کہ تنہا ضعف سے کیسے بدتر ہے، امام اجل شیخ العلماء
والعرفاء سیدی ابوطالب محمد بن علی کی قدس اللہ سرہ الملکی کتاب جلیل القدر عظیم الفخر قوت القلوب فی معامد المحبوب

علیہ ای دلا عبرۃ بمن شذ ۱۲ منہ (یعنی کسی شاذ شخص کا اعتبار نہیں رہتا)

علیہ الاجماع المذکور فی الضعیف المطلق کما نحن فیہ ۱۲ منہ

علیہ مسئلہ امیر مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحقیق و تنقیح فقیر کے رسالہ البشری العاجلۃ من تحف اجلۃ و رسالہ الاحادیث
الراویۃ لمدح الامیر مغیرۃ و رسالہ عرش الاعزاز والاکرام لاول ملوک الاسلام و رسالہ ذب الایہواء الواہیۃ فی
باب الامیر مغیرۃ وغیرہ میں ہے و فتننا اللہ تعالیٰ بمنہ و کرمہ لتوصیفہا و تبیینہا و نفع بہا و لبیان قصائصہا
الاسلام بقیہا و تقہیہا امین یا عظیم القدرۃ و اسم الرحمة امین صلی اللہ تعالیٰ و بارک وسلم علی سیدنا محمد و آلہ
وصحبہ وسلم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۴)

علیہ فی فصل الحادی والثلاثین ۱۲ منہ

لہ منہج الروض لازہ بر شرح فقہ اکبر الانبیاء منہج من عن الکبار والصفائر مصطفیٰ الیابی مصر ص ۵۵

میں فرماتے ہیں :

الاحادیث فی فضائل الاعمال وتفضیل اصحاب
فضائل اعمال وتفضیل صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی
متقبلة محتملة علی کل حال معاطیہا و مراسیلہا
حدیثیں کسی ہی ہوں ہر حال میں مقبول و ماخوذ ہیں مطلق
لا تعارض ولا تردد ، کذلک کان السلف
یفعلون ۔
زوکریں ، ائمہ سلف کا یہی طریقہ تھا ۔

امام ابو زکریا نووی اربعین پھر امام ابن حجر مکی شرح مشکوٰۃ پھر مولانا علی قاری مرقاۃ و حرز ثمین شرح حصین

میں فرماتے ہیں :

قد اتفق الحفاظ ونظیر الامم بعین قد اتفق العلماء
یعنی بیشک حفاظ حدیث و علمائے دین کا اتفاق ہے کہ
علی جواز العمل بالحدیث الضعیف فی فضائل
فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل جائز ہے ۔
الاعمال ونظیر الحرس الجواز العمل بہ فی فضائل
(ملخصاً)
الاعمال بالاتفاق ۔
فتح المبین بشرح الاربعین میں ہے :

لا نہ ان کان صحیحاً فی نفس الامر فقد اعطی
یعنی حدیث ضعیف پر فضائل اعمال میں عمل اس لیے ٹھیک
حقہ من العمل بہ ، والا لہ یترتب علی العمل
ہے کہ اگر واقع میں صحیح ہوئی جب تو جو اس کا حق تھا کہ اس
بہ مفسدۃ تحلیل ولا تحریم ولا ضیاع حق
پر عمل کیا جائے حق ادا ہو گیا اور اگر صحیح نہ بھی ہو تو اس پر
لغیرہ فی حدیث ضعیف من بلغہ عنی ثواب عمل
عمل کرنے میں کسی عقیل یا تحریم یا کسی کی حق تلفی کا مفسدہ تو
فعلہ حصل لہ اجرہ وان لم اکن قلمتہ او کما
نہیں اور ایک حدیث ضعیف میں آیا کہ حضور اقدس

علہ تحت حدیث من حفظ علی امتی اربعین حدیثاً قال النووی طرقہ کلہا ضعیفۃ ۱۲ منہ (م)

علہ فی شرح الخطبۃ تحت قول المصنف رحمہ اللہ تعالیٰ انی امر جوان ینکون جمیع ما فیہ صحیحاً ۱۲ منہ (م)

علہ فی شرح الخطبۃ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

۱۷۸/۱	مطبوعہ دار صادر مصر	فصل الحادی والعشرون	لہ قوت القلوب فی معاملة المحبوب
ص ۴	مصطفیٰ البابا بی مصر	خطبۃ الکتاب	لہ شرح اربعین للنووی
ص ۲۳	نو لکشتور لکشتور	شرح خطبۃ کتاب	لہ حرز ثمین شرح مع حصین

قال و اشار المصنف رحمه الله تعالى بحكاية
الاجماع على ما ذكره الى الود على من سارع
فيه الخ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جسے مجھ سے کسی عمل پر
ثواب کی خبر پہنچی وہ اس پر عمل کر لے اُس کا اجر اُسے حاصل
ہو اگرچہ وہ بات واقع میں میں نے نہ فرمائی ہو۔ لفظ حدیث
کے یونہی ہیں یا جس طرح حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرماتے، امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس پر نقل اجماع
علمائے اشارہ فرمایا جو اس میں نزاع کرے اُس کا قول مردود ہے الخ
مقاصد الحسنہ میں ہے،

قد قال ابن عبد البر انهم يتساهلون في
الحديث اذا كان من فضائل الاعمال
امام محقق علی الاطلاق فتح القدير میں فرماتے ہیں،

الضعيف غير الموضوع يعمل به في فضائل
الاعمال
یعنی فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کیا جائے گا
بس اتنا چاہئے کہ موضوع نہ ہو۔

مقدمہ امام ابو عمرو ابن الصلاح و مقدمہ جرجانیہ و شرح
الافیہ للعقوف و تقریب النوادی اور اس کی شرح
تدریب الراوی میں ہے،

واللفظ لهما يجوز عند اهل الحديث وغيرهم
التساهل في الاسانيد الضعيفة ورواية ما سوي
الموضوع من الضعيف والعمل به من غير بيان
ضعفه في فضائل الاعمال وغيرها مما لا تعلق له
بالعقائد والاحكام ومن نقل عنه ذلك ابن جنبل
وابن مهيدي وابن المبارك قالوا اذا روينا
محدثين وغيرهم علماء کے نزدیک ضعیف سندوں میں تساہل اور
پے اٹھا وضعف موضوع کے سوا ہر قسم حدیث کی روایت
اور اُس پر عمل فضائل اعمال وغیرہ امور میں جائز ہے
جنہیں عقائد و احکام سے تعلق نہیں، امام احمد بن حنبل
و امام عبد الرحمن بن مہدی و امام عبد اللہ بن مبارک
وغیرہم ائمہ سے اس کی تصریح منقول ہو فرماتے جب

عنه ذكره في مسألة تقديمه الاورع ۱۲ من (م)
صاحب ورع و تقویٰ کی تقدیم میں اس کا بیان ہے ۱۲ من (م)

فتح المبين شرح الاربعين

۱۰ المقاصد الحسنہ زیر حدیث من بلغه عن الله الخ
۱۱ فتح القدير باب الامامة
۱۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت
نورید رضویہ سکھر
ص ۴۰۵
۳۰۳/۱

فی الحلال والحرام شد ونا و اذا امر وینافی الفضائل
و نحوہا تاساہلنا اھ ملخصا۔
ہم حلال و حرام میں حدیث روایت کریں سختی کرتے ہیں اور
جب فضائل میں روایت کریں تو نرمی اور ملخصا۔

امام زین الدین عراقی نے الغیۃ الحدیث میں جہاں اس مسئلہ کی نسبت فرمایا عن ابن مہدی وغیر واحد
(یعنی امام ابن مہدی وغیر ائمہ سے ایسا ہی منقول ہے) وہاں شارح نے فتح المغیث میں امام احمد و امام ابو یوسف
و امام ابن المبارک و امام سفین ثوری و امام ابن عیینہ و امام ابو زکریا عنبری و حاکم و ابن عبد البر کے اسما و اقوال
نقل کیے اور فرمایا کہ ابن عدی نے کامل اور خلیل نے کفایہ میں اس کے لیے ایک مستقل باب وضع کیا۔ غرض مسئلہ
مشہور ہے اور نصوص نامحسور اور بعض دیگر عبارات جلیلہ افادات آئندہ میں مسطور ان شاء اللہ العزیز الغفور۔
تذریع کبرائے وہابیہ بھی اس مسئلہ میں اہل حق سے موافق ہیں، مولوی غرم علی رسالہ دعائیہ میں لکھتے ہیں،
ضعاف در فضائل اعمال و فیما نحن فیہ باتفاق علما معول
بہا است الیٰ

مظاہر حق میں راوی حدیث صلاۃ او آئین کا منکر الحدیث ہونا امام بخاری سے نقل کر کے لکھا، اس حدیث کو
اگرچہ ترمذی وغیرہ نے ضعیف کہا ہے لیکن فضائل میں عمل کرنا حدیث ضعیف پر جائز ہے الیٰ
اسی میں حدیث فضیلت شب برات کی تضعیف امام بخاری سے نقل کر کے کہا، یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے
لیکن عمل کرنا حدیث ضعیف پر فضائل اعمال میں باتفاق جائز ہے الیٰ

افادۃ ہر مقدم فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے حدیث ضعیف ثبوت
استحباب کے لیے بس ہے۔ امام شیخ الاسلام ابو زکریا یافعا اللہ تعالیٰ بركاتہ کتاب الاذکار المنتخب من کلام سید البر
علیہ نقل ہذا العبارات الثلاثہ محقق اعصارنا
ونزینۃ امصارنا تاج الفحول محب الرسول مولانا
المولوی عبد القادر البیدیونی ادام اللہ تعالیٰ فیوضہ
فی کتابہ سیف الاسلام السلولی علی المناع بعل المولد
والقیام ۱۲ منہ (د)

علیہ اول کتاب ثالث فصول المقدمۃ ۱۲ منہ (م)
یہ کتاب کے شروع میں مقدمہ کی تیسری فصل میں ہے ۱۲ منہ (د)

لہ تدریب الراوی قبیل نوع الثالث والعشرون
مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ لاہور ۲۹۸/۱
لہ رسالہ دعائیہ مولوی غرم علی
باب السنن و فضائلہا مطبوعہ دارالاشاعت کراچی ۷۶/۱
لہ مظاہر حق اردو ترجمہ مشکوٰۃ شریف باب قبیم شہر رمضان مطبوعہ دارالاشاعت کراچی ۸۳۳/۱

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ،

قال العلماء من السحدثین والفقهاء وغيرهم
يجوز وليستحب العمل في الفضائل والترغيب
والترهيب بالحديث الضعيف ما لم يكن
موضوعاً۔

بمعنی یہی الفاظ امام ابن الہائم نے العقہ النصیہ فی تحقیق کلمۃ التوجیہ پھر عارف باللہ سیدی عبد الغنی
نابلسی نے حدیث ندرہ شرح طریقہ محمدیہ میں نقل فرماتے ہیں ، امام فقیہ النفس ممتق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں ،
الاستجاب یثبت بالضعیف غیر الموضوع (حدیث ضعیف سے کہ موضوع نہ ہو فعل کا مستحب ہونا ثابت
ہو جاتا ہے) علامہ ابراہیم علی غلیۃ المستمل فی شرح غنیۃ المصلی میں فرماتے ہیں ،

ولیستحب ان یمسح بدنہ بمندیل بعد الغسل
لما روت عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت کان
للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خرقة
یتنشف بها بعد الوضوء رواہ الترمذی
وهو ضعیف ولكن يجوز العمل بالضعیف فی
الفضائل۔

مولانا علی قاری موضوعات کبیر میں حدیث مسیح گرجہ کا ضعف بیان کر کے فرماتے ہیں ،
الضعیف یعمل بہ فی الفضائل الاعمال اتفاقاً

علہ او اخر الفصل الثانی من باب الاول ۱۲ من (د)
علہ قبیل فصل فی حمل الجنائزۃ ۱۲ من (د)
علہ فی سنن الفصل ۱۲ من (د) رضی اللہ تعالیٰ عنہ (د)

کتاب ان ذکا المستحب من کلام سیدالابرار علیہ السلام فصل قال العلماء من المحدثین مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت ص ۷
فتح القدیر فصل فی الصلاة علی المیت مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۹۵/۲
غنیۃ المستمل شرح منیۃ المصلی سنن الفصل سہیل اکبیدی لاہور ص ۵۲

ولذا قال ائمتنا ان مسح الرقبة مستحب او
سنة۔
کیا جاتا ہے اسی لیے ہمارے ائمہ کرام نے فرمایا کہ وضو میں
گردن کا مسح مستحب یا سنت ہے۔

امام جلیل جلال سیوطی رحمۃ اللہ علیہ طالع الشریا بانظار ما کان خفیاً میں فرماتے ہیں :

استحبہ ابن الصلاح وتبعہ النووی نظر الی
ان الحدیث الضعیف یقام بہ فی فضائل
الاعمال۔
تلقین کو امام ابن الصلاح پھر امام نووی نے اس نظر سے
مستحب مانا کہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف کے
ساتھ نرمی کی جاتی ہے۔

علامہ محقق جلال دوانی رحمہ اللہ تعالیٰ انموذج العلوم میں فرماتے ہیں :

الذی یصلح للتقویٰ علیہ ان یقال اذا وجد
حدیث فی فضیلة عمل من الاعمال لا یحتمل
الحرمة والکراهیة یجوز العمل بہ ولستحب
لانہ مامون الخطر و مرجو النفع۔
اعتماد کے قابل یہ بات ہے کہ جب کسی عمل کی فضیلت
میں کوئی حدیث پائی جائے اور وہ حرمت و کراہت
کے قابل نہ ہو تو اس حدیث پر عمل جائز و مستحب ہے
کہ اندیشہ سے امان ہے اور نفع کی امید۔

اندیشہ سے امان یوں کہ حرمت و کراہت کا محل نہیں اور نفع کی امید یوں کہ فضیلت میں حدیث مروی اگرچہ ضعیف
ہی تھی۔

اقول وبالله التوفیق بلکہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کے معنی ہی یہ ہیں کہ استحباب مانا جائے

علہ نقلہ بعض العصریین و هو فیما نری ثقتہ فی النقل ۱۶ منہ (م)

علہ نقلہ العلامة شہاب الخفاجی فی نسیم الریاض شرح شفاء القاضی عیاض فی شرح الدیبا جۃ
حیث روی المصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ بسندہ الی ابن داود حدیث من سئل عن علم فکتمہ الحدیث و
للمحقق ہما کلام طویل نقلہ الشارح ملخصاً ونازعہ بما ہو منازع فیہ و الوجہ مع المحقق فی
عامۃ ما ذکرنا لا لا خشیۃ الاطالۃ لا یتنبأ بکلاهما مع مالہ وعلیہ ولكن سنشیروا ان شاء اللہ تعالیٰ
فی احرف لیسیر یظہر بہا الصواب بعون الملک الوہاب ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

۶۳ ص	مطبوعہ مجتبائی دہلی	حدیث مسح الرقبة	۱۶ موضوعات کبیر
۱۹۱/۲	دار الفکر بیروت		۱۶ الحاوی للفتاویٰ خفیاً
۳۳/۱	مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان	وہاب	۱۶ نسیم الریاض شرح شفاء

ورنہ نفس جواز تو اصالت اباحت و انعدام نہی شرعی سے آپ ہی ثابت، اُس میں حدیث ضعیف کا کیا دخل ہوا، تو لاجرم ورود حدیث کے سبب جانب فعل کو ترجیح ماننے کہ حدیث کی طرف اسناد متحقق اور اُس پر عمل ہونا صادق ہو اور یہی معنی استصحاب ہے، آخر نہ دیکھا کہ علامہ علی و علامہ قاری نے اسے عمل و جواز عمل کو دلیل و ثبوت استصحاب قرار دیا اور امام محمد محمد بن امیر الحاج نے مقام اباحت میں اُس سے تمسک کو درجہ ترقی و اولویت میں رکھا کہ جب اُس پر عمل ہونا ہے تو ثبوت اباحت تو بدرجہ اولیٰ اس سے کھل گیا کہ اُس پر عمل کے معنی نفس اباحت سے ایک زائد و بالاتر چیز ہے اور وہ نہیں مگر استصحاب و هذا ظاہر لیس دونہ حجاب (اور یہ ظاہر ہے اس میں کوئی خفا نہیں۔ ت) حلیہ شرح غیہ میں فرماتے ہیں،

الجمہور علی العمل بالحديث الضعیف الذی
لیس بموضوع فی فضائل الاعمال فهو فی ابقاء
الاباحة التی لم یتم دلیل علی انتفاہا
کما فیما نحن فیہ اجدہ
امام ابو طالب مکی قوت القلوبؒ میں فرماتے ہیں،

الحديث اذا لم ینافه کتاب او سنة وان لم
یشهد له ان لم یخرج تاویلہ عن اجماع
الامة، فانه یوجب القبول والعمل لقوله
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیف و قد
قلیل
حدیث جبکہ قرآن عظیم یا کسی حدیث ثابت کے منافی نہ ہو
اگرچہ کتاب و سنت میں اس کی کوئی شہادت بھی نہ ملے،
تو بشرطیکہ اُس کے معنی مخالف اجماع نہ پڑتے ہوں اپنے
قبول اور اپنے اوپر عمل کو واجب کرتی ہے کہ حضور مقرر عالم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیونکر نہ مانے گا
حالانکہ کہا تو گیا۔

یعنی جب ایک راوی جس کا کذب یقینی نہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک بات کی خبر دیتا ہے اور اُس

علہ سنن الفصل مسئلۃ المنذیل ۱۲ منہ (م)
علہ فی الفصل الحادی والثلاثین ۱۲ منہ (م)
سنن غسل میں رومال کے مسئلہ میں اس کو ذکر کیا ہے (ت)
اقتیسوس فصل میں اس کو بیان کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

لہ علیہ شرح غیہ المصلی

لہ قوت القلوب الفصل الحادی والثلاثون باب تفضیل الاخبار مطبوعہ المطبعة المبینة مصر ۱/۱۷۷

اور میں کتاب و سنت و اجماع امت کی کچھ مخالفت نہیں تو نہ ماننے کی وجہ کیا ہے۔

اقول اما قولہ قدس سرہ یوجب

اقول امام ابو طالب مکی قدس سرہ کے قول

”یوجب القبول“ سے تاکید مراد ہے جیسا کہ تو اپنے

قرض خواہ سے کہے کہ تیرا حق مجھ پر واجب ہے۔ درمختار

میں ہے کہ یہ مسلمانوں کا تعامل ہے پس ان کی اتباع

واجب ہے (وجوب بمعنی ثبوت ہے) یا اس میں اس

مسدک کی طرف اشارہ ہے جو مجاہدہ کرنے والے سادات

ائمہ و صوفیہ (اللہ تعالیٰ ان کے پاکیزہ اسرار کو ہمارے

لیے مبارک کرے) کا ہے کہ وہ مستحبات کی بھی اس طرح

پابندی کرتے ہیں جیسا کہ واجبات کی اور مکروہات سے

بلکہ بہت سے مباحات سے اس طرح بچتے ہیں کہ گویا

وہ محرمات ہیں یا این (ابو طالب مکی) کا مذہب ہے

کیونکہ ہم آپ قدس سرہ کو مجتہدین میں شمار کرتے ہیں

ان میں ہونا آپ کا حق ہے جیسا کہ ان تمام بزرگوں کا

مقام اور شان ہے جو شریعت عظیمہ کی حقیقت کو

پانے والے ہیں اگرچہ وہ ظاہر اپنا انتساب کسی امام

نہوی کی طرف کرتے ہیں۔ اس مسئلہ میں عارضہ باللہ

فکا نہ یرید التاكد كما تقول لبعض اصحابك

حقك واجب على فقال في الدر المختار لا

المسلمين توارثوه فوجب اتباعهم او ان ملحقه

الى ما عليه السادات المجاهدون من الاثمة

والصوفية قد سنا الله تعالى باسرارهم الصفية

من شدة تعاودهم للمستحبات كانها

من الواجبات وتوقيهم عن المكروهات بل و

كثير من الباحات كانهم من المحرمات او ان

هذا هو المذهب عنده فانه قدس سرهما

فيما نرى من المجتهدين وحق له ان يكون

منهم كما هو شان جميع الواصلين الى عين

الشرعية الكبرى وان انتسبوا ظاهرا الى احد

من ائمة الفتوى صحا بينه العارض بالله

سيدى عبد الوهاب شعرائى فى العيزان والله

تعالى اعلم بمبراد اهل العرفان۔

سيدى عبد الوهاب شعرائى نے میزان میں تفصیل گفتگو کی ہے اور اللہ تعالیٰ اہل معرفت کی مراد کو زیادہ بہتر

بہتر جانتا ہے۔ (ت)

علہ آخرباب العیدین ۱۲ من رضى الله تعالى عنه (م)

باب العیدین کے آخر میں اس کا ذکر ہے (ت)

علہ فی فصل فان قال قائل فهل يجب عندكم على المقلد ان قال قائل كيف الوصول الى الاطلاع

على عين الشريعة المطهرة الخ وفى غيرهما ۱۲ من رضى الله تعالى عنه (م)

مے درمختار باب العیدین مطبوعہ مجتبیائی دہلی ۱۱/۱

مے میزان الکبریٰ فصل ان قال قائل كيف الوصول الخ مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۲۲/۱

فرماتے ہیں ،

ما جاءكم عنى من غير قلت ادله اقله فافى اقوله
وما جاءكم عنى من شرفانى لا اقول الشره

تمہیں جس بھلائی کی مجھ سے خبر پہنچے خواہ وہ میں نے فرمائی
ہو یا نہ فرمائی ہو میں اسے فرماتا ہوں اور جس بُری بات
کی خبر پہنچے تو میں بُری بات نہیں فرماتا۔

ابن ماجہ کے لفظ یہ ہیں ،

ما قيل من قول حسن فانا قلته۔

جو نیک بات میری طرف سے پہنچائی جائے وہ میں نے
فرمائی ہے۔

عقلمی کی روایت یوں ہے :

خذوا به حدثت به اولم احدث به۔

اُس پر عمل کرو چاہے وہ میں نے منسوب فرمائی ہو
یا نہیں۔

وفى الباب عن ثوبان مولى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وعن ابن عباس رضى الله تعالى عنهم (اس بارے میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی روایت ہے۔)
علمی اپنے فوائد میں حمزہ بن عبد المجید رحمہ اللہ تعالیٰ سے راوی :

سأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
فى التومنى الحجر فقلت بائى انت واقم
يا رسول الله انه قد بلغنا عنك انك قلت من
سمع حديثا فيه ثواب فعمل بذلك الحديث
مرجاء ذلك الثواب اعطاه الله ذلك الثواب
وان كانت الحديث باطلا فقال
اى ورب هذه البلدة انه لمع و

میں نے حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو
خواب میں حطیم کعبہ معظمہ میں دیکھا عرض کی یا رسول اللہ
میرے ماں باپ حضور پر قربان ہیں حضور سے حدیث
پہنچی ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا ہے جو شخص کوئی
حدیث ایسی سنے جس میں کسی ثواب کا ذکر ہو وہ اُس
حدیث پر بامید ثواب عمل کرے اللہ عز وجل اسے
وہ ثواب عطا فرمائے گا اگرچہ حدیث باطل ہو۔ حضور اور

انا قلت ساریہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں قسم اس شہر کے باب
کی بے شک یہ حدیث مجھ سے ہے اور میں نے منسرا مائی ہے، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔
ابو یعلیٰ اور طبرانی معجم اوسط میں سیدنا ابی حمزہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم فرماتے ہیں،

من بلغ عن عبد الله تعالى فضيلة فلم يصدق بها لم ينلها
جسے اللہ تعالیٰ کے کسی فضیلت کی خبر پہنچے وہ اسے نہ ملے
اُس فضل سے محروم رہے۔

ابو مسرا بن عبد البر نے حدیث مذکور روایت کر کے فرمایا،

اهل الحديث بجماعتهم يتساهلون في الفضائل
تمام علمائے محدثین احادیث فضائل میں نرمی فرماتے
فیروونہا عن کل وانما يتشددون في احادیث
ہیں انھیں ہر شخص سے روایت کر لیتے ہیں، ہاں
الاحکام۔

ان احادیث سے صاف ظاہر ہوا کہ جسے اس قسم کی خبر پہنچی کہ جو ایسا کرے گا یہ فائدہ پائے گا اُسے چاہیے
نیک نیتی سے اس پر عمل کرے اور تحقیق صحت حدیث و نفاقت سند کے پیچھے نہ پڑے وہ ان شاء اللہ اپنے حسن نیت اس نفع
کو پہنچ ہی جائیگا اقول یعنی جب تک اُس حدیث کا بطلان ظاہر نہ ہو کہ بعد ثبوت بطلان رجاء و امید کے کوئی معنی نہیں۔
فقول الحدیث وان لم یکن ما یبلغه حقاً و نحوه تو حدیث کے یہ الفاظ "اگرچہ جو حدیث اسے پہنچی وہ حق
انما یصحیہ فی نفس الامر لا بعد العلم بہ و نہ ہو" یا اس کی شکل دوسرے الفاظ "اُس سے مراد
هذا و اوضح جدا فتثبت ولا تنزل۔ نفس الامر ہے نہ کہ بعد از حصول علم۔ اور یہ بہت ہی اضعاف سے یاد رکھو کہ
اور جو اس علمائے فضل کی نہایت ظاہر کہ حضرت حق عز و جل اپنے بندہ کے ساتھ اُس کے گمان پر معاملہ فرماتا ہے،
حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے رب عز و جل و ملا سے روایت فرماتے ہیں کہ مولیٰ سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے کہ
اما عند ظن عبدی بی (میں اپنے بندہ کے ساتھ وہ کرتا ہوں جو بندہ مجھ سے گمان رکھتا ہے)، رواہ البخاری و مسلم
و الترمذی و النسائی و ابن ماجہ عن ابی ہریرۃ و العاکبہ عن انس بن مالک (اسے بخاری، مسلم، ترمذی،

لہ فوائد للنفی

مطبوعہ دار القبلة للثقافة الاسلامیہ جده سعودی عرب ۳/۳۸۷

۳۴۲۰ حدیث انس بن مالک

۳۴۲۰ حدیث انس بن مالک

۳۴۲۰ حدیث انس بن مالک

۳۵۲/۲

مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

۳۴۲۰ حدیث انس بن مالک

نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، اور عاکم نے حضرت انس بن مالک سے معنائاً سے روایت کیا۔ ت)
 دوسری حدیث میں یہ ارشاد زائد ہے، "فلیظن فی ماشاء" (اب جیسا چاہے مجھ پر گمان کرے) اخروہ
 الطبرانی فی الکبیر والحاکم عن واثلة بن الاسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند صحیح (اسے طبرانی نے
 معجم کبیر میں اور عاکم نے حضرت واثل بن اسقع سے بسند صحیح روایت کیا ہے۔ ت)

تیسری حدیث میں یوں زیادت ہے، "ان ظن خیرا فله وان ظن شرا فله" (اگر بھلا گمان کرے گا
 تو اس کے لیے بھلائی ہے اور بُرا گمان کرے گا تو اس کے لیے بُرائی) مرواہ الامام احمد عن ابی ہریرہ
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن علی الصحیح ونحوہ الطبرانی فی الاوسط واثلة بن اسقع فی المحلیۃ
 عن واثلة بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اسے امام احمد نے سند حس سے صحیح قول پر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 اور اسی کی مثل طبرانی نے اوسط اور ابو نعیم نے علیہ میں حضرت واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)
 جب اُس نے اپنی صدق نیت سے اس پر عمل کیا اور رب عزوجل اسے اُس نفع کی امید رکھی تو مولیٰ تبارک و تعالیٰ نے
 اکرم الاکرمین ہے اُس کی امید صانع ذکر سے گا اگرچہ حدیث واقع میں کیسی ہی ہو۔ واللہ الحمد فی الاولیٰ والاخریٰ
 افادۃ نوزدہم (عقل بھی گواہ ہے کہ ایسی جگہ حدیث ضعیف مقبول ہے) وباللہ التوفیق، عقل اگر عظیم
 ہو تو ان نصوص و نقول کے علاوہ وہ خود بھی گواہ کافی ہے کہ ایسی جگہ ضعیف حدیث متبر اور اس کا ضعف مغفّر کہ سند میں
 کتنے ہی نقصان ہوں آخر بطلان پر یقین تو نہیں فان الکذب قد یصدق (بڑا جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے) تو کیا
 معلوم کہ اس نے یہ حدیث ٹھیک ہی روایت کی ہو۔ مقدمہ امام ابو ظفر علی الدین شہر زوری میں ہے،

اذا قالوا فی حدیث اند غیر صحیح فلیس ذلک
 قطعاً بانہ کذب فی نفس الا مراد قد یکون
 صدقاً فی نفس الا مراد انما المراد به لو یصح
 اسنادہ علی الشرط المذكور۔
 محدثین جب کسی حدیث کو غیر صحیح بتاتے ہیں تو یہ اس کے
 فی الواقع کذب پر یقین نہیں ہوتا اس لیے کہ حدیث
 غیر صحیح کبھی واقع میں سچی ہوتی ہے اس سے تو اتنی مراد
 ہوتی ہے کہ اُس کی سند اس شرط پر نہیں جو محدثین نے
 صحت کے لیے مقرر کی۔

تقریب و تدرب میں ہے،

اذا قبل حدیث ضعیف، فنعناہ لم یصح
 لہ المستدک علی الصحیحین للحاکم کتاب التوبۃ والاناۃ
 مسند الامام احمد بن حنبل مسند ابی ہریرہ
 مقدمہ ابن الصلاح النور الاول فی معرفۃ الصحیح
 کسی حدیث کو ضعیف کہا جائے تو معنی یہ ہیں کہ اس کی
 مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان ۲۴۰/م
 بیروت ۳۹۱/۲
 فاروقی کتب خانہ عمان ص ۸

اسنادہ علی الشرح المذکور لا اندکذب فی نفس الامر لجواز صدق الکاذب اھ ملخصاً۔
 اسناد شرط مذکور پر نہیں نہ یہ کہ واقع میں جھوٹ ہے ممکن ہے کہ جھوٹے نے یہ لولہ ہوا ملخصاً

(تصحیح و تضعیف صرف بنظر ظاہر ہیں واقع میں ممکن کہ ضعیف صحیح ہو و بالعکس) محقق حیث اطلاق قطع میں فرماتے ہیں،

ان وصف الحسن والصحیح والضعیف انما ہو باعتبار السند فلما ما فی الواقع فیجوز غلط الصحیح وصحة الضعیف۔
 حدیث کو حسن یا صحیح یا ضعیف کہنا صرف سند کے لحاظ سے ظنی طور پر ہے واقع میں جائز ہے کہ صحیح سند اور ضعیف صحیح ہو۔
 اسی میں ہے،

لیس معنی الضعیف الباطل فی نفس الامر بل ما لم یثبت بالشروط المعتبرة عند اهل الحديث مع تجویز کونه صحیحاً فی نفس الامر فجووز ان یقترن قرینة تحقق ذلك، وان الراوی الضعیف اجاد فی هذه المتن المعین فی حکم بہ۔
 ضعیف کے یہ معنی نہیں کہ وہ واقع میں باطل ہے بلکہ یہ کہ جو شرطیں اہل حدیث نے اعتبار کیں ان پر نہ آئی اس کے ساتھ جائز ہے کہ واقع میں صحیح ہو، تو ممکن کہ کوئی ایسا قرینہ ملے جو ثابت کر دے کہ وہ صحیح ہے اور راوی ضعیف نے یہ حدیث خاص اچھے طور پر ادا کی ہے اُس وقت یا وصف ضعف راوی اس کی صحت کا حکم کر دیا جائے گا۔

موضوعات کبیر میں ہے،

المحققون علی ان الصحة والحسن والضعف انما هی من حیث الظاهر فقط مع احتمال محققین فرماتے ہیں صحت و حسن و ضعف سب بنظر ظاہر ہیں واقع میں ممکن ہے کہ صحیح موضوع ہو اور

علہ مسألة التنفل قبل المغرب ۱۲ منہ (م)

علہ مسألة السجود علی کور العمامة ۱۷ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

لہ تدریب الراوی شرح تقریب النزادی النور الاول الصحیح مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۴۹ تا ۵۰
 فتح القدیر باب التوافل مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۸۹
 باب صفة الصلاة " " " ۱/ ۲۶۶

کون الصحیح موضوعاً و عکسہ کذا افسادہ اور موضوع صحیح، جیسا کہ شیخ ابن حجر مکی نے اسنادہ الشیخ ابن حجر المکی۔ فرمایا ہے۔

اقول (احادیث اولیائے کرام کے متعلق نفیس فائدہ) یہی وجہ ہے کہ بہت احادیث جنہیں محدثین کرام اپنے طور پر ضعیف و نامعتبر ٹھہرا چکے علمائے قلب عرفائے ربنا ائمہ عارفین، سادات مکاشفین قدسنا اللہ تعالیٰ باسرا ربہم الجلیلہ و نور قلوبنا بانوارہم الجلیلہ انہیں مقبول و معتد بنا تے اور بصیغہ جزم و قطع حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف نسبت فرماتے اور ان کے علاوہ بہت وہ احادیث تازہ لاتے جنہیں علمائے زبر و وفات میں کہیں نہ پاتے، ان کے علوم الہیہ بہت ظاہر مہیوں کو نفع دینا درکنار اُن کے باعث طعن و وقصیت و جرح و ابانت ہو جاتے، حالانکہ العظمۃ اللہ و عباد اللہ ان طاعنین سے بدرجہا اتقی اللہ و اعلم باللہ و اشد توقیاً فی القول عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (حالانکہ وہ ان طعن کرنے والوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے خوف رکھنے والے، اللہ تعالیٰ کے بارے میں زیادہ علم رکھنے والے، سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف کسی قول کی نسبت کرنے میں بہت احتیاط کرنے والے تھے۔ ت) تھے۔ ولکن

اور ہر ایک گروہ اپنے موجود پر خوش ہے اور تیرا رب کل حزب یعالیہم فرعونؑ و سر بلک اعلم بالمہتدینؑ

میزان مبارک میں حدیث،

اصحابی کالنجوم یاہم اقتدیم اھتدیتہم

میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ (ت)

کی نسبت فرماتے ہیں،

ھذا الحدیث وان کان فیہ مقال عند المحدثین اس حدیث میں اگر چہ محدثین کو گفتگو ہے

عہ فی فصل فان ادعی احد من العلماء فوق ھذا المیزان ۱۲ من (د)۔

۱۔ موضوعات کبیرہ لکھنؤ قاری زیر حدیث من بلغہ عن اللہ شئاً ۱۶ مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۶۸

۲۔ القرآن ۲۳/۵۲ و ۳۰/۲۲

۳۔ القرآن ۴۸/۴ و ۱۶/۱۵۲ و ۶/۱۱۴

۴۔ المیزان الکبریٰ فصل فان ادعی احد من العلماء ۱۶ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۳۰/۱

فہو صحیح عند اہل الکشف

کشف الغم عن جمیع الامر میں ارشاد فرمایا،

کان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول من صلی علی طہر قلبہ من النفاق ، کما یطہر الثوب بالماء ، وکان صلی اللہ تعالیٰ یقول من قال صلی اللہ علی محمد فقد فتح علی نفسہ سبعین باباً من الرحمة ، والقی اللہ محبتہ فی قلوب الناس فلا یغضبه الا من فی قلبہ نفاق ، قال شیخنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہذا الحدیث والذی قبلہ روینا ہما عن بعض العارفين عن الخضر علیہ الصلوۃ والسلام عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وھما عندنا صحیحان فی اعلی درجات الصحۃ وان لم یثبتہما المحدثون علی مقتضی اصطلاحہم۔

مگر وہ اہل کشف کے نزدیک صحیح ہے۔

حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے جو مجھ پر درود بھیجے اس کا دل نفاق سے ایسا پاک ہو جائے جیسے پتھر پانی سے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے جو کہ صلی اللہ علی محمد اس نے ستر دروازہ رحمت کے اپنے اوپر کھول لیے، اللہ عز و جل اس کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈالے گا کہ اس سے بغض نہ رکھے گا مگر وہ جس کے دل میں نفاق ہوگا۔ ہمارے شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ حدیث اور اس سے پہلی ہم نے بعض اولیاء سے روایت کی ہیں انھوں نے سیدنا خضر علیہ الصلوۃ والسلام انھوں نے حضور پر نور سید الانام علیہ افضل الصلوۃ و اکمل السلام سے یہ دونوں حدیثیں ہمارے نزدیک اعلیٰ درجہ کی صحیح ہیں اگرچہ محدثین اپنی اصطلاح کی بنا پر انہیں ثابت نہ کریں۔

نیز میزان شریف میں اپنے شیخ سیدی علی خواص قدس سرہ العزیز سے نقل فرماتے ہیں،

کما یقال عن جمیع ما رواہ المحدثون بالسند الصحیح المتصل ینتہی سندہ الی حضرت الحق جل وعلا فکذا لک یقال فیما

جس طرح یہ کہا جاتا ہے کہ جو کچھ محدثین نے سند صحیح متصل روایت کیا اس کی سند حضرت النبی عز و جل تک پہنچتی ہے، یونہی جو کچھ علم حقیقت سے صحیح کشف والوں نے نقل فرمایا

عہ آخر المجلد الاول باب جامع فضائل الذکر آخر فصل الامر بالصلوۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ من روضۃ الشاہد
عہ فصل فی بیان استعانة خروج شی من اقوال المجتہدین عن الشریعة ۱۲ من

لہ المیزان الکبریٰ فصل فان ادعی احد من العلماء الا مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۳۰/۱

کشف الغم عن جمیع الامر فصل فی الامر بالصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳۴۵/۱

نقلہ اہل الکشف الصحیح من علم الحقیقۃ^۱ اُس کے حق میں یہی کہا جائے گا۔

بالجملہ اولیا کیلئے سوا اس سند ظاہری کے دوسرا طریقہ ارفع و اعلیٰ ہے و لہذا حضرت سیدی ابوزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و قدس سرہ السامی اپنے زمانہ کے متکین سے فرماتے،

قد اخذتم علمکم میتاً عن میت و اخذنا علمنا
عن الحی الذی لا یموت^۲ تم نے اپنا علم سلسلہ اموات سے حاصل کیا ہے اور ہم
نے اپنا علم حی لا یموت سے لیا ہے۔

نقلہ سیدی الامام الشعرائی فی کتابہ البیادک
الفاخر الیواقیت و الجواہر آخر المبعث السابع
و الاربعین۔ اسے سیدی امام شعرائی نے اپنی مبارک اور عظیم کتاب
الیواقیت و الجواہر کی سینٹالیسویں بحث کے آخر میں
ذکر کیا ہے۔ (ت)

حضرت سیدی امام المکاشفین محی الملتہ والدین شیخ اکبر ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صنف کچھ احادیث کی تصحیح
فرمائی کہ طور علم پر ضعیف مافی لمی تھیں،

کما ذکرہ فی باب الثالث و السبعین من الفتوحات
الملکیۃ الشریفۃ الالہیۃ الملکیۃ و نقلہ فی
الیواقیت هنا۔ جیسا کہ انہوں نے فتوحات الملکیۃ الشریفۃ الالہیۃ الملکیۃ
کے تیرھویں باب میں ذکر کیا اور الیواقیت میں اس مقام
پر اسے نقل کیا ہے۔ (ت)

اسی طرح خاتم حفاظ الحدیث امام جلیل جلال الملتہ والدین سیوطی قدس سرہ العزیز^۳ پچھتر بار بیداری میں جمال
جہاں آرائے حضور پر نور سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بہرہ ور ہوئے بالمشافہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم سے تحقیقات حدیث کی دولت پائی بہت احادیث کی کہ طریقہ محدثین پر ضعیف ٹھہر چکی تھیں تصحیح فرمائی جس کا بیان
عارف ربانی امام العلامة عبدالوہاب شعرائی قدس سرہ النورانی کی میزان الشریعۃ الکبریٰ میں ہے من شاد
قلیت شرف بمطالعته (جو اس کی تفصیل چاہتا ہے میزان کا مطالعہ کرے۔ ت) یہ نفیس و جلیل فائدہ کہ

عہ فی الفصل المذكور قبل ما مر بنحوہ صفحہ ۱۳ من رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ہر)

۴۵/۱	ملفوظ مصطفیٰ البابی مصر	لہ المیزان الکبریٰ فصل فی استحالۃ خروج شیء من اقوال المجتہدین الم
۹۱/۲	" " " "	لہ الیواقیت و الجواہر باب الثالث و السابع و الاربعین
۸۸/۲	" " " "	" " " "
۴۴/۱	" " " "	لہ المیزان الکبریٰ فصل فی استحالۃ خروج شیء الم

بنا بہت مقام بجا اللہ تعالیٰ نفع رسائی برادرانِ دین کے لیے حوالہ قلم ہوا لوحِ دل پر نقش کر لینا چاہئے کہ اس کے جاننے والے کم ہیں اور اس لغزش گاہ میں پھسلنے والے بہت قدم سے

خلیلی قطاع الغیا فی الحب العقی

کثیر و اباب الوصول قلائل

(اے میرے دوست! چراگاہوں میں ڈاکہ ڈالنے والے کثیر اور منزل کو پانے والے کم ہیں۔ ت) بات دُور پہنچی، کہنا یہ تھا کہ سند پر کیسے ہی طعن و جرح ہوں اُن کے سبب بطلانِ حدیث پر جزم نہیں ہو سکتا ممکن کہ واقع میں حق ہو اور جب صدق کا احتمال باقی تو عاقل جہان نفع بے ضرر کی اُمید پاتا ہے اُس فعل کو بجا لاتا ہے دین و دنیا کے کام اُمید پر چلتے ہیں پھر سند میں نقصان دیکھ کر ایکہ ست اس سے دست کش ہونا کس عقل کا مقتضی ہے کیا معلوم اگر وہ بات سچی تھی تو خود فضیلت سے محروم رہے اور جھوٹی ہو تو فعل میں اپنا کیا نقصان فافہم و تثبت ولا تکن من المتعصبین (اسے اچھی طرح سمجھ لے اس پر قائم رہ اور تعصب کرنے والوں سے نہ ہو۔ ت) انصاف کیجئے مثلاً کسی کو نقصان حرارت غریزی وضعف ارواح کی شکایت شدید ہو زید اس سے بیان کرے کہ فلاں حکیم حاذق نے اس مرض کے لیے سونے کے ورق سونے کے کھل میں سونے کی موٹی سے عرق بید مشک یا استھیل پر انگلی سے شہد میں سکتی بلین کر کے پنا تجویز فرمایا ہے تو مثل سلیم کا اقتضا نہیں کر جب تک اُس حکیم تک سند صحیح متصل کی خوب تحقیقات ذکر لے اس کا استعمال جہاں حرام جانے، بس اتنا دیکھنا کافی ہے کہ اصولِ بطیہ میں میرے لیے اس میں کچھ مضرت تو نہیں ورنہ وہ مریض کہ نسخہ بائے قرابادین کی سندیں دھونڈتا اور حالِ رواۃ تحقیق کرتا پھر سے گا قریب ہے کہ بے عقلی کے سبب اُن ادویہ کے فوائد و منافع سے محروم رہے گا نہ عراقِ یقیق سے تریاقِ یقیق یا تھاکے کا زہ مار گزیدہ دوا پائے گا! بلینہ یہی حال ان فضائلِ اعمال کا ہے جب ہمارے کان تک یہ بات پہنچی کہ اُن میں ایسا نفع ذکر کیا گیا اور شرعِ مطہر نے ان افعال سے منع نہ کیا، قراب ہمیں تحقیقِ محدثانہ کیا ضرور ہے اگر حدیث فی نفسہ صحیح ہے فہا ورنہ ہم نے اپنی نیک نیت کا اچھا پھل پایا اہل تربصون بنا الا احدی الحسینین (تم ہم پر کس چیز کا انتظار کرتے ہو مگر دو خوبیوں میں سے ایک کا۔ ت)

افادہ ۲۰۔ ستم (حدیث ضعیف احکام میں بھی مقبول ہے جبکہ محلِ احتیاط ہو) مقاصدِ شرع کا عادت

اور کلماتِ علما کا واقع جب قبولِ ضعیف فی الفضائل کے دلائل مذکورہ عبارات سابقہ فتح المبین امام ابن حنبلہ کی و انموذج العلوم محقق دوانی و قوت القلوب امام مکی رحمہم اللہ تعالیٰ و نیز تقریر فقیر مذکور افادہ سابقہ پر نظر صحیح کرے گا

ان انوار مجلیہ کے پرتو سے بطور حدس بے تکلف اُس کے آئینہ دل میں مرقم ہو گا کہ کچھ فضائل اعمال ہی میں انحصار نہیں بلکہ عموماً جہاں اُس پر عمل میں رنگ احتیاط و نفع بے ضرر کی صورت نظر آئے گی بلاشبہ قبول کی جائے گی جانب فعل میں اگر اس کا ورود استحباب کی راہ بتائے گا جانب ترک میں تنزیع و تورع کی طرف بلائے گا کہ آخر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں ارشاد فرمایا :

کیف وقد قیل : (کیونکہ زمانے کا حالانکہ کہا تو گیا) رواہ البخاری عن عقبۃ بن عقیبۃ بن الحارث النوفلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اسے امام بخاری نے عقبہ بن حارث نوفلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

اقول وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم **اقول** رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا : جس میں شبہہ پڑتا ہو وہ کام چھوڑ دے اور ایسے کی طرف آجس میں کوئی وعدہ نہیں :
دع ما یریبک انی ما یریبک :

رواہ الامام احمد وابوداؤد الطیالسی والدارمی والترمذی وقال "حسن صحیحہ" والنسائی وابن حبان والمذاکر وصحاحہ وابن قانع فی معجمہ عن الامام ابن الامام سیدنا الحسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما بسند قوی وابونعیم فی المحلیۃ والخطیب فی التاریخ بطریق مالک عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
اسے امام احمد، ابوداؤد الطیالسی، دارمی، ترمذی نے روایت کیا اور اسے حسن صحیح کہا۔ نسائی، ابن حبان اور حاکم ابن دونوں نے اسے صحیح کہا۔ ابن قانع نے اپنی معجم میں امام ابن امام سیدنا حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے سند قوی کے ساتھ روایت کیا۔ ابونعیم نے علیہ اور خطیب نے تاریخ میں بطریق مالک عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کیا۔ (ت)

ظاہر ہے کہ حدیث ضعیف اگر مورث ظن نہ ہو مورث شبہہ سے تو کم نہیں تو عمل احتیاط میں اس کا قبول عین مراد شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مطابقی ہے، احادیث اس باب میں بکثرت ہیں، از انجملہ حدیث اجل و اعظم کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

من اتقى الشبهات فقد استبرأ لدينه وعرضه
و من وقع في الشبهات وقع في الحرام كالراعي
برجبات سے بچے اُس نے اپنے دین و آبرو کی حفاظت
کر لی اور جو شبہات میں پڑے حرام میں پڑ جائے گا جیسے

میں ہو، امام نووی نے اذکار میں بعد عبادت مذکور پھر شمس سخاوی نے فتح المغیث پھر شہاب خفاجی نے نسیم الریاض میں فرمایا،

اما الاحکام كاللحلل والحرام والبیع و
النکاح والطلاق وغير ذلك فلا يعمل فيها الا
بالحدیث الصحیح او الحسن الا ان یکون فی
احتیاط فی شئ من ذلك كما اذا ورد حدیث
ضعیف بکراهة بعض البیوع او الا نکحة فان
المستحب ان یتنزه عنه ولكن لا یجب له

یعنی محدثین و فقہاء وغیرہم علما فرماتے ہیں کہ حلال و حرام
بیع نکاح طلاق وغیرہ احکام کے بارہ میں صرف حدیث
صحیح یا حسن ہی پر عمل کیا جائے گا مگر یہ کہ ان مواقع
میں کسی احتیاطی بات میں ہو جیسے کسی بیع یا نکاح کی
کراہت میں حدیث ضعیف آئے تو مستحب ہے
کہ اس سے بچیں ہاں واجب نہیں۔

امام جلیل جلال سیوطی تدریب میں فرماتے ہیں،

ويعمل بالضعیف ایضا فی الاحکام اذا کان
فیہ احتیاط۔

حدیث ضعیف پر احکام میں بھی عمل کیا جائیگا جبکہ اس
میں احتیاط ہو۔

علامہ حلبی غنیہ میں فرماتے ہیں،

الاصل ان الوصل بین الاذان والاقامة یکره
فی کل الصلوة لما روى الترمذی عن جابر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لیبلال اذا اذنت
فترسل واذا اقامت فاحدروا جعل بیت
اذانک واقامتک قد رما یفرغ الاکل من
اکله فی غیر المغرب والشارب من شربه

یعنی اصل یہ ہے کہ اذان کہتے ہی فوراً اقامت کہ دینا مطلقاً
سب نمازوں میں مکروہ ہے اس لیے کہ ترمذی نے جابر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا حضور سرور عالم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اذان
پڑھ کر کھڑے ہو کر اور تکبیر طبع جلد اور دونوں میں اتنا فاصلہ
رکھ کہ کھانا پڑا کھانے سے (مغرب کے علاوہ) اور پینے والا پینے اور
غروب والا قضاے حاجت فارغ ہو جائے، یہ حدیث

علہ فی شرح الخطبة حیث اسند الامام المصنف حدیث من شل عن علم فکلمة الحدیث ۱۲ من

علہ فی فصل سنت الصلوة ۱۲ من

علہ قوله فی غیر المغرب ہکذا هو فی نسخ الغنیة ولیس عند الترمذی بل هو مدرج فیہ نعم ہوتا ویل من
العلماء كما قال فی الغنیة بعد ما نقلنا قالوا قوله قد رما یفرغ الاکل من اکله فی غیر المغرب من شربه فی المغرب

نسیم الریاض شرح الشفاء تتمہ وفائدہ معمر فی شرح الخطبة مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲۲/۱

تدریب الراوی شرح تقریب النوادی النوع الثانی والعشرون المقلوب دار النشر لکتاب الاسلامیہ بیروت ۲۹۹/۱

والمعتصر اذا دخل لقضاء حاجته وهو وان كان ضعيفا لكن يجوز العمل به في مثل هذا الحكم
اگر پر ضعیف ہے مگر ایسے حکم میں اس پر عمل روا ہے۔

تفسیر (بدھ کے دن بدن سے خون لینے کے باب میں) ایک حدیث ضعیف میں بدھ کے دن پچنے لگانے سے ممانعت آئی ہے کہ،

من احتجم يوم الاربعا ويوم السبت فاصابه برص فلا يلومن الانفسه
جو بدھ یا ہفتہ کے روز پچنے لگائے پھر اُس کے بدن پر سپید آغا ہو جائے تو اپنے ہی آپ کو ملامت کرے۔

امام سیوطی لائل و تعقیبات میں مسند الفردوس دینی سے نقل فرماتے ہیں،

سمعت ابي يقول سمعت ابا عمرو ومحمد بن جعفر بن مطر النيسابوري قال قلت يوما ان هذا الحديث ليس بصحيح فافتصدت يوم الاربعا فاصابني البرص فرأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في النوم فشكوت اليه حالي فقال اياك والاستمانة بخديتي فقلت تبت يا رسول الله صلى الله تعالى عليه
ایک صاحب محمد بن جعفر بن مطر نیشاپوری کو قصد کی ضرورت تھی بدھ کا دن تھا خیال کیا کہ حدیث مذکور تو صحیح نہیں قصد لے لی فوراً برص ہو گئی، خواب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے حضور سے فریاد کی، حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ایاک والاستمانة بخديتي (خبردار میری حدیث کو ہلکا نہ سمجھنا) انھوں نے توبہ کی

علہ امام ترمذی نے فرمایا، ہو اسناد مجهول (یہ سند مجہول ہے) ۱۲ منہ (م)

علہ ادھر کتاب المرض والطب ۱۲ منہ (م) کتاب المرض والطب کے آخر میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (د)

باب الجنائز میں اس کو بیان کیا ہے ۱۲ منہ (د)

علہ باب الجنائز ۱۲ منہ (م)

سۃ غنیۃ المستملی فصل سنن الصلاة مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۴ - ۴۵

سۃ الکامل لابن عدی من ابتداء اسمعین عبداللہ ابن زیاد مطبوعہ المکتبۃ الاشرفیہ شیخ زورہ ۱۳۴۶/م

سۃ اللآلی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ کتاب المرض والطب مطبوعہ ادبیہ مصر ۳۸/۳

صبح نہیں فوراً مبتلا ہو گئے۔ خواب میں زیارت جمال ہے مثال حضور پر نور محبوب ذی الجلال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے، شافی کافی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور اپنے حال کی شکایت عرض کی، حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے نہ سنا تھا کہ ہم نے اس سے نفی فرمائی ہے؟ عرض کی حدیث میرے نزدیک صحت کو نہ پہنچی تھی۔ ارشاد ہوا، تمہیں اتنا کافی تھا کہ حدیث ہمارے نام پاک سے تمہارے کان تک پہنچی۔ یہ فرما کر حضور مہرئی الاکر والابرص محی الموقی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا دست اقدس کے پناہ دو جہان و دستگیر بیکساں ہے، ان کے بدن پر لگا دیا، فوراً اچھے ہو گئے اور اسی وقت توبہ کی کہ اب کبھی حدیث سن کر مخالفت نہ کرونگا (۹)

علامہ شہاب الدین خفاجی مصری حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نسیم الریاض شرح شفا امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں: قص الاظفار وتغلیسها سنة وورد النہی عنہ فی یوم الاربعاء، وانه یورث البصر، وحكى عن بعض العلماء انه فعله فنہی عنہ فقال لم یثبت هذا لحقہ البصر من ساعته قرأی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی منامہ فشرک الیہ فقال له الم تسمع نہی عنہ، فقال لم یصح عنہی فقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یکتفیك انہ سمع، ثم مسح بیدہ الشریفۃ، فذهب ما بہ فتاب عن مخالفۃ ما سمع ^{لہ} (قوٹ اس عربی عبارت کا ترجمہ مفید ص ۴۹۹ سے شروع ہو کر عربی عبارت سے تم ہو جائے گا) یہ بعض علماء امام علامہ ابن الحاج مکی مالکی قدس اللہ سرہ العزیز تھے علامہ طحاوی ماسشیدہ در مختار میں فرماتے ہیں، ورد فی بعض الآثار النہی عن قص الاظفار بعض آثار میں آیا ہے کہ بدھ کے دن ناخن کٹوانے

یوم الاربعاء فانه یورث وعن ابن الحاج صاحب المدخل انه هم بقص اظفارہ یوم الاربعاء، فتذكر ذلك، فترك، ثم سرائی ان قص الاظفار سنة حاضرة، ولم یصح عنہ النہی فقصرها، فلحقہ ای اصابہ البصر، قرأی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی النوم فقال الم تسمع نہی عن ذلك، فقال یا رسول اللہ لو یصح عنہی ذلك فقال

والے کو برص کی بیماری عارض ہو جاتی ہے اور صاحب مدخل ابن الحاج کے بارے میں ہے کہ انھوں نے بدھ کے روز ناخن کاٹنے کا ارادہ کیا، انھیں یہ بھی الی بات یاد دلائی گئی تو انھوں نے اسے ترک کر دیا پھر خیال میں آیا کہ ناخن کٹوانا سنت ثابتہ ہے اور اس سے نہی کی روایت میرے نزدیک صحیح نہیں۔ لہذا انھوں نے ناخن کاٹ لیے تو انھیں برص عارض ہو گیا تو خواب میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی

يَكْفِيكَ اِنْ تَسْمَعُ ، ثُمَّ مَسَحَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ عَلَى يَدَيْهِ فَزَالَ الْبَرَصُ جَمِيعًا ، قَالَ ابْنُ الْحَاجِبِ
رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فَبَعْدُ دَت مَعَ اللّٰهُ تَوْبَةً اِنِ
لَا اِخْلَافَ مَا سَمِعْتَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَدًا ۱۰

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تو نے
نہیں سنا کہ میں نے اس سے منع فرمایا ہے، عرض کیا
یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! وہ حدیث میرے
نزدیک صحیح نہ تھی، تو آپ نے فرمایا کہ تیرا اسن لینا ہی
کافی ہے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

ان کے جسم پر اپنا دستِ اقدس پھر اتو تمام برص زائل ہو گیا۔ ابنِ الحجاج کہتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور اس
بات سے توبہ کی کہ آئندہ جو حدیث بھی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سُنتوں گا اس کی مخالفت نہیں کروں گا۔ (ت)
سُبْحَانَ اللّٰہ! جب محلِ احتیاط میں احادیثِ ضعیفہ خود احکام میں مقبول و معمول، تو فضائل تو فضائل
ہیں، اور ان فوائدِ نفیسہ علیہ مغیہ سے بجز اللہ تعالیٰ عقلِ سلیم کے نزدیک وہ مطلب بھی روشن ہو گیا کہ ضعیف حدیث
اُس کی غلطی واقعی کو مستلزم نہیں۔ دیکھو یہ حدیثیں بلحاظ سند کیسی ضعیف تھیں اور واقع میں اُن کی وہ شان کہ مخالفت
کرتے ہی فوراً تصدیقیں ظاہر ہوتیں، کاش منکرانِ فضائل کو بھی اللہ عز و جل تعظیمِ حدیثِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کی توفیق بخشے اور اُسے ہلکا سمجھنے سے نجات دے، آمین!

افادہٴ لبست ویکم (حدیث ضعیف پر عمل کے لیے خاص اُس باب میں کسی صحیح حدیث کا آنا ہرگز ضرور نہیں)
بذریعہ حدیث ضعیف کسی فعل کے لیے محلِ فضائل میں استتباب یا موضعِ احتیاط میں حکمِ تنزیہ ثابت کرنے کے لیے نہ ہمارا
اصلاً اس کی حاجت نہیں کہ بالخصوص اس فعلِ معین کے باب میں کوئی حدیث صحیح بھی وارد ہوئی ہو، بلکہ یقیناً قطعاً صرف ضعیف
ہی کا درودانِ احکام استتباب و تنزیہ کے لیے ذریعہ کا فیدہ ہے، افاداتِ سابقہ کو جس نے ذرا بھی جو کش ہوش استماع کیا؟
اُس پر یہ امر شمس و امس کی طرح واضح و روشن۔ مگر از انجا کہ مقامِ مقام افادہ ہے ایضاً باقی کے لیے چند تنبیہات
کا ذکر مستحسن۔

اولاً کلماتِ علمائے کرام میں با آنکہ طبقہٴ قطبیت اُس جو ش و کثرت سے آئے، اس تصدیقِ بعیدہ کا کہیں نشان
نہیں تو خواہی خواہی مطلق کو از پیشِ خویش متیقہ کر لینا کیونکر قابلِ قبول۔

ثانیاً بلکہ ارشاداتِ علماء صراحۃً اس کے خلاف، مثلاً عبارتِ اذکار وغیرہ خصوصاً عبارتِ امام ابنِ الہمام
جو نص لہرِ صریح ہے کہ ثبوتِ استتباب کو ضعیف حدیث کافی۔

اقول بلکہ خصوصاً اذکار کا وہ فقرہ کہ اگر کسی بیع یا نکاح کی کراہت میں کوئی حدیث ضعیف آئے تو اس سے
بچنا مستحب ہے واجب نہیں۔ اس استتباب و انکار و جواب کا منشا وہی ہے کہ اُس سے نہی میں حدیثِ صحیح
نہ آئی کہ وجوب ہوتا، تنہا ضعیف نے صرف استتباب ثابت کیا اور سب سے اعلیٰ و اجل کلامِ امام ابو طالب کی ہے اس

میں تو بالقصہ اس تفسیر جدید کا رد صریح فرمایا ہے کہ "وان لم یشهد الہ" (اگرچہ کتاب و سنت اس خاص امر کے شاہد نہ ہوں)

مثلاً علماء فقہ و حدیث کا علمدراۓ قدیم و حدیث اس قید کے بطلان پر شاہد عدل، جا بجا انہوں نے احادیث ضعیفہ سے ایسے امور میں استدلال فرمایا ہے جن میں حدیث صحیح اصلاً مروی نہیں۔
اقول مثلاً،

(۱) نماز نصف شعبان کی نسبت علی قاری۔

(۲) صلاۃ التسمیہ کی نسبت بر تقدیر تسلیم ضعف و جہالت امام زرکشی و امام سیوطی کے اقوال افادہ دوم میں گزرے۔

(۳) نماز میں امامت ائلی کی نسبت امام محقق علی الاطلاق کا ارشاد افادہ شانزدہم میں گزرا وہاں اس تفسیر کے برعکس حدیث ضعیفہ پر عمل کو فقدان صحت سے مشروط فرمایا ہے،

قال دوی الحاکم عنہ علیہ الصلاۃ والسلام ان
سرکم ان تقبل صلاتکم فلیؤمکم خیام فان
صح و الا فالضعیف غیر الموضوع یعمل بہ
فی فضائل الاعمال

حاکم نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی

ذکر کیا ہے کہ اگر تم یہ پسند کرتے کہ تمہاری نمازیں قبول

ہو جائیں تو تم اپنے میں سے بہتر شخص کو امام بناؤ۔ اگر یہ

روایت صحیح ہے ورنہ یہ ضعیف ہے موضوع نہیں اور

فضائل اعمال میں حدیث ضعیفہ پر عمل کیا جاتا ہے (د)

ان دونوں باب میں کوئی حدیث صحیح نہیں مگر حدیث علی کے

طرق کثیر ہیں اور استحباب حدیث ضعیفہ غیر موضوع سے

ثابت ہو جاتا ہے۔

(۴) نیز امام مدوح نے تجمیز و تکفین قرہبی کا فرق بارہ میں احادیث ذکر کیں کہ جب ابو طالب مرے حضور اقدس

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو حکم فرمایا کہ انہیں نہلا کر دفن کرائیں پھر خود غسل

کر لیں بعد غسل میت سے غسل کی حدیثیں نقل کیں، پھر فرمایا،

لیس فی هذا ولا فی شیء من طرق علی

حدیث صحیح، لکن طرق حدیث علی کثیرہ

والاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع

(۵) غسل کے بعد استحباب منہیل کی نسبت علامہ ابراہیم حلبی۔

(۶) تائید اباحت کی نسبت امام ابن امیر الحاج۔

(۷) استجاب مسگردن کی نسبت مولانا علیؒ کی۔

(۸) استجاب تلقین کی نسبت امام ابن الصلاح و امام نووی و امام سیوطی کے ارشادات (افادہ ہندم)۔

(۹) کراہت وصل بین الاذان والاقامت کی نسبت علامہ علیؒ کا کلام۔

(۱۰) بدھ کو ناخن تراشنے کی نسبت خود نسیم الریاض و طحاوی کے اقوال (افادہ ہندم) میں زیور گوش سامعین ہو۔

یہ دیکھیں تو یہیں موجود ہیں اور خوفِ اطاعت نہ ہو تو تودو تودو ایک ادنیٰ نظر میں جمع ہو سکتے ہیں، مگر ایضاح واضح میں اظہار تاکہ۔

رایعاً، اقول نصوص و احادیث مذکورہ افادات ہندم کو دیکھتے کہیں بھی اس قید بے معنی کی مساعدت فرماتے ہیں؟ عاں بلکہ باعلیٰ نہ اُس کی لغویات بتاتے ہیں کمالاً یخفی علیٰ اولیٰ النہی (جیسا کہ صاحب عقل لوگوں پر مخفی نہیں۔ ت)

خامساً، اقول وباللہ التوفیق اس شرط زائد کا اضافہ اصل مسئلہ اجماعیہ کو محض لغو و مغل کر دے گا کہ اب حاصل یہ ٹھہرے گا کہ احکام میں تو مقتضائے حدیث ضعیف پر کاربندی اصلاً جائز نہیں اگرچہ وہاں حدیث صحیح موجود ہو اور ان کے غیر میں بحالت موجود صحیح صحیح و نہ قبیح۔

اولاً اس تقدیر پر عمل بمقتضی الضعیف من حیث ہو مقتضی الضعیف ہو گا یا من حیث ہو مقتضی الصحیح، ثانی قطعاً احکام میں بھی حاصل اور تفرقہ زائل، کیا احکام میں ورود ضعیف صحاح ثابتہ کو بھی رد کر دینا ہے؟ ہذا لایقول بہ جاہل (اس کا قول کوئی جاہل بھی نہیں کر سکتا۔ ت) اور اول خود شرط سے روع یا قول بالمتناہین ہو کر نہ روع کہ جب صحیح عمل و ورود صحیح ہے تو اس سے قطع نظر ہو کر صحت کیونکر! ثانیاً اگر صحیح نہ آتی ضعیف بیکار تھی آتی تو وہی کفایت کرتی بہر حال اس کا وجود و عدم یکساں پھر معمول بہ ہونا کہاں!

ثالثاً بعبارۃ اخری اظہر و اجلی (ایک سری عبارت کے ساتھ زیادہ ظاہر و واضح ہے۔ ت) حدیث پر عمل کے یہ معنی کہ یہ حکم اس سے مانو و اور اُس کی طرف مضاف ہو کہ اگر نہ اُس سے لیجئے نہ اُس کی طرف اسناد کیجئے تو اس پر عمل کیا ہوا، اور شک نہیں کہ خود صحیح کے ہوتے ضعیف سے اخذ اور اس کی طرف اضافت چہ معنی، مثلاً کوئی کہے چراغ کی روشنی میں کام کی اجازت تو ہے مگر اس شرط پر کہ نور آفتاب بھی موجود ہو۔ سبحان اللہ جب مہرِ نیمروز خود جلوه افروز تو چراغ کی کیا حاجت اور اس کی طرف کب اضافت! اسے چراغ کی روشنی میں کام کرتا کہیں گے یا نورِ شمس میں! ص

آفتاب اند جہاں آنکہ کہ مجھ پر سہا

(جب جہاں میں آفتاب ہو تو سہا (ستارہ) ڈھونڈنے سے کیا فائدہ!)

لا جرم معنی مسئلہ یہی ہیں کہ حدیث ضعیف احکام میں کام نہیں دیتی اور دربارہ فضائل کافی و کافی۔

(تحقیق المقام وازاحة الاوهام)

ثُمَّ اَقُولُ تَحْقِيقُ الْمَقَامِ وَتَنْقِيحُ الْمَرَامِ بِحَيْثُ يَكْشِفُ الْغُمَامَ وَيُصَوِّفُ الْاَوْهَامَ اِنَّ الْمَسْأَلَةَ تَدْوِرُ بَيْنَ الْعُلَمَاءِ بِعِبَارَتَيْنِ الْعَمَلِ وَالْقَبُولِ اَمَّا الْعَمَلُ بِحَدِيثٍ فَلَا يَعْنِي بِهِ اِلَّا امْتِثَالُ مَا فِيهِ تَعْوِيلًا عَلَيْهِ وَالْجَرَى عَلَى مَقْتَضَاهُ نَظَرَالِيهِ وَلَا بَدَّ مِنْ هَذَا الْقَيْدِ الْاَتَوَى اِنْ لَوْ تَوَافَقَ حَدِيثَانِ صَحِيحٌ وَمَوْضُوعٌ عَلَى فِعْلٍ فَفِعْلٌ لِلْمَصْرِفَةِ فِي الصَّحِيحِ لَا يَكُونُ هَذَا اَعْمَالًا عَلَى الْمَوْضُوعِ اَمَّا الْقَبُولُ فَهُوَ اِنْ اَحْتَمَلَ مَعْنَى الرَّوَايَةِ مِنْ دُونِ بَيَانِ الضَّعْفِ فَيَكُونُ الْمَحَاصِلُ اِنْ الضَّعِيفِ يَجُوزُ رَوَايَتُهُ فِي الْفَضَائِلِ مَعَ السَّكْوَةِ عَمَّا فِيهِ دُونَ الْاَحْكَامِ لَكِنْ هَذَا الْمَعْنَى عَلَى تَقْدِيرِ صِحَّتِهِ اَنْمَا يَرْجِعُ اِلَى مَعْنَى الْعَمَلِ كَيْفَ وَلَا مَنَاشَا لَا يَجِبُ اِظْهَارُ الضَّعْفِ فِي الْاَحْكَامِ اِلَّا التَّحْذِيرُ عَنِ الْعَمَلِ بِهِ حَيْثُ لَا يَسُوغُ قَوْلُهُ يَسُغُ فِي غَيْرِهَا اَيْضًا لَكَانَ سَاوُهَا فِي الْاِيْجَابِ فَدَارُ الْاَمْرِ فِي كِلْتَا الْعِبَارَتَيْنِ اِلَى تَجْوِيزِ الْمَشْيِ عَلَى مَقْتَضَى الضَّعْفِ فِي مَا دُونَ الْاَحْكَامِ فَاتَّضَحَ مَا اسْتَدَلُّنَا بِهِ خَاسًا وَانْكَشَفَ الظَّلَامُ هَذَا هُوَ التَّحْقِيقُ بَيْدَانِ هَهُنَا رَجُلَيْنِ مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ نَرْتِ اَقْدَامَ اَقْدَامِهِمَا فَحَمَلَا الْعَمَلَ وَالْقَبُولَ عَلَى مَا لَيْسَ بِمِرَادٍ وَلَا حَقِيقًا بِقَبُولِ

(تحقیق مقام وازالة اوهام)

ثُمَّ اَقُولُ اَبْهَمُ تَحْقِيقُ مَقَامِ اَوْضَاحَتِ مَقْصِدِ كَيْفِ

ایسی گفتگو کرتے ہیں جس سے پردے ہٹ جائیں اور شکوک و شبہات ختم ہو جائیں گے اور وہ ہے کہ اس مسئلہ میں علماء دو طرح کے الفاظ استعمال کرتے ہیں عمل اور قبول، عمل بالحدیث سے مراد یہ ہے کہ اس حدیث پر اعتماد کرتے ہوئے اور اس کے مقتضی کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس میں مذکور حکم کو بجالایا جائے، اس قید کا اضافہ ضروری ہے اس لئے کہ آپ ملاحظہ کرتے ہیں کہ کسی فعل کے متعلق حدیث صحیح اور حدیث موضوع دونوں اگر موافق ہوں اور فعل کو بجالانے والا حدیث صحیح کو پیش نظر رکھتے ہوئے عمل کرے تو اب موضوع ہر عمل نہ ہو گا قبول بالحدیث پر ہے کہ اگرچہ ضعف بیان کے بغیر روایت کے معنی کا احتمال ہو تو اس کا حاصل یہ ہو گا کہ ضعیف میں جو کمزوری ہے اس پر سکوت کرتے ہوئے فضائل میں اس کی روایت کرنا جائز ہے لیکن احکام میں نہیں، اگر قبول بالحدیث کا یہی معنی صحیح ہو تو یہ معنی عمل بالحدیث ہی کی طرف لوٹ جاتا ہے، کیسے؟ وہ ایسے کہ احکام کے بارے میں مروی روایات کے ضعف کو بیان کرنا اس لئے واجب و ضروری ہے کہ اس پر عمل سے روکا جائے کہ احکام میں ہر چیز جائز نہیں پھر اگر غیر احکام میں بھی یہ چیز جائز نہ ہو تو ایجاب میں فضائل و احکام دونوں برابر ہو جائیں گے۔ خلاصہ یہ کہ دونوں عبارات میں اس امر پر دلیل ہے کہ غیر احکام میں ضعیف حدیثوں پر عمل کرنا جائز ہے

اب ہمارا پانچواں استدلال واضح ہو گیا اور تمار کی کھل گئی اور تحقیق یہی ہے۔ علاوہ ازیں یہاں دو اہل علم ایسے ہیں جن کے قلم کے قدم پھسل گئے، انھوں نے عمل بالمحدیث اور قبول بالمحدیث کو ایسے معنی پر محمول کیا ہے جو مراد اور قابل قبول نہیں۔ (ت)

ان میں سے ایک علامہ خفاجی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں انھوں نے محقق دوانی کے رد کا ارادہ کیا اور انھیں ان کے کلام کے ظاہر سے وہم ہو گیا کہ اس کا عمل دہ ہے جب حدیث ضعیف ان امور کے ثواب کے بارے میں وارد ہو جن کا استحباب ثابت اور اس میں ثواب کی رغبت ہو یا بعض صحابہ کے فضائل یا اذکار منقولہ کے بارے میں ہو کہنا احکام و اعمال کی تخصیص کی ضرورت ہی نہیں جیسا کہ وہم کیا گیا کیونکہ اعمال اور فضائل اعمال میں فرق ظاہر ہے اللہ

اقول کاش فاضل مدتی محقق دوانی کی مخالفت نہ کرتے تو ان کے کلام کا معنی درست ہوتا کیونکہ ثبوت بعض اوقات عینی ہوتا ہے اور بعض اوقات کسی عمومی اصل کے تحت ہوتا ہے اگرچہ اباحت کی اصل پر ہو کیونکہ مباح نیت سے مستحب ہو جاتا ہے اور ہم قبول ضعاف کو اس کے ساتھ مشروط ہونے کا انکار نہیں کرتے یہ کیسے ممکن ہے؟ اگر یہ بات نہ ہو تو اس میں ضعیف کو صحیح پر ترجیح لازم آتی اور وہ بالاتفاق باطل ہے اگر فاضل مدتی بھی یہی معنی مراد لیتے تو درست تھا اور اپنے قول اوالا ذکر الماثورۃ کے تکرار سے محفوظ ہو جاتے لیکن فاضل رحمۃ اللہ علیہ محقق کی مخالفت کے درپے تھے

أحد هما العلامة الفاضل الخفاجي رحمه الله تعالى حيث حاول الرد على المحقق الدواني وأوهم بظاهر كلامه أن محللاً لأدوى حديث ضعيف في ثواب بعض الأمور المثابت استجابها والترغيب فيه أو في فضائل بعض الصحابة أو الأذكار الماثورة قال ولا حاجة إلى لتخصيص الأحكام والأعمال كما توهم للمفروق الظاهر بين الأعمال فضائل الأعمال

اقول لو أن الفاضل المدقّق خالف المحقق لكان لكلامه معنى صحيح، فإن الثبوت أعم من الثبوت عيناً أو باندسراج تحت أصل عام ولو اصاله الإباحة فإن المباح يصير بالنية مستحباً ونحن لا ننكر أن قبول الضعاف مشروط بذلك كيف ولولا لكان فيه ترجيح الضعيف على الصحيح وهو باطل وفقاً لقلو أراد الفاضل هذا المعنى لأصاب ولسلم من التكرار في قوله أو الأذكار الماثورة لكنه رحمه الله تعالى بصدد مخالفة المحقق المرحوم وقد كان المحقق إنما عول على هذا المعنى

الصحيح حيث قال المباحات تصير بالنسبة
عبادة فكيف ما فيه شبهة الاستحباب لاجل
الحديث الضعيف المحاصل أن الجواز معلوم من
خارج والاستحباب ايضا معلوم من القواعد
الشرعية الدالة على استحباب الاحتياط
في امر الدين فلم يثبت شيء من الاحكام بالحديث
الضعيف بل اوقع الحديث شبهة الاستحباب فصار
الاحتياط ان يعمل به فاستحباب الاحتياط
معلوم من قواعد الشرع ملخصا فالظاهر
من عدم ارضائه انه يوجب الثبوت عندا بخصوصه
ويؤيده تشبثه بالفرق بين الاعمال وقضايلها
فان اراده هذه جنود براهين لا قبل لاحد بها
وقد اناك بعضها.

اور محقق نے اسی معنی صحیح پر اعتماد کیا تھا چنانچہ کہا کہ مباحات
نیت سے عبادت قرار پاتے ہیں تو اس کا کیا حال
ہوگا جس کے استحباب میں حدیث ضعیف کی وجہ سے
شہد ہو؟ حاصل یہ ہے کہ جواز خارج سے معلوم ہوتا ہے
اور استحباب بھی ایسے قواعد شرعیہ سے معلوم ہوتا ہے
جو امر دین میں احتیاطاً استحباب پر دال ہیں، پس
احکام میں سے کوئی بھی حکم حدیث ضعیف سے ثابت نہ ہوگا
بلکہ حدیث استحباب کا شہد پیدا کر دے گی لہذا احتیاطاً
اسی پر عمل کرنا ہوگا اور احتیاطاً استحباب کے قواعد شرعیہ سے
معلوم ہوا ہے اور مطلقاً ان کی عدم پسندیدگی سے ظاہر
ہوتا ہے کہ انہوں نے ثبوت سے مراد صرف معنی یہ ہے کہ اس
کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ انہوں نے اس پر استدلال
اعمال اور فضائل اعمال کے فرق سے کیا ہے اگر انہوں
نے یہی مراد لیا ہے تو یہ لائل کا انبار ہے جس کے سامنے کوئی نہیں ٹھہر سکتا اور بعض کا ذکر آپ تک پہنچ گیا۔ (ت)

عنه ويكدره ايضا على ما قيل مغايرة العلماء بيت
فضائل الاعمال والترغيب على ما هو الظاهر
من كلامهم فلفظ ابن الصلاح فضائل الاعمال
وسائر فنون الترغيب والترهيب وسائر ما لا تعلق
له بالاحكام والعقائد هذا توضيح ما قيل، اقول
بل المراد به فضائل الاعمال الاعمال التي هي
فضائل تشهد بذلك كلمات العلماء المارة في
الافادة السابعة عشر كقول الغنية والقاري و
السيوطي وغيرهم كما لا ينهى علم من له اول
مسكة ۱۲ من رضى الله تعالى عنه (م)

اسے یہ بات بھی رد کرتی ہے کہ علماء کی عبارات میں امت
ہوتا ہے کہ فضائل اعمال اور ترغیب ایک جے نہیں
ابن صلاح کے الفاظ یہ ہیں کہ فضائل اعمال اور ترغیب
ترغیب کے معاملات اور وہ چیزیں جن کا تعلق احکام
عقائد سے نہیں ہے یہ ماقیل کی وضاحت ہے اقول
(میں کہتا ہوں) بلکہ اس سے مراد وہ فضائل اعمال ہیں
جن کی شہادت علماء کا کلام دیتا ہے جو کہ مترجمین افادہ میں
گزار مثلاً غنیہ، قاری اور سیوطی وغیرہ کے اقوال
اور یہ بات ہر اس شخص پر مخفی نہیں جس میں ادنیٰ سا
شعور ہو ۱۲ من رضى الله تعالى عنه (ت)

لسل التوؤج العلوم للہد والی

علی انی اقول اذن یرجع معنی العمل

بعد الاستقصاء التام الی ترقی اجر مخصوص
علی عمل مخصوص ای یجوز العمل بشئ مستحب
معلوم الاستحباب مترجیا فیہ بعض خصوص
الثواب لورود حدیث ضعیف فی الباب فالأنت
نسألكم عن هذا الرجاء اهو كمشله بحديث صحيح
ان وردا مدونة الاول باطل فان صحة
الحديث بفعل لا يجبر ضعف ما ورد في الثواب
المخصوص علیہ وعلى الثاني هذا القدر من
الرجاء يكفي في الحديث الضعيف فاي حاجة
الی ورود صحيح بخصوص الفعل نعم لابد ان
يكون مما يجيز الشرح رجاء الثواب علیہ و
هذا حاصل بالاندر ارج تحت اصل مطلوب او
مباح مع قصد مندوب فقد استبان ان
الوجه مع المحقق الدواني والله تعالى اعلم۔

کے تحت اندراج کا یا مباح بقصد مندوب کا ثواب واضح ہو گیا کہ دلیل محقق دوانی کے ساتھ ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

ثانیہما بعض من تقدم الدواني نرى
ان مراد النووي ای بما مر من كلامه في الاربعين
والا فكا دانه اذا ثبت حديث صحيح او حسن في
فضيلة عمل من الاعمال تجوز رواية الحديث
الضعيف في هذا الباب قال المحقق بعد نقله
في الاشارة لا يخفى ان هذا لا يرتبط بكلام النووي
فضلا عن ان يكون مراده ذلك ، فكم بين جواز
العمل واستجابه وبين مجرد نقل الحديث
فرق، علی انه لو لم يثبت الحديث الصحيح و

علاوة اذین میں کہتا ہوں انتہائے گفتگو کے بعد

اب عمل کا معنی عمل مخصوص پر اجر مخصوص کی امید دلانا ہے
یعنی شئ مستحب جس کا استحباب واضح ہے پر عمل کرنا اور
اس میں مخصوص ثواب کی امید کرنا جائز ہو گا اس لئے
کہ اس بارے میں حدیث ضعیف موجود ہے اب
ہم اس امید کے بارے میں تم سے پوچھتے ہیں کیا یہ اسی
رجاء کی مثل ہے جو حدیث صحیح کی وجہ سے ہوتی ہے اگر
وہ وارد ہو یا اس سے کم درجہ کی ہے پہلی صورت باطل ہے
کیونکہ صحت حدیث کسی ایسی روایت پر جابر نہیں
ہو سکتی جو کسی مخصوص ثواب کے بیان کے لیے وارد
ہو اور دوسری صورت میں اس قدر رجاء کے لیے حدیث
ضعیف ہی کافی ہے ثواب کسی مخصوص فعل کے لیے حدیث
صحیح کے وارد ہونے کی ضرورت نہ رہی ہاں یہ بات ضروری
ہے کہ وہ فعل ایسے اعمال میں سے ہو کہ شریعت نے اس
پر ثواب کی امید دلائی ہو اور یہ حاصل ہے اصل مطلوب

ان میں سے دوسرے دوانی سے پہلے کے کچھ لوگ
ہیں جنہوں نے یہ گمان کیا کہ امام نووی نے اربعین اور
اذکار میں جو گفتگو کی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ
جب کسی عمل کی فضیلت کے بارے میں حدیث صحیح یا
حسن ثابت ہو تو اس کے بارے میں حدیث ضعیف کا
روایت کرنا جائز ہے ، محقق دوانی نے انرواج العلوم
میں اسے نقل کرنے کے بعد کچھ معنی نہ رہے کہ اس علم کا
امام نووی کے کلام کے سانچہ کوئی تعلق ہی نہیں ہے جاسکے
انکی مراد ہو کیونکہ اکثر طور پر جواز عمل و استحباب عمل اور محض نقل حد

کے درمیان فرق ہوتا ہے، علاوہ ازیں اگر کسی عمل کی فضیلت میں حدیث صحیح یا حسن ثابت نہ بھی ہو تب بھی اس میں حدیث ضعیف کا روایت کرنا جائز ہے، خصوصاً اس تنبیہ کے ساتھ نقل کرنا کہ یہ ضعیف ہے اور اس کی مثالیں کتب حدیث اور دیگر کتب میں کثیر ہیں اور اس بات پر ہر وہ شخص گواہ ہے جس نے اس کا تصور اسامطالعہ بھی کیا ہے اور اس بات پر

الحسن في فضيلة عمل من الاعمال يجوز نقل الحديث الضعيف فيها، لا سيما مع التنبيه على ضعفه ومثل ذلك في كتب الحديث وغيره شائع يشهد به من تتبع ادنى تتبع اه
مثالیں کتب حدیث اور دیگر کتب میں کثیر ہیں اور اس بات پر ہر وہ شخص گواہ ہے جس نے اس کا تصور اسامطالعہ بھی کیا ہے اور اس بات پر

اقول میں ایسے کسی اہل علم کو نہیں جانتا جو غیبت کے اس درجہ پر پہنچ چکا ہو کہ حدیث ضعیف کا ضعف بیان کرنے کے باوجود اس کی روایت کو مطلقاً محال تصور کرتا ہو کیونکہ اس میں اجماع مسلمین کی مخالفت ہے اور واضح طور پر تمام محدثین کو گناہ کا مرتکب قرار دینا ہے لہذا مراد یہ ہے کہ ضعف بیان کیے بغیر روایت حدیث ہو تو درست، لہذا محقق دوائی کا قول لا سیما مع التنبيه على ضعفه۔ بحسب نہیں۔ اب ہم اس کے قول کی کمزوری کے بیان کی طرف لوٹتے ہیں اور اگر یہ بیان کر دہ قول اگر صحیح ہو اور اسے دست تسلیم کریا جائے تو پھر قبول حدیث ہی اس سے مراد ہوگا جیسا کہ ہم پہلے اشارہ کر آئے ہیں کیونکہ اگر محض روایت کا نام ہی عمل ہو تو لازم آئے گا کہ وہ شخص جس نے نماز کے بارے میں حدیث روایت کی اس نے نماز بھی ادا کی یا اس طرح روزے کے بارے میں روایت کر نیوٹے روزہ بھی رکھا ہو، باوجود اس کے امام نووی کی دونوں کتب میں لفظ عمل ہے اور اسی کی طرف محقق دوائی نے اشارہ کرتے ہوئے کہا ان هذا لا يرتبط الا

اقول لا اري احدا ممن ينتهي الى العمل ينتهي في الغاية الى حد يجعل رواية الضعاف مطلقا حق مع بيان الضعف فان فيه خسرانا لاجماع المسلمين وتاثيرا بينا لجميع المحدثين وانما المراد الرواية مع السكوت عن بيان التوهين فقول المحقق لا سيما مع التنبيه على ضعفه، ليس في محله والآن نعود الى تزييف مقالته فنقول أولا هذا الذي ابدى ان سلم وسلم لم يتمش الا في لفظ القبول كما اشرنا اليه سابقا فمجرد رواية حديث لو كان عملا به لزم ان يكون من سماع حديثا في الصلاة فقد صلى اوفى الصوم فقد صام وهكذا مع ان الواقع في كلام الاصا م في كلا الكتابين انما هو لفظ العمل وهذا ما اشار اليه الدواني بقوله ان هذا لا يرتبط الا

ثانیاً میں کہتا ہوں کہ ہم صحیحے بیان کر آئے ہیں کہ قبول کا مرجع جوازِ عمل ہے تو اب اس کے ابطال کے لیے غامض سے ہماری مذکورہ دلیل مع مذکور گشتِ لک کے کافی ہے۔

ثالثاً اب حاصل فرق یہ ہو گا کہ احکام کے بارے میں حدیث ضعیف کی روایت جواز نہیں اگرچہ اس خصوصی مسئلہ کے بارے میں حدیث صحیح موجود ہو مگر صرف اس صورت میں جائز ہے جب اس کا ضعف بیان کر دیا جائے مگر احکام کے علاوہ فضائل میں اگر اس خصوصی مسئلہ میں کوئی حدیث صحیح پائی جائے تو ضعیف کی روایت جائز ہے اگر حدیث صحیح نہ ہو تو جائز نہیں مگر بیان ضعف کے ساتھ جائز ہے اپان ہزار ہا کتب کا کیا بنے گا جن میں ایسی احادیث ضعیفہ مروی ہیں جو سیر، واقعات، وعظ، ترغیب، ترہیب، فضائل اور باقی حدیثیں جن کا تعلق عقیدہ اور احکام سے نہیں اس کے ساتھ ساتھ خاص اس مسئلہ میں کوئی حدیث صحیح بھی موجود نہ ہو اور ضعیف حدیث کا ضعف بھی بیان نہ کیا گیا ہو یہ وہ ہے جس کی طرف دوائی نے علاوہ کے ساتھ اشارہ کیا ہے۔

اقول ان مسانید کی وسعت کو چھوڑ دیتے جو صحابی سے روایات بیان کرتی ہیں اور معاجیم جو شیخ سے محفوظ شدہ احادیث کی حفاظت کرتی ہیں بلکہ جوامع جس باب میں وارد شدہ احادیث میں علیٰ قسم کی روایات جمع کرتی ہیں اگرچہ سند صحیح نہ ہو مثلاً عظیم پٹا، اکابر کی صحیح میں کہتے ہیں میں علی بن عبد اللہ بن جعفر نے حدیث بیان کی، میں معن بن عیسیٰ نے حدیث بیان کی میں ابن عباس بن سهل نے اپنے باپ سے اپنے دادا حدیث بیان کی فرمایا

وثانیاً اقول قد بینا ان القبول

انما مرجعه الى جواز العمل وحسنه يكي في ابطاله دليلنا المذكور خامساً مع ما تقدم.

وثالثاً اذن يكون حاصل التفرقة

ان الاحكام لا يجوز فيها رواية الضعاف اعملاً ولوجود في خصوص الباب حدیث صحیح اللهم الا مقرونة ببيان الضعف اما مادونها كالفضائل فتجوز اذا صح حدیث قيد بخصوصه والا لا لا ببيان وح ماذا يصنع بالوف مؤلفه من احاديث مضعفة مروية في السير والمقصود والمواعظ والترغيب والفضائل والترهيب وسائر ما لا تعلق له بالعقد والحكم مع فقد ان الصحيح في خصوص الباب وعدم الاقتران ببيان الوهن وهذا ما اشار اليه الدواني بالعلو.

اقول مع عنك توسع المسانيد

التي تسند كل ما جاء عن صحابي، والمعاجيم التي توعى كل ما وعى عن شيخه بل والجوامع التي تجمع امثال ما في الباب ورده ان لو يكن صحيح السند هذا الجبل الشامخ البخاري يقول في صحيحه حدثنا علي بن عبد الله بن جعفر ثنا معن بن عيسى ثنا ابي بن عباس بن سهل عن ابيه عن جده

قال كان للنسبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی
حائطنا فرس یقال لہ الخیف ^ع فی تذہیب
التہذیب للذہبی ابی بن عباس بن سہل بن
سعد الساعدی المدنی عن ابیہ وابی بکر بن
حزم وعنه معن القرظی وابن ابی فدیك وزید
بن الحباب وجماعة قال الدولا بن لیس
بالقوی قلت وضعفه ابن معین وقال احمد
منکر الحدیث ^ع وکقول الدولا بن قال النسائی
کما فی المیزان ولحق نقل فی کتابین توثیقه عن
احد وبه ضعف الدارقطنی هذا الحدیث لاجرم
ان قالہ لحافظ فیہ ضعف قال مالہ فی البخاری
غیر حدیث واحد ^ع قلت فانما الظن بابی
عبد اللہ انه انما تاهل لان الحدیث

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہمارے ہمارے باغ
میں ایک گھوڑا تھا جس کا نام خیف تھا ^ع
امام ذہبی نے تذہیب التہذیب میں لکھا کہ ابی بن عباس
بن سہل بن سعد الساعدی مدنی نے اپنے والد گرامی اور
ابو بکر بن حزم سے روایت کیا اور ان سے معن القرظی،
ابن ابی فدیك، زید بن الحباب اور ایک جماعت نے
روایت کیا، دولا بن لیس کہ یہ قوی نہیں ہیں کہتا
ہوں اسے ابن معین نے ضعیف کہا اور امام احمد کے
نزدیک یہ منکر الحدیث ہے اور میزان میں ہے نسائی کا
قول دولا بن کی طرح ہی ہے اور دونوں کتب میں اس
کے بارے میں کسی کی توثیق منقول نہیں، دارقطنی نے
اسی وجہ سے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا۔ لاجرم
حافظ نے کہا ہے کہ اس میں ضعف ہے اور کہا کہ

عہ قلت واما اخوه المہین فاضعف واضعف
ضعفه النسائی والدارقطنی وقال البخاری منکر
الحدیث ای فلا تحل الروایة عنه کما مر لاجرم ان
قال الذہبی فی اخیه ابی انه ^ع واد۲۲ من رضی اللہ تعالیٰ
عنه۔ (د)

میں کہتا ہوں اس کا بھائی عبد المہین ہے اور وہ
اضعف الضعاف ہے اسے نسائی اور دارقطنی نے
ضعیف کہا، البخاری نے اسے منکر الحدیث کہا یعنی اس سے
روایت کرنا جائز نہیں جیسا کہ گزرا لاجرم ذہبی نے اسے اس کے
بھائی ابی کے بارے میں کہا کہ وہ نہایت ہی کمزور ہے ^{دستا}

۱/۴۰۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
۱/۶۲ مکتبہ اثیریہ سنگھ پور
۱/۴۸ دار المعرفۃ بیروت
نوٹ: تذہیب التہذیب نہ ملنے کی وجہ سے اس کے خلاصے اور میزان الاعتدال دو کتابوں سے نقل کیا ہے۔
۱۷ ص مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی

لیس من باب الاحکام واللہ تعالیٰ اعلم۔
 نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ابو عبد اللہ کے بارے میں گمان ہے کہ انہوں نے تساہل سے کام لیا، کیونکہ اس حدیث کا تعلق احکام سے نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

ورابعا قول قد شاع وذاع ایراد الضعاف فی المتابعات والشواہد فالقول بمنعہ فی الاحکام مطلقا وان وجد الصحیح باطل صریح وج یرتفع الفرق یرتفع اساس المسئلة المجمع علیہا بین علماء المغرب والشرق، لا اقول عن هذا وذاك بل عن هذین الجبلین الشاخصین صحیحی الشیخین فقد تنزلا کثیرا عن شرطہما فی غیر الاصول قال الامام النووی فی مقدمۃ شرحہ لصحیح مسلم عاب عابون مسلما رحمہ اللہ تعالیٰ بروایتہ فی صحیحہ عن جماعة من الضعفاء والمتوسطین الواقعین فی الطبقة الثانیة الذین لیسوا من شرط الصحیح ولا عیب علیہ فی ذلك بل جوابہ من اوجہ ذکرہا الشیخ الامام ابو عمر وابن الصلاح (الایات) قال، الثانی انیکون ذلك واقعا فی المتابعات والشواہد لا فی الاصول وذلك بان یدکر الحدیث اولاً باسناد فظیف رجالہ ثقات ویجعلہ اصلاً ثم اتبعہ باسناد اخراد اسانید فیہا بعض الضعفاء علی وجہ التکید بالمتابعة اولیٰ زیادۃ فیہ تنبیہ علی فائدة فیما قدمہ وقد اعتذر المحاکم ابو عبد اللہ بالمتابعة والا ستشہاد فی اخراجه من جماعة لیسو من شرط

بخاری میں اس ایک حدیث کے علاوہ اس کی کوئی حدیث نہیں ہے کہ انہوں نے تساہل سے کام لیا، کیونکہ اس حدیث

رابعا میں کہتا ہوں کہ متابع اور شواہد میں احادیث ضعیفہ کا ایراد شائع اور مشہور ہے لہذا حدیث صحیح کی موجودگی میں احکام کے بارے میں حدیث ضعیف کے مطلقاً روایت کرنے کو منع کرنا صریحاً باطل ہے، اور اس صورت میں فرق ترغیب ہو جاتا ہے اور اس مسئلہ کی اساس جس پر علماء مشرق و مغرب کا اتفاق ہے گر کر ختم ہو جاتی ہے یہ میں اسس یا اسس (یعنی عام آدمی) کی بات نہیں کرتا بلکہ علم حدیث کے دو بلند اور مضبوط پستار بخاری و مسلم کی صحیحین کو وہ اصول کنگارہ میں اپنے شرائط سے بہت زیادہ تنزل میں آگئیں، امام نووی نے مقدمہ شرح صحیح مسلم میں فرمایا کہ عیب لگانے والوں نے مسلم رحمۃ اللہ علیہ پر یہ طعن کیا کہ انہوں نے اپنی کتاب میں بہت سے ضعیف اور متوسط راویوں سے روایت لی ہے جو دوسرے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں اور صحیح کی شرط پر نہیں، حالانکہ اس معاملہ میں ان پر کوئی طعن نہیں ہو سکتا بلکہ اس کا کئی طریقوں سے جواب دیا گیا ہے جنہیں امام ابو عمر و ابن صلاح نے ذکر کیا (یہاں تک کہ کہا، دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ بات ان روایات میں ہے جن میں بطور متابع اور شواہد ذکر کیا گیا ہے اصول میں ایسا نہیں کیا ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے ایک ایسی حدیث ذکر کی جس کی سند درست ہو اور تمام راوی ثقہ ہوں اور اس حدیث کو اصل قرار دے کر اس کے

الصحيح منهم مطر الوراق وبقية بن الوليد
ومحمد بن اسحاق بن يسار وعبد الله بن عمر
العمرى والنعمان بن راشد (الخرج مسلم عنهم
في الشواهد في اشباه لهم كثيرين انتهى) وقال
امام البدر محمود العيني في مقدمة عمدة
القاری شرح صحيح البخاری يدخل في المتابعة
والاستشهاد رواية بعض الضعفاء وفي الصحيح
جماعة منهم ذكروا في المتابعات والشواهد

بعد بطور تابع ایک اور سند یا متعدد اسناد ایسی ذکر کی جائیں
جن میں بعض راوی ضعیف ہوں تاکہ متابعت کے ساتھ
تاکید ہو یا کسی اور مذکور فائدہ سے پر تنبیہ کا اضافہ مقصود
ہو امام حاکم ابو عبد اللہ نے حدیث پریش کرتے ہوئے یہی کہا
ہے کہ جن میں صحیح کی شرط نہیں ان کو بطور تابع اور شاہد
روایت کیا گیا ہے، اور ان روایت کرنے والوں میں
یہ محدثین ہیں مطر الوراق، بقیۃ بن الولید، محمد بن اسحاق بن
یسار، عبد اللہ بن عمر العمری اور نعمان بن راشد،
امام مسلم نے ان سے شواہد کے طور پر متعدد روایات تخریج کی ہیں انتہی۔ امام بدر الدین عینی نے مقدمہ عمدة القاری
شرح صحیح بخاری میں تحریر کیا ہے کہ تابع اور شواہد میں بعض ضعیفوں کی روایات بھی آتی ہیں اور صحیح میں ایک جماعت
محدثین نے تابع اور شواہد کے طور پر ایسی روایات ذکر کی ہیں (۱) (د)

و خامسا قول ما فی الخصال الکلام

بغير الاصول هذه قناطير مقنطرة من السقام
مروية في الاصول والاحكام ان لم تروها العلماء
فمن جاء بها وكو منهم التزاموا بيان ما هناء
اما الرواة فلم يعهد منهم الرواية المقرونة
باليان اللهم الا نادرا لداع خاص، وقد اکتروا
قدیما وحديثا من الرواية عن الضعفاء و
المجاهيل ولعمري بعد ذلك قد حافیهم ولا ارتکاب
ماثم وهذا سليمان بن عبد الرحمن الدمشقي
الحافظ شيخ البخاری ومن رجال صحيحه
قال فيه الامام ابو حاتم صدوق الا انه من

خامسا ضعیف اور متوسط راوی کی روایت کی بات
صرف غیر اصول و شواہد متابعت سے متعلق کرنے کی مجھے کیا
ضرورت، جبکہ کمزور غیر صحیح روایات اکابر ایک ذخیرہ ہے جو
اصول و احکام میں مروی ہے اگر علماء ہی ان کو ذکر نہ کریں تو کون
ذکر کریگا اور بہت کم ہیں جنہوں نے یہاں اس بات کا التزام
کیا، رہا معاملہ راویوں کا توان کے ہاں روایت کے ساتھ
بیان کا طریقہ معروف نہیں، البتہ کسی خاص ضرورت کے تقاضے
کے پیش نظر بیان بھی کر دیا جائے گا اور ان میں سلفا و خلفا یہ
معمول ہے کہ ضعیف اور مجہول راویوں سے روایت بیان
کرتے ہیں اور اس بات کو ان میں طعن و گناہ شمار نہیں کیا جاتا
دیکھئے سلیمان بن عبد الرحمن دمشقی جو حافظہ میں امام بخاری کے استاد
ہیں اور صحیح بخاری کے راویوں میں سے ہیں ان کے بارے میں

اروى الناس عن الضعفاء والمجهولين
ولوسرودت اسماء الثقات الرواة عن
المجروحين نكث وطال فليس منهم من
التزامات لا يحدث الا عن ثقة عنده
الانزور قليل كشعبة ومالك واحمد في
المسند ومن شاء الله تعالى واحدا
بعد واحد ثم هذا ان كانت في
شيونهم خاصتنا لا من فوقهم و
الاسواق من طريقهم ضعيف اصلا
ولكانت محجود وقومهم في السند دليل
الصحة عندهم اذا صح السند اليهم
ولس يثبت هذا الا حذاء هذا الامام
الهامة يقول لا ينسب عبد الله
لوارثات ان اقتصر على ما صح
عند الامراء ومن هذا
المسند الا الشئ بعد الشئ
ولكنك يا بنى تعرف طريقتي في
الحديث اف لا اخالت ما يضعف
الا اذا كان في الباب شئ يدفعه
ذكره في فتح المغيبيات واما المصنفون

امام ابو حاتم کہتے ہیں کہ یہ صدوق ہے اگرچہ ان لوگوں میں
سے ہے جو ضعیف اور مجہول راویوں سے بہت زیادہ
روایت کرنے والے ہیں اور اگر میں ان ثقہ محدثین کے
نام شمار کروں جنہوں نے مجروح راویوں سے روایت
کی ہے تو یہ داستان طویل ہو اور ان میں کوئی ایسا
شخص نہیں ملتا جس نے یہ التزام کیا ہو کہ وہ اسی سے
روایت کرے گا جو اس کے نزدیک ثقہ ہو مگر بہت کم محدثین
مثلاً شعبہ، امام مالک اور احمد نے مسند میں اور کوئی
اکاذب کا جس کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی، پھر ان کے
ہاں بھی معاملہ ان کے اپنے شیوخ تک ہی ہے اس
اوپر نہیں ورنہ ان کی سند سے کوئی ضعیف حدیث مروی
نہ ہوتی اور محدثین کے ہاں ان میں سے کسی کا سند میں
آجنا صحت حدیث کے لیے کافی ہوتا ہے جبکہ صحت کے
ساتھ سندان تک پہنچی ہو حالانکہ یہ بات کسی ایک
کے لیے بھی ثابت نہیں، یہ امام احمد اپنے بیٹے عبد اللہ کو
فرماتے ہیں: اگر میں اس بات کا ارادہ کرتا کہ میں ان ہی
احادیث کی روایت پر اکتفا کروں گا جو میرے ہاں صحیح
ہیں تو پھر اس سند میں بہت کم احادیث روایت کرتا
مگر اس میرے بیٹے باقر روایت حدیث میں میرے طریقے سے
آگاہ ہے کہ میں حدیث ضعیف کی مخالفت نہیں کرتا
مگر جب اس باب میں مجھے کوئی ایسی شئی ملے جو اسے

عنه او اخر القسم الثاني الحسن ۱۲ منہ (د)

فإذا أعددت أمثال المكتبة الثلاثة للبغاري
ومسلم والترمذي ممن التزم الصحة
والبيان الفيت عامة المسانيد والمعاجيم
والسنن والجوامع والأجزاء تنطوي في
كل باب على كل نوع من أنواع الحديث
من دون بيان، وهذا مما لا ينكره
الاجاهل او متجاهل فان ادعى مدح انهم
لا يستحلون ذلك فقد نسبهم الى افتخام
ما لا يبيحون وان تراعى تراعى انهم
لا يفعلون ذلك فهم يصنعونهم على خلقه
شاهدون وهذا ابو داود الذي الين له الحديث
كما الين لداود عليه الصلاة والسلام
المحديد، قال في رسالته الى اهل مكة شرفها الله
تعالى ان ما كان في كتابي من حديث فيه وهن
شديد فقد بينته ومنه ما لا يصح سنداه
ما لا اذكر فيه شيئا فهو صالح وبعضها اصح
من بعضه اه والصحيح ما افاده الامام الحافظ
ان لفظ صالح في كلامه اعم من ان يكون للاحتجاج
اولا اعتبارا فما ارتقى الى الصحة ثم الى الحسن
فهو بالمعنى الاول وما عداهما فهو بالمعنى
الثاني وما قصر عن ذلك فهو الذي في
وهن شديد اه وهذا الذي يشهد به

زاد في فتح المغیث میں مذکور ہے، باقی رہیں محدثین کی
تصنیفات تو اگر آپ امثال المکتب بخاری و مسلم اور ترمذی
تینوں کتابوں کو سے تجاوز کریں جنہوں نے صحت بیان کا التزام کر رکھا
تو آپ اکثر مسانید، معاجم، سنن، جوامع اور اجزاء
کے ہر باب میں ہر قسم کی احادیث بغیر بیان کے
پائیں گے سننات کا انکار جاہل یا متجاہل ہی کر سکتا ہے اور
اگر کوئی دعویٰ کرے کہ محدثین کے ہاں یہ جائز نہیں تو یہ
ان کی طرف ایسی بات کی نسبت کرنا ہے جس سے لازم
آتا ہے کہ ایسا عمل کہتے ہیں جسے وہ جائز نہ سمجھتے تھے اور
اگر کوئی یہ زعم رکھتا ہو کہ وہ ایسا نہیں کرتے تو ان کا عمل
اس کے برخلاف خود شاہد ہے، امام ابو داود
کو ہی سمجھے ان کے لیے حدیث اسی طرح آسان کر دی گئی جس طرح
حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے لوہا نرم ہو جاتا تھا
ابن حجر شرفہما اللہ تعالیٰ کی طرف خط میں لکھا میری کتاب
(سنن ابی داؤد) میں جن بعض احادیث کے اندر نہایت سخت
قسم کا ضعف ہے اس کو میں نے بیان کر دیا ہے۔ اور بعض
ایسی ہیں کہ ان کی سند صحیح نہیں اور جس کے بارے میں میں
کچھ ذکر نہ کروں وہ استدلال کے لیے صالح ہیں اور بعض احادیث
دوسری بعض کے اعتبار سے اصح ہیں اور صحیح وہ ہے جس کا
امام حافظ نے افادہ فرمایا ہے کہ ابو داؤد کے کلام میں لفظ صالح
استدلال اور اعتبار دونوں کو شامل ہے، پس جو حدیث صحت
پھر حسن کے درجہ پر پہنچے وہ معنی اول کے لحاظ سے صالح ہے اور جو
ان دونوں کے علاوہ ہے وہ معنی ثانی کے لحاظ سے صالح ہے

الواقع فليكن به وان قيل وقيل وقد نقل عن اعلام
سير النبلاء للذهبي ان ما ضعف اساده للنقص

عنه اي قيل حسن عنده واختاره الامام المنذري
وبه جزم ابن الصلاح في مقدمته وتبعه الامام
النووي في التقريب اي وقد لا يكون حساً عند غيره
كما في ابن الصلاح وقيل صحيح عنده ومثلي عليه
الامام الزيلعي في نصب الراية عند ذكر حديث الثقلين
وتبعه العلامة حلبى في الغنية في فصل في
التوافل وكذلك يقال ههنا انه قد لا يصح عند
غيره بل ولا يحسن اما الامام ابن الصمام في الفتح
اول الكتاب وتلميذه في الحلية قبيلاً صفة الصلاة
فاقتصر على العجبة وهي تشبهها في قرب من
قول من قال حسن وهذا الذي ذكره الحافظ تبعه
فيه العلامة القسطلاني في مقدمة الادشاه و
خاتم الحفاظ في التذريب في فروع في الحسن قال
لكن ذكر ابن كثير انه روى عنه ما ركت عنه فربو حسن
فان صح ذلك فلا اشكال انه اقول نقائل ان يقول
ان الحسن اطلاقات وان القدماء قل ما ذكروه و
انما الترمذي هو الذي شهره وامره فايد مر بنا
انه ان صح عنه ذلك لم يرد به الا هذا الذي
استقر عليه الاصطلاح فافهم والله تعالى

اعلم ۱۲ منه (هـ)

اور جو اس سے بھی کم درجہ پر ہے وہ ایسی ہوگی جس میں ضعف
شدید ہو نفس الامر اس پر شاہد ہے اور تجھ پر بھی لازم ہے
اگرچہ قیل کے طور پر کہا گیا ہے۔

یعنی بعض نے کہا کہ اس کے نزدیک وہ حسن ہے، ات
امام منذری نے اختیار کیا، اسی پر ابن صلاح نے مقدمہ
میں جزم کیا اور امام نووی نے تقریب میں اسی کی اتباع کی
یعنی کبھی اس کے غیر کے ہاں وہ حسن نہیں ہوتی جیسے کہ
مقدمہ ابن صلاح میں ہے، اور بعض نے کہا کہ اس کے
نزدیک وہ صحیح ہے، امام زیلعی نصب الراية میں قلیتین والی
حدیث کے ذکر میں اسی پر چلے ہیں۔ اور علامہ حلبی نے
غنیۃ المستمل کی فصل فی التوافل میں اسی کی اتباع کی ہے
اور اسی طرح یہاں کہا جائے گا یعنی کبھی اس کے غیر
کے ہاں وہ صحیح نہیں بلکہ حسن بھی نہیں ہوتی۔ امام ابن ہمام
نے فتح القدر ابتداء سے کتاب میں اوان کے شاگرد نے
عیلۃ الحملى من صفة الصلوة سے تھوڑا پہلے اس کے صحیح
ہونے پر اقصاء کیا ہے اور یہ بات ان دونوں اقوال کو
شامل ہے پس یہ اس کے قول کے قریب ہے جس نے
کہا وہ حسن ہے یہ وہ ہے جس کا ذکر حافظ نے کیا ہے اور فقیر
ارشاد الساری میں علامہ قسطلانی نے اسی کی اتباع کی ہے
اور تدریب میں خاتم الحفاظ نے بیان فروع فی الحسن،
لیکن ابن کثیر نے کہا کہ ان سے ہے کہ جس پر انہوں نے
سکوت کیا، وہ حسن ہے۔ پس اگر یہ صحیح ہو تو کوئی اشکال
باقی نہیں رہتا۔ اقول (میں کہتا ہوں) کوئی یہ کہہ سکتا

ہے کہ حسن کے تو مختلف الملاقات ہیں بہت کم قدام نے اس کا ذکر کیا ہے صرف امام ترمذی نے اس کو شہرت دی اور اس
کا اجراء کیا پس اللہ رب العزت نے ہماری تائید فرمائی کہ اگر ان سے یہ بات صحت کے ساتھ ثابت ہو جائے تو انہوں نے
اس سے بھی مراد لی ہے نہ وہ جس پر اصطلاح قائم ہو چکی ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ (د)

والترمذی علیہا وبالجملة فالسبیل واحد
لمن اراد الاحتجاج بحديث من السنن
لا سيما سنن ابن ماجه و مصنف ابن ابی شیبہ
وعبد الرزاق مع الا مرفیہ اشدا و بحديث
من السانید لان هذه كلها لم یشرطوا جامعوها
الصحة والحسن وتلك السبیل ان المحتج
ان كان اهلا للنقل والتصحيح فليس له ان
يحتج بشئ من القسمین حتی یحیط به وان
لم یکن اهلا لذلك فان وجد اهلا لتصحيح
او تحسين قلده والا فلا یقدم علی
الاحتجاج فیکون کما طب لیل قلعه یحتج
بالباطل وهو لا یشرع له وقال الامام
عثمان الشمروری فی علوم
الحديث حکى ابو عبد الله بن منده
المحافظ انه سمع محمد بن سعد
الباوردی یصر یقول کانت من
مذهب ابی عبد الرحمن النسانی
ان یخرج عن کل من لم یجمع
علی ترکہ وقال ابن منده وکذلك
ابو داود السجستانی یاخذ ما خذ
ویخرج الاسناد الضعیف اذا لم
یجد فی الباب غیره لانه اقوی عنده
من رای الرجال انه وفيها بعيده ثم

ہیں وہ سنن ابی داؤد اور ترمذی میں صحیحین پر زائد اس حدیث
سے زیادہ ضعیف نہیں ہیں۔ الفرض راستہ ایک ہی ہے
اس شخص کے لیے جو احادیث سنن سے استدلال کرنا
چاہتا ہے خصوصاً سنن ابن ماجہ، مصنف ابن ابی شیبہ
اور مصنف عبد الرزاق۔ کیونکہ ان میں سے بعض کا معاملہ سخت
ہے یا استدلال ان احادیث سے جو مسانید میں ہیں کیونکہ
ان کے جامعین نے صحت و حسن کی کوئی شرط نہیں رکھی اور
وہ راستہ یہ ہے کہ استدلال کرنے والا اگر نقل و تصحیح کا اہل ہے
تو اس کے لیے ان سے استدلال کرنا اس وقت درست
ہوگا جب ہر لحاظ سے دیکھ پرکھ لے اور اگر وہ اس بات کا
اہل نہیں تو اگر ایسا شخص پاس ہے جو تصحیح و تحسین کا اہل ہے
تو اس کی تقلید کرے اور اگر ایسا شخص نہ پائے تو وہ
استدلال کے لیے قدم نہ اٹھائے ورنہ وہ رات کو ٹکڑیاں
اکٹھی کرنے والے کی طرح ہوگا، ہو سکتا ہے وہ باطل کے
ساتھ استدلال کر لے اور اسے اس کا شعور نہ ہو اور
امام عثمان شمروری نے علوم الحدیث میں فرمایا: ابو عبد الله
بن منده حافظ نے بیان کیا کہ انہوں نے مصر میں محمد بن سعد
باوردی سے یہ کہتے ہوئے سنا "ابو عبد الرحمن نسانی کا
مذہب یہ ہے کہ ہر اس شخص سے حدیث کی تخریج کرتے
ہیں جس کے ترک پر اجماع نہ ہو" اور ابن منده نے کہا،
اسی طرح ابو داؤد سجستانی اس کے مافذ کو لیتے اور سند
ضعیف کی تخریج کرتے ہیں جبکہ اس باب میں اس کے
علاوہ کوئی دوسری چیز موجود ہو کیونکہ ان کے نزدیک لوگوں کی

كثيرة نرائدة على اصيله وفيها الصحيح
والحسن بل والضعيف ايضا فينبغي التحرز
في الحكم عليها ايضا اه نصوص العلماء في
هذا الباب كثيرة جدا وما اوردا كاف في
ابانة ما قصدناو بالجملة فروايتهم الضعاف
من دون بيان في كل باب وان لم
يوجد الصحيح معلوم مقرر لا يرد ولا ينكر
وانما اطيننا ههنا لما شئنا خلافا من
كلمات بعض المجلة، والمحمد لله
على كثرة الغمة وتبثيت القدم
في الزلة فاستبان ان لو كان السمراد
ما نرحم هذا الذي نقلنا قوله لكانت
التفرقة بين الاحكام والضعافات
قد انعدمت او المسألة الاجماعية
من اساسها قد انهدمت
هذا وجهه ولك ان تسلك مسلك
ارحاء العنان وتقول على وجه التحقيق
ان الحكم الذي رويت فيه الضعاف مطلقة هل
يوجد فيه صحيح ام لا فان وجد فقد
مرروا الضعيف ساكتين في الاحكام ايضا
عند وجود الصحيح فايتم الفرق
وان لم يوجد فالامر اشد فالن
التجأ ملتج الى انهم يعدون سوق الاسانيد

استخراج کرتے ہوئے اصل پر بہت کچھ زائدہ احادیث
نقل کی ہیں ان میں صحیح، حسن بلکہ ضعیف بھی ہیں لہذا ان پر
حکم لگانے سے خوب احتراز و احتیاط چاہئے اور
علماء کی تصریحات اس معاملہ میں بہت زیادہ ہیں اور
جرم نے نقل کر دی ہیں ہمارے مقصود کو واضح کرنے
کے لیے کافی ہیں، الغرض محدثین نے ضعیف احادیث بغیر نشانہ
کے ہر مسئلہ میں ذکر کی ہیں اگرچہ اس مسئلہ میں کوئی صحیح حدیث
نہ پائی گئی ہو اور یہ بات معلوم و مسلم ہے نہ اسے رد
کیا جاسکتا ہے اور نہ اس کا انکار ممکن ہے۔ ہم نے
یہ طویل گفتگو اس لیے کر دی ہے کہ بعض بزرگوں کے
کلام سے ہم نے اس کے فوائد محسوس کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ
کے لیے ہی حمد ہے جس نے تاریکی دور کر دی اور پھسلنے کے
مقام پر ثابت قدم رکھا پس اب یہ بات واضح ہو گئی کہ اگر
ان کی مراد وہی جرم نے ان کا نقل کیا تو پھر احکام اور ضعافات
کے درمیان تفریق ختم ہو گئی اور اجماعی مسئلہ کی بنیاد منہدم
ہو گئی ایک تو یہ قریحہ ہے اور ایک سری آسان راہ اختیار کرتے
ہوئے علی وجہ الشفق یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ حکم جس کے
بارے میں مطلقاً ضعیف حدیثیں مری ہوئی کھجائی گئی ہیں
صحیح حدیث پائی جاتی ہے یا نہیں اگر حدیث صحیح پائی جائے تو لازم آئے کہ
انہوں نے حدیث ضعیف احکام میں بھی ضمیمہ کے ہوتے
ہوئے سکتا روایت کی ہے تو اب فرق کہاں ہے؟
اور اگر موجود نہ ہو تو معاملہ اس سے بھی زیادہ شدید ہے
اگر معترض یہ کہہ دے کہ محدثین سوق سنہ کو ہی بیان

من البيان اي فلم يوجد منهم رواية الضعاف في الاحكام المأقرونة؛
قراردیتے ہیں، پس اس صورت میں احکام میں ضعیف حدیثوں کی روایت سکوتاً نہ ہوگی بلکہ بیان کساتھ ہوگی تو اسکے جواب میں :

قلت اولاً هذا شئ قد يبدیه بعض العلماء عذراً من روى الموضوعات ساكتاً عليها ثم هم لا يقبلون - قال الذهبي في الميزان كلام ابن مندة في ابی نعیم فطیم لاجب حکایتہ ولا قبل قول كل منهما في الآخر بل هما عندی مقبولان لا اعلم لهما ذنباً اکبر من روايتهما الموضوعات ساكتين عنها اه وقد قال العراقي في شرح الفیته انت من ابوت اسنادہ منهم فهو ابسط لعدله اذ احوال ناظر علی الكشف عن سندہ وانکاف لا يجوز لیس السکوت علیہ اه

میں کہتا ہوں اولاً یہ وہ چیز ہے جس کو بعض علماء نے ان لوگوں کی طرف سے عذر کے طور پر پیش کیا جو موضوعات کو سکوتاً روایت کرتے ہیں پھر انہیں قبول نہیں کرتے۔ ذہبی نے میزان میں کہا کہ ابو نعیم کے بارے میں ابن مندہ کا کلام نہایت ہی دیک ہے میں اسے بیان کرنا بھی پسند نہیں کرتا اور میں ان دونوں کا کوئی قول ایک دوسرے کے بارے میں نہیں سنا بلکہ یہ دونوں میرے نزدیک مقبول ہیں اور میں ان کا سب سے بڑا گناہ یہی جانتا ہوں کہ انہوں نے روایات موضوعہ کو سکوتاً روایت کیا ہے اور انکی نشان دہی نہیں کی۔ عراقی نے شرح الفیہ میں کہا ہے کہ ان میں سے جس نے اپنی سند کو واضح کیا تو اس نے اپنا عذر طویل کیا کیونکہ اس طرح اس نے ناظر کو سند کے حال سے آگاہ کیا ہے اگرچہ اس کے لیے اس پر سکوت جائز تھا۔

ثانیاً، لا یعهد منهم إيراد الأحادیث من اعم باب کانت الامسندة فهذه البيان لم تنفك عنه احادیث الفضائل ایضاً فماذا تاهلوا فی هذا دون ذلك -

ثانیاً، ان کے ہاں ہر باب میں یہ معروف ہے کہ اس میں سند احادیث لائی جائیں گی تو اس بیان سے احادیث فضائل بھی الگ نہیں، پھر ان میں تسابلی کیوں اور دوسری روایات میں نہ ہو۔

عہ فی احمد بن عبد اللہ ۱۲ منہ (م)
عہ نقلہ فی التدریب نوع الموضوع قبیل التنبیہات
۱۲ منہ رضی اللہ عنہ (م)

۱ احمد بن عبد اللہ کے ترجمہ میں ہے (ت)
اس کو نقل کیا ہے تدریب میں نوع موضوع کے تحت
تنبیہات سے کچھ پہلے - (ت)

۱ میزان الاعتدال للذہبی ترجمہ ۳۳۵ احمد بن عبد اللہ ابو نعیم (ت) مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۱۱۱
۲ تدریب الراوی شرح التقریب المعروف بوضع الحدیث مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۲۸۹

حجت بنانا نہیں، جس نے اقادات سابقہ کو نظر غائر و قلب حاضر سے دیکھا سمجھا اُس پر بے حاجت بیان ظاہر و میان ہے کہ حدیث ضعیف سے فضائل اعمال میں استحباب یا محل احتیاط میں کراہت تنزیہ یا امر مباح کی تائید اباحت پر استناد کرنا اُسے احکام میں حجت بنانا اور حلال و حرام کا مثبت ٹھہرانا نہیں کراہت تو خود حکم اصالت ثابِت اور استحباب تنزیہ قواعد قطعیہ شرعیہ و ارشاد اقدس کیف و قد قیل وغیرہ احادیث صحیحہ سے ثابت جس کی تقریر سابقاً زیور گوش سامعان ہوئی حدیث ضعیف اس نظر سے کہ ضعف سند مستلزم غلطی نہیں ممکن کہ واقع میں صحیح ہو صرف امید و احتیاط پر باعث ہوئی، آگے حکم استحباب و کراہت اُن قواعد و صحاح نے افادہ فرمایا اگر شرع مطہر نے طلب مصالح و سلب مفاسد میں احتیاط کو مستحب نہ مانا ہوتا ہرگز ان مواقع میں احکام مذکورہ کا پتا نہ ہوتا تو ہم نے اباحت کراہت مندوبیت جو کچھ ثابت کی دلائل صحیحہ شرعیہ ہی سے ثابت کی نہ حدیث ضعیف سے اقول تاہم اذ انجا کہ درود ضعیف وہ بھی لذات بلکہ بلا حظ امکان صحت ترجیحی و احتیاط کا ذریعہ ہوا ہے اگر اُس کی طرف تجوزاً نسبت اثبات کر دیں بجا ہے اور ثبوت یا الضعیف میں بائے استعانت تو ادنیٰ مدافعت سے صادق ہوا اگر دلائل شرعیہ سے ایک امر کلی کی حرمت ثابت ہو اور کوئی حدیث ضعیف اُس کے کسی فرد کی طرف بلکے مثلاً کسی حدیث مجروح میں خاص طلوع و غروب یا استواء کے وقت بعض نماز نفل کی ترغیب آئی تو ہرگز قبول نہ کی جائے گی کراہت اجماع اُس کا استحباب یا جواز ثابت کریں تو اسی حدیث ضعیف سے ثابت کریں گے اور صحاح اثبات نہیں یونہی اگر دلائل شرعیہ مثبت نہ ہیں یا اباحت ہوں اور ضعافت میں نہی آئی اسی وجہ سے مفید حرمت نہ ہوگی مثلاً مقرر اوقات کے سوا کسی وقت میں ادا کئے سنسن یا معین دشقوں کے علاوہ کسی رشتہ کی حرمت سے نکاح کو کوئی حدیث ضعیف منع کرے حرمت نہ مانی جائے گی ورنہ ضعافت کی صحاح پر ترجیح لازم آئے بجز اشریہ معنی میں کلام علماء کے کہ حدیث ضعیف و بارۃ احکام حلال و حرام معمول بہ نہیں۔

تھرا قول اصل یہ ہے کہ مثبت وہ جو خلاف اصل کسی شے کو ثابت کرے کہ جو بات مطابقی اصل سے خود اسی اصل سے ثابت، ثابت کیا محتاج اثبات ہوگا و لہذا شرع مطہر میں گواہ اس کے مانے جاتے ہیں جو ضلالت اصل کا مدعی ہو اور ماورائے دمار و فروج و مضار و نجات تمام اشیاء میں اصل اباحت ہے تو ان میں کسی نفل کے جواز پر حدیث ضعیف سے استناد کرنا علت غیر ثابتہ کا اثبات نہیں بلکہ ثابتہ کی تائید ہے،

هذا تحقیق ما اسلفنا فی الافادۃ السابقۃ
عن المحقق الدوانی، و هذا هو معنی
ما نص علیہ الا ما ما بن دقیق العید و
سلطان العلماء عزالدین بن عبد السلام و تبعہما
شیخ الاسلام الحافظ و نقلہ تلمیذہ السخاوی
یہ وہ تحقیق ہے جو ہم نے افادہ سابقہ میں محقق دوانی کے
حوالے سے بیان کی اور یہ وہ حقیقت و معنی ہے جس کی
تصریح امام ابن دقیق العید اور سلطان العلماء عزالدین
بن عبد السلام نے کی اور شیخ الاسلام حافظ نے ان
دونوں کی اتہانت کی اور ان کے شاگرد سخاوی نے

فی فتح المغیث وفي قبول البديع والسيوطي في
التدريس والشمس محمد الرملي في شرح
المنهاج النووي، ستهتم من الشافعية، ثم
اشبه عن الرملي العلامة الشرنبلالي في غنية
ذوي الاحكام والمحقق المدقق العلائي في
الدر المختار واقره همام محشو الدر الحلبي
والطحطاوي والشامي فيها وفي منحة الخالق
خمسهم من الحنفية، من اشتراط العمل
بالضعيف باندرجه تحت اصل عام وهو اذا
حققت ليس بتقيد خرائد بل تفسيره بمضمون
ما نصوا عليه ان العمل به فيما وراة العقائد
والاحكام، كما اوضحناه لك وبه ازداد انزهاقا
بعد انزهاق ما قلن الفانان من ان
السلام في الاعمال الشابتة بالصالح، كيف
ولو كان كذلك لما احييت الى هذا الاشتراط
كما لا يخفى والله الهادي الى صرى الصراط.
ہوں اور یہ مطلب اس لیے نہیں ہو سکتا کہ اگر معاملہ یہ ہوتا تو یہ شرط لگانے کی محتاجی نہ تھی جیسا کہ واضح ہے، اور
اللہ تعالیٰ سید سے راہ کی ہدایت دینے والا ہے۔ (ت)

فی المنبث اور القول البديع میں، سیوطی نے تدربیب
میں شمس الدین محمد رملی نے شرح المنہاج النووی میں
اسے نقل کیا ہے یہ چھ شوافع میں سے ہیں، پھر
رملی سے علامہ شرنبلالی نے غنیہ ذوی الاحکام میں
اور محقق و مدقق العلائی نے در مختار میں اسے نقل کیا
اور اسے ان دونوں نے اور در مختار کے محشین صلی،
طحاوی اور شامی نے اپنے اپنے حاشی اور نحو الخانی
میں ثابت رکھا یہ پانچ حنفی ہیں (اور وہ یہ ہے) کہ
حدیث ضعیف پر عمل کے لیے شرط یہ ہے کہ کسی علمی
ضابطہ کے تحت داخل ہو اور جب تو اس کی تحقیق کرے
تو یہ کوئی زائد قید نہیں بلکہ اسی مضمون کی وضاحت ہے
جس کی انہوں نے تصریح کی ہے کہ اس پر عمل عقائد
و احکام کے علاوہ میں کیا جائے گا، جیسا کہ ہم نے
پہلے اسے واضح کر دیا ہے اور اس سے ان دو علما
کا خوب رد ہو گیا جو یہ گمان رکھتے تھے کہ یہ ان اعمال
کے بارے میں کلام ہے جو احادیث صحیحہ سے ثابت
ہوں اور یہ مطلب اس لیے نہیں ہو سکتا کہ اگر معاملہ یہ ہوتا تو یہ شرط لگانے کی محتاجی نہ تھی جیسا کہ واضح ہے، اور

بمقدار اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ بعض متکلمین طائفہ جدیدہ کا زعم باطل کہ ان احادیث سے جواز
تعییل ابہامین پر دلیل لانا احکام حلال و حرام میں انہیں عجت بنانا ہے اور وہ بتصریح علما ناجائز، مض مغالطہ
فریب دہی عوام ہے ذی ہوش نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ وہی علما جو حدیث ضعیف کو حلال و حرام میں حجت نہیں
مانتے صدمہ جگہ احادیث ضعیفہ سے افعال کے جواز و استحباب پر دلیل لاتے ہیں جس کی چند مثالیں افادہ سابقہ
میں گزریں کیا معاذ اللہ علمائے کرام اپنا کلمہ نہ نہیں سمجھتے یا اپنے مقررہ قاعدہ کا آپ خلاف کرتے ہیں کیا افادہ ہضم
میں امام ابن امیر الحاج کا ارشاد نہ سنا کہ جمہور علماء کے نزدیک فضائل اعمال میں حدیث ضعیف قابل عمل ہے تو کسی فعل کی
باحث قائم رکھنا ہرگز اولیٰ و لکن الوہابیۃ لا یسعون و اذا سعو لا یعقلون رب انی اسألك العفو و

العافية آمین (وہابی تو سنتے ہی نہیں، سنتے ہیں تو سمجھتے نہیں، اسے میرے رب! میں تجھ سے معفو و معافی کا سوال کرتا ہوں، آمین۔ ت)

افادۂ بست و سوم (ایسے مواقع میں ہر حدیث ضعیف غیر موضوع کام دے سکتی ہے)
اقول اولاً جمہور علماء کے عامہ کلمات مطالعہ کیجئے تو وہ مواقع ذکرہ میں قابلیت عمل کے لیے کسی قسم ضعف کی تخصیص نہیں کرتے، صرف اتنا فرماتے ہیں کہ موضوع نہ ہو فتح القدیر و الفیہ عراقی و شرح الفیہ المصنف میں تحفید الموضوع (موضوع کے علاوہ ہو۔ ت) مقدمہ ابن الصلاح و تقریب میں ماسوی الموضوع (موضوع کے سوا ہو۔ ت) مقدمہ سید شریف میں دون الموضوع (موضوع نہ ہو۔ ت) علیہ میں الذی یسب موضوع (ایسی روایت جو موضوع نہ ہو۔ ت) اذکار میں ان الفاظ سے اجماعاً نقل فرمایا کہ ما لم یکن موضوعاً (وہ جو کہ موضوع نہ ہو۔ ت) یونہی امام ابن عبد البر نے اجماع محدثین ذکر کیا کہ برو و نہا عن کل (محدثین ان کو تمام سے روایت کرتے ہیں۔ ت) یہ سب عبارات باللفظ یا بالمعنی افادات سابقہ میں گزریں، زرقانی شرح مواہب میں ہے عادیۃ المحدثین التساهل فی غیر الاحکام و العقائد ما لم یکن موضوعاً (محدثین کی عادت ہے کہ غیر احکام و عقائد میں تہل کرتے ہیں اسی میں جو موضوع نہ ہو) یونہی علامہ علی سیرۃ الانسان العیون میں فرماتے ہیں،

علہ ذکر رضاعہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 تحت حدیث مناغاة القمر لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ (م)
 انگی کے اشارے سے چاند کے ساتھ ٹھیلنے (جبکہ بانے) کا بیان ہے وہاں اس کا ذکر است دیکھو۔ (ت)
 علہ نقل ہذا ما سیاقی عن عیون الاثر بعض
 عیون الاثر کی یہ عبارت اور وہ جو عنقریب ذکر کی جائیگی
 ان کو بدین معاصرین نے نقل کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

۱۔ فتح القدیر باب الامامة مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳۰۳/۱
 ۲۔ مقدمہ ابن الصلاح النوع الثانی والعشرون معرفۃ المقلوب مطبوعہ فاروقی کتب خانہ طمان ص ۲۹
 ۳۔ مقدمہ سید شریف
 ۴۔ علیۃ المحلی شرح علیۃ المصلی
 ۵۔ اذکار المنجیہ من کلام سید الابرار فصل قال العلماء الخ مطبوعہ دار الکتب العربیۃ بیروت ص ۷
 ۶۔ کتاب العلم لابن عبد البر
 ۷۔ شرح الزرقانی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول ذکر رضاعہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ عامرہ مصر ۱۷۲/۱

لا یخفی ان السیرت جمیع الصحیح و السقیم و الضعیف و البلاغ و السریل و المنقطع و المعضل دون الموضوع وقد قال الامام احمد و غیره من الاثمة اذا مروی فی الحلال و الحرام شد دنا و اذا روینا فی الفضائل و نحوها تساهلنا۔

واضح رہے کہ اصحاب سیر بر قسم کی روایات جمع کرتے ہیں صحیح، غیر صحیح، ضعیف، بلاغات، مرسل، منقطع اور معضل وغیرہ، لیکن موضوع روایت ذکر نہیں کرتے۔ امام احمد اور دیگر محدثین کا قول ہے کہ جب ہم حلال و حرام کے بارے میں احادیث روایت کرتے ہیں تو شدت کرتے ہیں اور جب ہم فضائل وغیرہ کے بارے میں روایات لاتے ہیں تو ان میں نرمی برتتے ہیں۔ (ت)

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی شرح صراط المستقیم میں فرماتے ہیں،

گفتہ اند کہ اگر ضعف حدیث بحبت سوئے حفظ بعض روایۃ یا اختلاف یا تدلیس بود با وجود صدق و دیانت منجبر میگرد و بتحد و طرق و اگر از جهت اتهام کذب راوی باشد یا شد و بذبحا لغت احفظ و اضبط یا بقوت ضعف مثل فحش خطا اگرچه تعدد طرق داشته باشد منجبر نگردد و حدیث محکوم بضعف باشد و در فضائل اعمال معمول

محدثین نے بیان فرمایا ہے کہ اگر کسی حدیث میں ضعف بعض راویوں کے سوئے حفظ یا تدلیس کی وجہ سے ہو جبکہ صدق و دیانت موجود ہو تو یہ کمی تعدد طرق سے پوری ہو جاتی ہے اور اگر ضعف راوی پر اتهام کذب کی وجہ سے ہو یا انقطاع و اضطراب راوی کی مخالفت کسی وجہ سے ہو یا ضعف نہایت قوی ہو مثلاً فحش غلطی ہو تو اب تعدد طرق سے بھی کمی کا ازالہ نہیں ہوگا اور حدیث ضعیف پر ضعیف کا ہی حکم ہوگا اور فضائل اعمال میں ہے الخ (ت)

ثانیاً کلبی کا نہایت شدید الضعف ہونا کے نہیں معلوم اس کے بعد صریحاً کذاب و ضائع ہی کا درجہ ہے انہر شان نے اُسے متروک بلکہ منسوب الی الکذب تک کیا کذبہ ابن حبان و الجوزجانی و قال البخاری ترکہ یحیی و ابن مہدی و قال الدارقطنی و جماعة متروک (ابن حبان اور جوزجانی نے اسے جھوٹا قرار دیا ہے بخاری کہتے ہیں کہ اسے یحییٰ اور ابن مہدی نے ترک کر دیا، دارقطنی اور ایک جماعت نے کہا کہ یہ متروک ہے۔ ت) لاجرم حافظ نے تقریب میں فرمایا متهم بالكذب و رمی بالرفض (اس پر کذب کا اتہام ہے اور اسے روافض کی

لہ انسان العیون خطبۃ الکتاب مطبوعہ مصطفیٰ ابابانی مصر ۳/۱
 شرح صراط مستقیم و بیاض شرح سفر السعادت مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ص ۱۳
 سگ تقریب التہذیب ترجمہ محمد بن السائب بن بشر کلبی مطبوعہ دار نشر المکتب الاسلامیہ گوجرانوالا ص ۲۹۸

طرت فسرب کیا گیا ہے۔ ت، با اینہم عامۃ کتب سیر و تقاسیر اس کی اور اس کی امثال کی روایات سے مالا مال ہیں علمائے دین ان امور میں انہیں بلا تکثیر نقل کرتے رہے ہیں، میزان میں ہے،

قال ابن عدی وقد حدث عن الکلبی سفین
و شعبة و جماعة و مرضوه فی التفسیر و اما
فی الحدیث فعندہ منا کثیر
ابن عدی نے کہا کہ کلبی سے سفیان، شعبہ اور ایک عجمی
نے حدیث بیان کی ہے اور ان روایات کو پسند کیا ہے
جس کا تعلق تفسیر کے ساتھ ہے اور حدیث سے متفقہ
روایات ان کے نزدیک منا کثیر ہیں۔ (ت)

امام ابن سید الناس سیرۃ عیون الاثر میں فرماتے ہیں،

غالب مایروی عن الکلبی انساب و اخبار من
احوال الناس و ايام العرب و سیرهم و ما
یحجر مجری ذلک مما سمعہ کثیر من الناس
فی حملہ عن لای حمل عنه الا حکام و من
حک عنہ الترخیص فی ذلک الامام احمد
کلبی سے اکثر طور پر لوگوں کے انساب و احوال، عربوں
کے شب و روز اور ان کی سیرت یا اسی طرح کے دیگر
معلومات مروی ہیں جو کثرت کے ساتھ ایسے لوگوں سے
لے لیے جاتے ہیں جن سے احکام نہیں لیے جاتے اور
جن لوگوں سے اس معاملہ میں اجازت منقول ہے
وہ امام احمد ہیں۔ (ت)

مثلاً

(امام واقفی ہمارے علماء کے نزدیک ثقہ ہیں) امام واقفی کو جمہور اہل اثر نے چنیں و چناں کہا
جس کی تفصیل میزان وغیرہ کتب فن میں سطور، لاجرم تقریب میں کہا، متروک مع سعة علمہ (علمی وسعت
کے باوجود متروک ہے۔ ت) اگرچہ ہمارے علماء کے نزدیک ان کی توثیق ہی راجح ہے کہ اس افادہ الامام المحقق
فی فتح القدیر (جیسا کہ امام محقق نے فتح القدیر میں اس کو بیان کیا ہے۔ ت) با اینہم یہ جرح شدید ماننے والے

عبد حیث قال فی باب الماء الذی یجوز مبه
الوضوء عن الواقدی قال کانت بئر بضاعة
جہاں انہوں نے "باب الماء الذی یجوز به الوضوء"
میں واقفی سے نقل کیا کہ بضاعة (باقی برصغر آئندہ)

۱ میزان الاعتدال نمبر ۵۴، ترجمہ محمد بن السائب الکلبی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۵۵۸/۳
۲ عیون الاثر ذکر الاجوبہ عمارمی بہ مطبوعہ دار الحضارة بیروت ۲۳/۱
۳ تقریب التہذیب ترجمہ محمد بن عمر بن واقف الاسلمی مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ گورنوالہ ص ۱۲-۱۳
۴ فتح القدیر باب الماء الذی یجوز به الوضوء مطبوعہ مکتبہ نور بدین رضویہ سکھر ۶۹/۱

بھی انہیں سیر و مغازی و اخبار کا امام مانتے اور سلفاً و خلفاً ان کی روایات سیر میں ذکر کرتے ہیں کھالا یخفی علی من
 طالع کتب القوم (بسیاکہ اس شخص پر مخفی نہیں جس نے قوم کی کتب کا مطالعہ کیا ہے۔ ت) میزان میں ہے ،
 کان الی حفظہ المذہب فی الاخبار و السیر و
 المغازی و الحوادث و ایام الناس و الفقہ
 وغیرہ لک۔
 اور حافظ ہیں۔ (ت)

رابعاً ہلال بن زید بن یسار بصری عسقلانی کو ابن حبان نے کہا دوی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 اشیاء موضوعۃ (انہوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے موضوع روایات نقل
 کی ہیں۔ ت) حافظ الشان نے تقریب میں کہا متروک۔ باوصف اس کے جب انہیں ہلال نے انس رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ سے حدیث فضیلت عسقلان روایت کی جسے حافظ ابو الفرج نے بعثت مذکورہ درج موضوعات کیا اس
 پر حافظ الشان ہی نے وہ جواب مذکور افادہ دہم دیا کہ حدیث فضائل اعمال کی ہے سو اسے طعن ہلال کے
 باعث موضوع کہنا ٹھیک نہیں امام احمد کا طریق معلوم ہے کہ احادیث فضائل میں تساہل فرماتے ہیں، اور یہ بھی افادہ
 نعم میں حافظ الشان ہی کی تصریح سے گزر چکا کہ متروک ایسا شدید الضعیف ہے جس کے بعد بس مسم بالوضع و وضاع ہی
 کا درجہ ہے اب یہ بات خوب محفوظ رہے کہ نہ و امام الشان ہی نے ہلال کو متروک کہا خود ہی متروک کو اتنا شدید الضعیف

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

طریقاً للقاء الی البساتین و هذا تقوم به الحجة
 عندنا و ثقنا بالواقدي، اما عند المغالط
 فلا لتضعیفه آیہ ۱۱ و قال فی فصل فی الآثار
 قال فی الامام جمع شیخنا ابو الفتح الحافظ فی
 اول کتابہ المغازی و السیر من ضعفه و
 من وثقه و رجع توثيقه و ذکر الاجوبة
 عما قيل فيه ۱۲ من (د)
 یا ان کو ضعیف کہا گیا امدان کی توثیق کو ترجیح دیتے ہوئے ان پر وارد شدہ اعتراضات کے جوابات بھی ذکر کیے ۱۲ من (ت)
 کے کنویں سے باغی کو پانی دیا جانا تھا ہمارے نزدیک
 حجت کے لیے یہی کافی ہے کیونکہ ہم نے واقعہ کی
 توثیق کر دی ہے باقی مخالف کے نزدیک حجت نہیں
 کیونکہ وہ اس کی تضعیف کا قائل ہے ۱۱ اور
 "فصل فی الآثار" میں کہا کہ امام۔ کہ بارے میں پہلے
 شیخ ابو الفتح حافظ نے اپنی پہلی کتاب المغازی و السیر
 میں ان روایات کو جمع کیا۔ یہ جن کی توثیق کی گئی
 یا ان کو ضعیف کہا گیا امدان کی توثیق کو ترجیح دیتے ہوئے ان پر وارد شدہ اعتراضات کے جوابات بھی ذکر کیے ۱۲ من (ت)

بتایا خود ہی ایسے شدید الضعف کی روایت کو دوبارہ فضائل مستحق تساہل رکھا اس سے زیادہ اور کیا دلیل ہوگی کہ ضعف کیسا ہی شدید ہو جب تک سرحد کذب و وضع تک نہ پہنچے حافظ الشان کے نزدیک بھی فضائل میں قابل نرمی و گوارائی ہے و لہذا الحجة السامیہ ۔

خاصاً اور سنیے و منوکے بعد اِنّا انزلنا پڑھنے کی حدیثوں کا ضعف نہایت قوت پر ہے ، سخاوی نے مقاصد حسنہ میں اسے بے اصل محض کہا ، امام جلیل ابواللیث سمرقندی نے اپنے مقاصد میں ان حدیثوں کو ذکر فرمایا ، امام الشان سے اس بارہ میں سوال ہوا وہی جواب فرمایا کہ فضائل اعمال میں ضافت پر عمل روا ہے ۔ امام ابن امیر الحاج علیہ میں فرماتے ہیں ،

قد سئل شیخنا حافظ عصرہ قاضی القضاة شہاب الدین الشہید بیان حجر رحمہ اللہ تعالیٰ من هذه الجملة فاجاب بما نصده الاتحاد التي ذكرها الشيخ ابواللیث ففزع الله تعالى ببركته ضعيفة والعلماء يتساهلون في ذكر الحديث الضعيف والعمل به في فضائل الاعمال ولم يثبت منها شئ عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم لا من قوله ولا من فعله اه

ہمارے شیخ حافظ العصر قاضی القضاة شہاب الدین المعروف ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ سے ان روایات کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے یہ جواب ارشاد فرمایا کہ وہ احادیث جن کو امام ابواللیث رحمہ اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے نفع مطلق فرمائے گئے ذکر کیا ہے وہ ضعیف ہیں اور علماء حدیث ضعیف کے ذکر کرنے اور فضائل اعمال میں اس پر عمل کرنے میں نرمی برتتے ہیں اگرچہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ان کے متعلق کوئی قول و عمل ثابت نہ ہوا (انت)

سادساً یہ حدیث کہ چاند گوارہ میں عرب کے چاند نجم کے سورج صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے باتیں کرتا ، حضور کو بھلاتا ، انگشت مبارک سے جدھر اشارہ فرماتے اُسی طرف جھک جاتا کہ یہی حق نے دلائل النبوة ، امام ابو ثمن اسمعیل بن عبدالرحمن صابونی نے کتاب المائتین ، خطیب نے تاریخ بغداد ، ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی اس کا مدار احمد بن ابراہیم حلبی شدید الضعف پر ہے ، میزان میں ہے امام ابو حاتم نے کہا : احادیثہ باطلہ تدلہ علی کذبہ (اس کی احادیث باطلہ اس کے کذب پر دال ہیں ۔ ت) باوجود اس کے امام صابونی نے فرمایا ، هذا حدیث غریب الاسناد

حلیۃ المحلی شرح نیتہ لمصلی

میزان الاعتدال ترجمہ ۲۸۴ احمد بن ابراہیم حلبی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان ۸۱/۱

والمتمنوه في المعجزات حسن (اس حدیث کی سند بھی غریب اور متن بھی غریب با اینہم معجزات میں حسن ہے) ان کے اس کلام کو امام جلال الدین سیوطی نے خصائص کبریٰ، امام احمد قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں نقل کیا اور مقرر رکھا۔

سابعاً حدیث الدیک الابيض صديقي وصديقي وعد وعد والله وكان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ببیتہ معه فی البیت (مرغ سپید میرا خیر خواہ اور میرے دوست کا خیر خواہ، اللہ تعالیٰ کے دشمن کا دشمن ہے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُسے شب کو مکانِ خوابگاہ اقدس میں اپنے ساتھ رکھتے تھے) کہ ابو بکر برقی نے ابو زید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، علامہ مناوی نے تیسیر میں فرمایا، باسناد قیصر کذاب (اس کی سند میں کذاب ہے) باوصف اس کے فرمایا، فیندب لنا فعل ذلك تأسیاً بحدیث میں ایسا وارد ہوا تو ہمیں باقاعدہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مرغ سپید کو اپنی خوابگاہ میں ساتھ رکھنا مستحب ہے۔ مثالیں اس کی اگر تتبع کیجئے بکثرت لیجئے و هذا الاخیر قد بلغ الغایة و فیما ذکرنا کفایة لاهل الدرایة (یہ آخری انتہا پر ہے اور جو کچھ ہم نے ذکر کر دیا وہ اہل فہم کے لیے کافی ہے۔ ت)

ثامناً احادیث و دلائل مذکورہ افادات سابقہ بھی اسی المذکور کے شاہد عدل ہیں خصوصاً حدیث وان کان الذی حدثہ بہ کاذباً (اگرچہ جس نے اسے بیان کیا کاذب ہو۔ ت) ظاہر ہے کہ احتمالِ صدق و نفع بے ضرر ہر ضعیف میں حاصل تو فرق زائل بالجملہ یہی قضیہ دلیل ہے اور یہی کلام و عمل قوم سے مستفاد مگر حافظ الشان سے منقول ہوا کہ شرط عمل عدم شدت ضعف ہے نقلہ تلیذہ السخاوی وقال سمعته مراراً یقول ذلك (اسے ان کے شاگرد امام سخاوی نے نقل کیا اور کہا کہ میں نے ان سے یہ کئی مرتبہ کہتے سنا ہے۔ ت)

اقول (بحث قبول شدہ الضعف) یہاں شدتِ ضعف سے مراد میں حافظ ہے نقل مختلف آئی، شامی نے فرمایا طحاوی نے فرمایا امام ابن حجر نے فرمایا،

عہ فی مستحبات الوضوء ۱۲ منہ (م) (شامی نے مستحبات الوضوء میں فرمایا ۱۲ منہ۔ ت)

طہ المواہب لدنیہ بحوالہ کتاب المائتین حدیث غریب الاسناد التثنیٰ المکتب الاسلامی بیروت ۱۵۴/۱

طہ کتاب الموضوعات لابن الجوزی بایں فی الدیک الابيض دار الفکر بیروت ۴/۳

طہ تیسیر شرح جامع صغیر للمناوی، حدیث مذکور کے تحت مکتبہ الامام الشافعی ریاض سعودیہ ۱۵/۲

طہ التیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث مذکور کے تحت مکتبہ الامام الشافعی ریاض سعودیہ ۱۵/۲

شدید الضعف هو الذی لا یخلو طریق من طرقه
عن کذاب او متهم بالکذب لیس

یہاں صرف انہیں دو کوشدیت ضعف میں رکھا، امام سیوطی نے تدریب میں فرمایا حافظ نے فرمایا :
انیكون الضعف غیر شدید فیخرج من الفرد
من الکذابين والمتهمین بالکذب ومن فحش
غلطہ۔

یہاں ان دو کے ساتھ فحش غلط کو بھی بڑھایا فیسیم الریاض میں قول البدیع سے کلام حافظ بایں لفظ فعل کیا :
انیكون الضعف غیر شدید کحدیث من الفرد من
الکذابين والمتهمین ومن فحش غلطہ۔

معاشرین میں سے مولوی عبدالحی لکھنوی نے ظفر الامانی میں
"التدریب" اور "القول البدیع" کی طرف ایسے ہی
منسوب کیا ہے، انہوں نے کہا کہ ضعیف حدیث پر عمل
کی تین شرطیں ہیں جیسا کہ نووی نے "شرح تقریب النووی"
اور سخاوی نے "القول البدیع فی الصلاة علی الحبيب
الشفیع" میں اور ان کے علاوہ دوسروں نے بھی ذکر
کیا، پہلی شرط یہ ہے کہ اس کا ضعف شدید نہ ہو بایں طریق کہ اس کے
تمام طرق کذاب اور متهم بالکذب سے خالی نہ ہوں اور
اقول ابھی بعد میں ہم آپ کو ان دونوں کتابوں کی
عبارت سنائیں گے جس سے آپ کو معلوم ہو جائیگا
کہ اس نقل میں ان دونوں سے انتہائی کوتاہی سرزد
ہوئی ہے غور کرنا چاہئے ۱۲ من رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱)

۱/ ۹۵ شہد الحماہ مستحبات الوضوء مطبوعہ مصطفیٰ اہلبائی مصر
۱/ ۲۹۸ شہد تدریب الراوی شرح تقریب النووی دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور
۱/ ۴۲ شہد فیسیم الریاض شرح الشفاء مقدمۃ الکتاب مطبوعہ دار الفکر بیروت

یہاں کاف نے زیادت تو وسیع کا پتا دیا، تجدید اول پر امر سہل و قریب ہے کہ ایک جماعت علامت حدیث کذا بین و متہین پر اطلاق وضع کرتے ہیں تو غیر موضوع سے انھیں خارج کر سکتے ہیں مگر ثانی تقریحات و معاملات جہور و علما و خود امام انشان سے بعید اور ثالث بظاہرہ بعد ہے ہم ابھی روشن بیان سے واضح کر چکے ہیں کہ خود حافظ نے متروک شدید الضعف راوی موضوعات کی حدیث کو بھی فضائل میں محمل رکھا مگر بحمد اللہ تعالیٰ ہمارا مطلب ہر قول پر حاصل ہم افادات سابقہ میں مہربن کر آئے ہیں کہ تقبیل ابہامین کی حدیثیں ہرگز نہ ضعف شدید سے پاک و منزہ ہیں ان پر صرف انقطاع یا جہالت راوی سے ظن کیا گیا یہ ہیں بھی تو ضعف قریب نہ ضعف شدید و الحمد للہ العلیٰ المجیدؒ ہذا (اسے یاد رکھو۔ ت)

و رأیتی کتبت ہہنا علی ہامش فتح المغیث،
 کلاماً یعلق بالمقام احببت ایرادہ اتسماً
 للامراء، فذکرت اولاً ما عن الشامی عن الطحطاوی
 عن ابن حجر ثم ایدتہ باطلاق العلما، ثم
 اوردت ما عن النسیم عن السخاوی عن الحافظ
 ثم قلت ما نصہ۔

سے پھر وہ نقل کروں گا جو نسیم نے سخاوی سے انہوں نے حافظ سے نقل کیا۔ پھر میرا قول یہ ہے:

اقول و ہذا کماتری مخالفت لاطلاق
 ما مر عن النور عن العلما، قاطبة، و لتحدید
 ما مر عن الطحطاوی عن شیخ الاسلام
 نفسه لکن یظہر فی دفع المتخالف عن
 کلامی شیخ الاسلام بانہ ہہنا ذکر التفرّد
 و فیما سبق قال لا یخلو طریق من طرقہ، فیکون
 الحاصل ان شدید الضعف بغير الکذب
 و التهمة لا یقبل عنده فی الفضائل جین التفرّد،
 اما اذا کثرت طرقہ فہم یبلغ درجۃ یسیر
 الضعف فی خصوص قبولہ فی الفضائل، بخلاف
 شدید الضعف بالکذب و التهمة فانہ
 وان کثر طرقہ التي لا تقوہ بان لا یخلو

اقول جیسا کہ تمہیں معلوم ہے یہ بات علامہ
 نووی کے نقل کردہ تمام علماء کے اطلاق اور خود
 شیخ الاسلام سے امام طحطاوی کی گزشتہ نقل کردہ تعریف
 کے خلاف ہے۔ لیکن شیخ الاسلام کی دونوں کلاموں
 میں مخالفت کو ختم کرنے کی وجہ مجھ پر ظاہر ہو رہی ہے وہ
 یہ کہ یہاں انہوں نے راوی کے تفرّد کی بات کی ہے اور
 پہلے انہوں نے کہا ہے کہ طرق میں سے کوئی طریق بھی
 (کذاب و متہم سے) خالی نہ ہو، پس حاصل یہ ہوا کہ
 کذب و تہمت کے بغیر شدید ضعف ہو تو ان کے ہاں
 تفرّد کی صورت میں فضائل میں قابل قبول نہیں، لیکن
 جب وہ کثرت طرق سے مروی ہو تو اس صورت میں
 وہ شدید ضعف سے خفیف ضعف کے درجہ میں

شئ منها عن كذاب او متهم لا يبلغ تلك الدرجة، ولا يعمل به في الفضائل، وهذا هو السدى يعطيه كلام السخاوی فیما مر حيث جعل قبول ما فيه ضعف شدید مطلقاً ولو بغیر کذب فی باب الفضائل موقوفاً علی كثرة الطرق، لكنه يخالفه فی خصلة واحدة، وهو حكمه بالقبول بكثرة الطرق فی الضعف بالكذب ایضاً حکماً تقدم، وهو كما ترى مخالفت لصریح ما نقل عن شیخ الاسلام وعلی کل فلو يرتفع مخالفة نقل شیخ الاسلام عن العلماء جیعا لنقل الامام النووی عنهم كافة، فانهم لم يشروطوا للقبول فی الفضائل فی شدید الضعف كثرة الطرق ولا غیرها سوى ان ان لا يكون موضوعاً، فصریح ما يعطيه كلامهم قبول ما شد ضعفه نفساً او فحش غلط، مثلاً وان تفرد ولم یکثر طرقه، فافهم، وتأمل، فان المقام مقام خفاء وذل، والله المسئول لكشف الحجاب، وإبادة الصواب اليسر المرجع والیه المآب اه، ما اردت نقله مما حلقته علی الھامش۔

آجائگی پس اب وہ صرف فضائل میں مقبول ہو جائیگی، اس کے برخلاف جو کذب اور تهمت کی وجہ سے شدید ضعف والی ہو تو بیشمار کثرت طرق کے باوجود وہ مقبولیت کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتی اور نہ ہی فضائل میں قابل عمل ہو سکتی ہے کیونکہ اس کے ہر طریق میں کوئی نہ کوئی کذاب اور متهم ضرور ہوتا ہے۔ یہی بات علامہ سخاوی کے گزشتہ کلام سے حاصل ہوتی ہے جہاں انہوں نے شدید ضعف والی حدیث کے فضائل میں مقبول ہونے کو کثرت طرق پر موقوف کیا وہاں شدت ضعف مطلق مراد ہے خواہ وہ کذب کے علاوہ ہی ہو، لیکن یہ بات ان کو ایک جگہ آدے آئے گی۔ جہاں انہوں نے ضعف بالکذب پر بھی کثرت طرق کی بنا پر مقبول ہونے کا حکم کیلئے جیسا کہ گزرا ہے حالانکہ نہیں معلوم ہے کہ یہ بات شیخ الاسلام سے نقل کردہ کے صراحتاً خلاف ہے، بہر صورت شیخ الاسلام کا تمام علماء سے نقل کردہ موقف اور امام نووی کا نقل کردہ انہی تمام علماء کا موقف مختلف ہے یہ اختلاف مرتفع نہیں ہو سکتا، کیونکہ علماء نے فضائل میں شدید ضعف والی حدیث کو قبول کرنے کے لیے کثرت طرق وغیرہ کی شرط نہیں لگائی صرف یہ کہا ہے کہ وہ موضوع نہ ہو۔ ان کے کلام کا صریح ما حاصل یہ ہے

کہ مثلاً فسق یا فحش غلطی کی بنا پر جس حدیث کا ضعف شدید ہو خواہ اس کا راوی متفرد ہی کیوں نہ ہو اور اس حدیث کے طرق کثیر بھی نہ ہوں تب بھی یہ حدیث (فضائل میں) مقبول ہے، غور و تأمل کرو، کیونکہ یہ مقام خفی ہے اور غلط فہمی پیدا کر سکتا ہے، پر دوں کو کھولنے اور درستی کو ظاہر کرنے کا سوال صرف اللہ تعالیٰ سے ہے اسی کی طرف لوٹنا ہے اور وہی جائے پناہ ہے۔ فتح المغیث کے ماسخیر میں سے جو میں نقل کرنا چاہتا تھا وہ ختم ہوا۔ (انت)

اگر اعتراض کے طور پر تو یہ کہے کہ امام شیخ الاسلام

فان قلت هذا قيد نرا من افساده

امام فلیحمل اطلاقاً قاتلهم علیہ دفعا
للتخالف بین الثقین قلت نعم
لو كانت ما ذكرها من الدليل عليه
لايلائم سرمان التخصيص اليه ، وكيف
نصره ، بما نشاهد هم يفعلون يرون شدة
الضعف ثم يقبلون ، وبالجملة فالاطلاق هو
الادق بالدليل والاصح بقواعد الشرح الجليل
فقد ان يكون عليه التحويل والعلم بالحق
عند الملث الجليل .

شرح تبیل کے زیادہ مناسب ہے ، ہماری خواہش ہے کہ یہی قابل اعتماد ہو اور حق کا علم اللہ جل جلالہ کے ہاں ہے ۔ (ت)

فائدة جلیلة (فائدة جلیلة)

في احكام انواع الضعيف والجبار ضعفا ، هذا
الذي اشرت اليه من كلام السخاوي المار المتقدم
هو قوله مع متنه في بيان الحسن ، ان
يكن ضعف الحديث لكذب او شذوذ بان
خالف من هو احفظ او اكثر او قوى الضعف بغيرهما
فلم يجبر ولو كثرت طرقه لكن بكثرة طرقه يركن
عن مرتبة السردود الشكالي مرتبة الضعيف
الذي يجوز العمل به في الفضائل وربما
تكون تلك الطرق الواهية بمنزلة الطريق
التي فيها ضعف يسير بحيث لو فرض مجسئي
ذلك الحديث باسناد فيه ضعف يسير كان مرتقيا
بها الى مرتبة الحسن لغيره مخلصا .

کے بیان میں ایک زائد قید ہے جس پر علماء کے اطلاق
کو محمول کیا جاسکتا ہے اس سے دو نقل کردہ کلاموں میں
اختلاف ختم ہو سکتا ہے قلت (تو میں جواباً کہتا ہوں) ہاں
اگر علماء کے ذکر کردہ پر کوئی دلیل نہ ہو تب بھی ان کے کلام
کو اس قید سے خاص کرنا ممکن نہیں کیونکہ یہ ان کا کلام
ہی نہیں ہے بلکہ وہ شدید ضعف پا کر بھی قبول کرنے پر
عمل پیرا ہیں جس کا ہم مشاہدہ کر رہے ہیں ۔ خلاصہ یہ کہ
(شدید ضعیف حدیث کو قبول کرنے کے لیے کثرت طرق)
کی قید نہ لگانا دلیل کے زیادہ موافق اور قواعد
شرح تبیل کے زیادہ مناسب ہے کہ یہی قابل اعتماد ہو اور حق کا علم اللہ جل جلالہ کے

قاعدة جلیلة (ضعیف حدیثوں کے احکام اقسام اور)

ان کی کمزوری کو نہ کہ بیان میں ، امام سخاوی کے جس گزشتہ کلام
کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے وہ جمع متن ، حدیث حسن کے
بارے میں ہے کہ حدیث کا ضعف کذب یا شذوذ
یعنی وہ حدیث اخضر راوی یا کثیر رواۃ کی روایت کے
خلاف ہو ، یا یہ ضعف قوی ہو جو ان دو مذکورہ (کذب
اور شذوذ) کے علاوہ کسی اور وجہ سے پیدا ہوا ہو ،
یہ ضعف کثرت طرق سے بھی ختم نہیں ہو سکتا ، لیکن
کثرت طرق کی بنا پر یہ حدیث مردود منکر کے مرتبہ سے ترقی
کر کے ایسے ضعف کے مرتبہ پر پہنچ جاتی ہے جس سے
فصائل میں عمل کے لیے مقبول ہو جاتی ہے اور کبھی
ایسا بھی ہوتا ہے کہ حدیث کے متعدد مکروہ طرق ایک

معمولی کمزور طریقہ جیسے ہوتے ہیں کہ اگر وہ حدیث کسی معمولی ضعف والی سند کے ساتھ مروی فرض کر لی جائے تو یہ درجہ حسن وغیرہ پر فائز ہو جاتی ہے، مخلصاً۔ (ت)

وراثتہ علیہ ہونا ما نصہ
اقول حاصل ما تقرر و تحرر ہونا مع
زیادات نفیۃ منا ان الموضوع لا یصلح
لشیء اصلاً ولا یلتزم جرحہ ابد اولو کثرت
طرقہ ما کثرت، فان زیادة الشر لا یزید
الشیء الا شراً، والیضا الموضوع کالمعدوم و
المعدوم لا یتقوی ولا یتقوی، ومنہ عند جمع
منہم شیخ الاسلام ما جاء بروایة الکذا بین
وعند آخرین منہم خاتم الحفاظ ما اقی من
طریق المتہمین، و سؤہما السخاوی
بشدید الضعف الا فی لہا بہ الی ان الوضع
لا یثبت الا بالقرائن المقررة ان تغرد بہ
کذاب ادو ضاع کما نص علیہ فی ہذا الکتاب،
وہو عندی مذهب قوی اقرب الی الصواب،
اما الضعف بغير الکذب والتمیۃ من ضعف
شدید مخرج لہ عن حیز الک اعتبار کفحش
غلط الراوی فہذا العمل بہ فی الفضائل علی
ما یعطیہ کلام عامۃ العلماء وہو الا تعد
بقضیۃ الدلیل والقواعد، لا عند شیخ
الاسلام علی احادی الروایات عنہ ومن
تبعہ کالسخاوی الا اذا کثرت طرقہ الناقطة
عن درجۃ الاعتبار فح یكون مجموعہا
کطریق واحد صالح لہ فیعمل بہا فی الفضائل

اور مجھے یاد ہے کہ میں نے اس کے اس مقام
پر حاشیہ لکھا ہے جو یہ ہے اقول ہماری زائد اباحت
کے ساتھ جو یہاں ثابت اور واضح ہو چکا ہے اس کا
حاصل یہ ہے کہ موضوع حدیث کسی طرح کارآمد نہیں ہے
اور کثرت طرق کے باوجود اس کا عیب ختم نہیں ہو سکتا
کیونکہ شرکی زیادتی سے شرمزید بڑھتا ہے، نیز موضوع
معدوم چیز کی طرح ہے اور معدوم چیز نہ قوی ہو سکتی
ہے اور نہ قوی بنائی جاسکتی ہے، موضوع کی ایک قسم
وہ ہے جس کو ایک جماعت نے جس میں شیخ الاسلام
بھی ہیں نے بیان کیا ہے، وہ یہ کہ جس کو کذاب لوگ
روایت کریں، اور ایک دوسری جماعت جس میں سے
”خاتم الحفاظ“ بھی ہیں نے بیان کیا ہے کہ ”موضوع“
وہ ہے جس کو متہم یا کذاب روایت کریں۔ امام سخاوی
نے ان دونوں بیان کردہ قسموں کو ”شدید الضعف“
کے مساوی قرار دیا ہے، جس کو عنقریب بیان کریں گے،
امام سخاوی کا خیال ہے کہ موضوع کی پہچان مقررہ قرائن ہی
سے ہوتی ہے جیسا کہ روایت کرنے والا کذاب یا
وضاع اس روایت میں متغرد ہو، جیسا کہ امام سخاوی
نے اس کتاب میں بیان کیا ہے میرے نزدیک یہی
موقف قوی اور اقرب الی الصواب ہے، مگر کذاب اور
تمت کذب کے بغیر کوئی بھی شدید ضعف جس کی بنا پر
حدیث درجہ اعتبار سے خارج ہو جاتی ہے مثلاً راوی
کی انتہائی فحش غلطی ہو، ضعیف کی یہ قسم فضائل میں

ولكن لا يحتج بها في الاحكام ولا تبلغ بذلك
درجة الحسن لغيره الا اذا انجبرت مع ذلك
بطريق اخرى صالحة للاعتبار فان مجموع
ذلك يكون كحدِيثين ضعيفين صالحين
ماضدين فح تترقى الى الحسن لغير قصر
حجة في الاحكام ، اما مطلقا على ما هو ظاهر
كلام المصنف اعني العراقي او بشرط تعدد
الجوابات الصالحات البالغة مع هذه الطرق
القاصرة المتكثرة القائمة مقام صالح واحد
حد الكثرة في الصوالح على ما فهمد السخاوي
من كلام النووي وغيره الواقع فيه لفظ
الكثرة مع نزاع النافذ مؤيد بكلام شيخ
الاسلام في النزاهة والنخبة المكتفيتين

کا را آہ ہو سکتی ہے جیسا کہ عام علماء کے کلام سے حاصل ہے
اور یہی موقف دلیل و قواعد سے مطابقت رکھتا ہے ۔ مگر
شیخ الاسلام سے ایک روایت میں اور امام سخاوی
کی طرح ان کے پیروکار حضرات کے ہاں یہ قسم فضائل میں
معتبر نہیں ہے تا وقتیکہ اس کے کزور طرق کثیر نہ ہوں
اور یہ طرق کثیر ہوں تو ان سب کے مجموعہ کو وہ ایک طریقہ
صالح کے مساوی قرار دے کر فضائل میں قابل عمل
قرار دیتے ہیں ، تاہم اس قسم کی ضعیف حدیث کو
احکام کے لیے حجت قرار نہیں دیا جاسکتا اور نہ ہی یہ
درجہ حسن لغیرہ کو پاسکتی ہے ۔ ہاں اگر ان متعدد طرق کے
ساتھ ساتھ کسی دوسرے صالح طریقے سے اس کی کمزوری اُٹل
ہو جائے تو اور بات ہے ، کیونکہ کزور متعدد طرق اور
ایک صالح طریق کی بنا پر وہ حدیث دو ایسی ضعیف

عنه حيث قال متى توبه اليقين الحفظ بمعتبر
كان يكون فوقه او مثله لا دونه وكذا المختلط
الذي لا يتميز والمستور والاشاد المثل كذا المدس
لما يعرف المحذوف منه صار حديثهم حسنا لانه
بل وصفه بذلك باختيار المجموع لانه كل واحد منهم راى
من ذكر من السئ الحفظ والمختلط (٢) باحتمال
كون مروايته صوابا او غير صواب على حد سواء
فاذا جاءت من المعتبرين رواية موافقة
لاحدهم مرجح احد الجانبين من الاحتمالين
المذكورين ودل ذلك على ان الحديث محفوظ

ان کے الفاظ یہ ہیں ، جب راوی سوہ حفظ کا متابع معتبر
راوی بن جائے جو اس سے اوپر ہو یا اس کی مثل اس سے
کم نہ ہو اور اسی طرح وہ مختلط جو اختیار نہیں کرتا ، مستور
اسناد اصل اور اسی طرح مدرس جبکہ محذوف من کو نہ پہچاننا ہو تو ان
کی حدیث حسن ہو جائے گی ہاں لزام نہیں بلکہ باعتبار
المجموع ہوگی کیونکہ ہر ایک ان میں سے (یعنی سوہ حفظ
اور مختلط جن کا ذکر ہوا) برابر احتمال رکھتا ہے کہ اس
کی حدیث صحیح ہو یا غیر صحیح ، پس جب معتبر راویوں میں
کسی ایک کو موافقی روایت آجائے تو مذکورہ دونوں
احتمالوں میں سے ایک کو ترجیح حاصل ہو جائے گی اور
(باقی اگلے صفحہ پر)

حدیثوں کی طرح بن جاتی جو آپس میں مل کر تقویت کا باعث بن جاتی ہیں اور وہ ضعیف حدیث حسن لغیرہ کے مرتبہ کو پہنچ کر احکام میں جت بن جاتی ہے، اب یہ اختلاف اپنی جگہ پر ہے کہ صرف اسی قدر سے مقبول ہے جیسا کہ مصنف یعنی علامہ عراقی کے کلام سے عیاں ہے یا بشرطیکہ بمع متعدد صالح طرق جن کی بنا پر کمزوری زائل ہو سکے ان متعدد صالح وجوہ اور کمزور طرق، جو ایک صالح طریق کے مساوی ہیں، مل کر کثرت طرق صالحہ بن جاتے ہیں جیسا کہ امام بخاری نے امام نووی وغیرہ کے کلام سے سمجھا جن میں لغز کثرت استعمال ہوا ہے، باوجودیکہ ہمارا اس میں اختلاف ہے جو کہ شیخ الاسلام کے اس کلام سے مؤید ہے

بوحدة الجابر مع جواز انتكون الكثرة في كلام النووي بمعنى مطلق التعدد، وهو الادخا بما رأيانا من ضياعهم في غير مقام والضعيف بالضعف ليسير اعمى مالم ينزله عن محل الاعتبار يعمل به في الفضائل وحده، وان لم ينجب فان انجب ولو بواحد صار حسنا لغیره، واحتج به في الاحكام على تفصيل وصفنا لك في الجابر، فهذه هي انواع الضعيف، اما الذي لا نقص فيه عن درجة الصحيح الا القصور في ضبط الراوى غير بالغ الى درجة الغفلة فهو الحسن لذاته المحتج به وحده حتى في

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

یہ بات دلالت کرتی ہے کہ یہ حدیث محفوظ ہے اور درجہ توقفت سے درجہ قبول پر فائز ہو گئی ہے اھوالہ علم، ذرا غور کرو تم میں محض ایک معتبر کے ساتھ اور شرع میں کئی افراد کے ساتھ موافقت تروا پر گفتگو کیسے کیا اور اسے قبول کا درجہ دیا ہے اور یہاں قبول سے مراد احکام میں قبولیت مراد ہے کیونکہ انہوں نے حدیث ضعیف کو صالح لا اعتبار و الرد کہا ہے کیونکہ حدیث ضعیف فضائل میں بالاجماع مقبول ہے، خواہ اس کے ساتھ کوئی دوسری روایت نہ ہو اور میرے لیے یہ ظاہر ہوا کہ وجہ ان دونوں عراقی اور شیخ الاسلام کے ساتھ ہے، اس بنا پر جو نزہتہ میں ان دونوں کی دلیل بیان کی گئی ہے یہ رفع الغیث پر میری تعلیق سے منقول ہے ۱۲ مندرجی اللہ تعالیٰ عنہ (ت)

فارتقى من درجة التوقف الى درجة القبول والله اعلم اه وانظر كيف اجتزى في المتن بتوحيد معتبر وفي الشرح بافراد رواية وحكم بالامتلاء الى درجة القبول وما المراد به ههنا الا القبول في الاحكام فانه جعل الضعيف صالحا للاعتبار والردو مع انه مقبول في الفضائل بالاجماع ويظهر ان الوجه معهما اعنى العراقى و شيخ الاسلام لما بين في المنهه من الدليل لهما منقولهما علقته على فتح الحديث ۱۲ مندرجی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

الاحکام ، و هذا اذا كان معه مثله ولو واحد
صار صحيحا لغيره او دونه مما يليه فلا
بكثرة انتهى ما كتبت بتلخيص -

سکتے ہیں) کہ امام نووی کے کلام میں لفظ کثرت مطلق ، تعدد ہے اور یہی احتمال ان کی عادت کے زیادہ قریب ہے
جیسا کہ ہم نے متعدد جگہ یہ استعمال پایا ہے اور ضعیف کی ایسی قسم جس میں معمولی ضعف ہو یعنی جس سے حد اعتبار ماقط
نہ ہو یہ فضائل میں تنہا معتبر ہے خواہ کوئی مؤید بھی نہ ہو، اور اگر کوئی ایک ایسا مؤید پایا جائے جو اس کے ضعف کو زائل کر دے
تو یہ "حسن لغیرہ" بن جاتی ہے اور اس کو احکام میں حجت قرار دیا جائے گا جس کی تفصیل ہم نے کمزوری کو زائل کرنے والے
امور میں بیان کر دی ہے۔ یہ تمام ضعیف کی انواع ہیں۔ اگر صحیح حدیث کے شرائط میں ماسوائے ضبط راوی کی کمزوری کے
اور کوئی کمزوری نہ ہو تو یہ حدیث "حسن لذاتہ" ہوگی بشرطیکہ ضبط راوی کی یہ کمزوری عقلیت کے درجہ تک نہ پہنچتی ہو، تو یہ
"حسن لذاتہ" واحد حدیث بھی احکام کے لیے حجت ہو سکتی ہے اگر حسن لذاتہ کے ساتھ اس کی ہم مثل ایک حدیث بھی مل جائے
تو یہ حدیث "صحیح لغیرہ" بن جاتی ہے اور اگر اس سے کم درجہ کی کوئی مؤید اس سے مل جائے تو "صحیح لغیرہ" نہ بنے گی
تا وقتیکہ اس سے کم درجہ کی متعدد روایات جمع نہ ہو جائیں میری کچھ ہوتی تعلیق ختم ہوئی، ملخصاً۔ (ت)

یہ چند مجلے لوح و لپ پرنٹس کر لینے کے ہیں کہ بعونہ تعالیٰ اس تحریر نفیس کے ساتھ شاید اور جگہ نہ ملیں، و
بالحمد والتوفیق وله الحمد، الحمد لله القادر القوی علما ما علمه و صلی اللہ تعالیٰ علی ناصر الضعیف و
آلہ وسلم، قبول ضعیف فی فضائل الاعمال کا مسئلہ جلیلہ ابتداءً مسودہ فقیر میں صرف دو افادہ مختصر میں تین صفو کے
مقدار تصاب کہ ماہ مبارک ربیع الاول ۱۳۱۳ھ میں رسالہ بعونہ تعالیٰ بمبئی میں چھپنا شروع ہو گیا اثنائے تبیض میں
بارگاہ مغیض علوم و نعم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بکھرا اللہ تعالیٰ نفاس جلیلہ کا اضافہ ہوا افادہ شانزدہم سے یہاں
تک آٹھ افادات نافذ اسی مسئلہ کی تحقیق میں القاء ہوئے قلم روکتے روکتے اتنے اوراق اٹھا ہوئے، امید کی جاتی
ہے کہ اس مسئلہ کی ایسی تسجیل جلیل و تفصیل جزیل اس تحریر کے سوا کہیں نہ ملے، مناسب ہے کہ یہ افادہ اس مسئلہ
خاص میں جدا رسالہ قرار دیئے جائیں اور لمعاذ تاریخ التہاد الکاف فی حکم الضعاف (ضعیف
حدیثوں کے حکم میں کافی ہدایت۔ ت) لقب پائیں و باللہ التوفیق وله المنۃ علی ما نارق من نعم تحقیق
ما کنا لعشر معشر عشرہا نلیق والصلاۃ والسلام علی العجیب الکریہ و آلہ وصحبہ ہدایۃ

عہ منقوس علی بالام سے بھی حذف یا فصیح کلام میں شایع و ذائع ہے یوم التلاق یوم التناد البکید المتعال الی غیر ذلک
امام ابن حجر عسقلانی کی کتاب ہے الکاف الشاف فی تخریج احادیث الکشاف ۱۲۱۳ھ (۲)

اُسی میں تصانیف امام خطیب کو لکھا۔

التصانیف المفيدة التي هي بضاعة المحدثين و
عروتهم في فقههم۔
فائدہ بخش تصانیفیں کو فن حدیث میں محدثین کے بضاعت
محل تسک ہیں۔

پھر امام حافظ ابوطاہر سلفی سے اُن تصانیف کی مدح جلیل نقل کی، سبحان اللہ کہاں شاہ صاحب کا یہ حسن اعتقاد
اور کہاں اُن کے کلام کی وہ بیہودہ مراد کہ وہ کتب سراسر محل و ناقابل استناد۔

مثلاً جناب شاہ صاحب مرحوم کے والد شاہ ولی اللہ صاحب کہ حجۃ اللہ الباقیہ میں اس تقریر طبقات کے
موجد اُسی حجۃ بالذم میں اسی طبقہ رابعہ کی نسبت لکھتے ہیں،

اصح هذه الطبقة ما كان ضعیفاً محتملاً
یعنی اس طبقہ کی احادیث میں صراحہ تروہ حدیثیں ہیں
جن میں ضعف قلیل قابل تحمل ہو۔

ظاہر ہے کہ ضعیف محتمل ادنیٰ انجاس سے خود احکام میں حجت ہوجاتی ہے اور فضائل میں تو بالاجماع تنہا ہی
مقبول و کافی ہے پھر یہ حکم بھی بلحاظ افراد ہوگا ورنہ ان میں بہت احادیث منجبرہ حسان ملیں گی اور عند تحقیق یہ
بھی باعتبار غالب ہے، ورنہ فی الواقع ان میں صحاح حسان سب کچھ ہیں کماستقسم بعونہ تعالیٰ (جیسے کہ تو
عنقریب سنے گا۔ ت۔)

رابعاً یہی شاہ صاحب قرۃ العینین فی تفصیل الشیخین میں لکھتے ہیں،

چوں زبیر علم حدیث بلقبہ دلی و خطیب و ابن عساکر
رسید ایں عزیزاں دیدند کہ احادیث صحاح و حسان
را متقدمین مضبوط کرد اند پس مائل شدند بکج احادیث
ضعیف و مقلوبہ کہ سلف آزادیدہ و دانستہ گزاشتہ
بودند و غرض ایشان ازیں بحث آن بود کہ بعد جمع حفاظ
محدثین در آن احادیث تامل کنند و موضوعات را
جب علم حدیث دلی و خطیب و ابن عساکر کے طبقہ
سمک پہنچا تو انہوں نے دیکھا کہ متقدمین علماء نے ایسی
احادیث جو صحیح اور حسن تھیں کو محفوظ کر دیا ہے لہذا
انہوں نے ایسی احادیث جمع کیں جو ضعیف و مقلوبہ
تھیں جنہیں اسلاف نے عمدہ ترک کیا تھا ان کے جمع کئے
سے غرض یہ تھی کہ حفاظ محدثین ان میں غور و تامل کر کے

عہد دوم از فصل دوم در شبہات و راقان ۱۲۸
دوسری فصل کی قسم دوم جو کاتبین کی شبہات سے متعلق ہے اسکے
تحت اس کا بیان ہے (ت)

لے بستان المحدثین مع اردو ترجمہ تاریخ بغداد و خطیب
سے حجۃ اللہ الباقیہ باب طبقہ کتب حدیث، الطبقة الرابعة
مطبوعہ ایچ ایم سعید پرنٹری کراچی
الہ المکتبۃ السلفیہ لاہور
ص ۱۸۸
۱۳۵/۱

از حسن لغیر یا ممتاز نمایند چنانکہ اصحاب مسانید طرق
احادیث جمع کردند کہ حفاظ صحاح و حسن و ضعیف از
یکہ گزمتاز سزا زندگی ہر دو فرقی را خدا تعالیٰ محقق ساخت
بخاری و مسلم و ترمذی و حاکم تمیز احادیث و حکم بصحت و
حسن و متاخران حد احادیث خطیب و طبقہ او تصرف
نمودند ابن جوزی موضوعات را مجرد ساخت و سخاوی و
مقاصد حسن لغیر یا از ضعفات و مناکیر تمیز نمود
خطیب و طبقہ او در مقدمات کتب خود بایں مقاصد
تصریح نموده اند جزاھم اللہ تعالیٰ عن ائمة النبوی
صلی اللہ تعالیٰ علیہم و سلم و خیر اللہ ملحقاً۔

موضوعات کو حسن لغیر سے ممتاز کردیں گے جیسا کہ
اصحاب مسانید نے تمام طرق حدیث کو جمع کیا تاکہ
حفاظ حدیث صحیح، حسن اور ضعیف کو ایک دوسرے
سے ممتاز کردیں دونوں فریقوں کو اللہ تعالیٰ نے
توفیق اور کامیابی عطا فرمائی، بخاری، مسلم، ترمذی اور
حاکم احادیث میں امتیاز کرتے ہوئے ان پر صحیح، حسن
ہونے کا حکم لکھایا اور متاخرین نے خطیب اور ان کے طبقہ
لوگوں کی احادیث میں تصرف کیا و حکم لکھایا، ابن جوزی
نے موضوعات کو الگ کیا، امام سخاوی نے مقاصد حسن
میں حسن لغیر کو ضعیف اور منکر سے ممتاز کیا۔ خطیب اور
تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے اہل مطلقاً۔ (ت)

دیکھو کسی صریح تصریح ہے کہ کتب طبقہ راہد میں نہ صرف ضعیف محض بلکہ حسن بھی موجود ہیں اگرچہ لغیر یا کہ وہ بھی
بلاشبہ خود احکام میں حجت نہ کہ فضائل۔

خامساً انھیں شاہ صاحب نے اسی حجت میں سنن ابی داؤد و ترمذی و نسائی کو طبقہ ثانیہ اور مصنف عبد اللہ بن
و ابوبکر بن ابی شیبہ و تصانیف ابی داؤد و طحاوی و بیہقی و طبرانی کو طبقہ ثالثہ اور کتب ابو نعیم کو طبقہ رابعہ میں
گنا، امام جلیل جلال سیوطی خطبہ جمع الجوامع میں فرماتے ہیں،

میں نے حوالہ جات کے لیے یہ رموز وضع کیے ہیں، رخسے
بخاری، ام سے مسلم، حب سے ابن حبان، کہ سے مستدرک
حاکم، ض سے مختارہ للضیاء، ان پانچوں کتب میں
صحیح احادیث ہیں ماسوائے حاکم کے جن پر اعتراض
کیا گیا ہے اس پر توجہ رکھ، د سے ابوداؤد جس پر
وہ خاموش رہیں وہ صالح ہے اور حبس کا ضعف

رمزت للبخاری رخ ولسلم وکلا بن حبان
حب و للحاکم فی المستدرک لک وللضیاء
فی المختارۃ ض و جمیع ما فی ہذہ
الکتب الخمسة صحیحہ سوى ما فی المستدرک
من المتعقب فأئبہ علیہ، ورمزت لابن داؤد د
فما سکت علیہ فهو صالح و ما بین ضعفہ
عہ فی الاصل الذی وقفت علیہ بین

۱۰۰ اصل کتاب جس پر میں نے واقفیت (باقی برصو آئندہ)

نقلہ عنہ ، وللمزنی ف وانقل کلامہ
 علی الحدیث وللنسانی ولابن ماجہ لا
 ولابی داؤد الطیالسی ط ولاحمد حم
 ولعبد الرزاق عب ولابن ابی شیبہ ش
 ولابن یعلی ع وللطبرانی فی الکبیر طب و
 الاوسط طس و فی الصغیر طص ولا بن نعیم
 فی الحلیۃ حل وللیہقی ق ولہ فی شعب
 الایمان هب و ہذہ فیہا الصحیح والحسن
 والضعیف فابینہ غالباً مختصراً۔

انہوں نے بیان کیا ہے میں نے اسے نقل کر دیا ہے
 ت سے ترمذی میں ان کا حدیث پر تبصرہ بھی نقل کروں گا
 ن سے نسائی ، ہ سے ابن ماجہ ، ط سے ابو داؤد الطیالسی
 حم سے احمد ، عب سے عبد الرزاق ، ش سے ابن ابی شیبہ
 ع سے ابی یعلی ، طب سے طبرانی کی معجم کبیر ، طس سے
 معجم اوسط ، طص سے معجم صغیر ، حل سے حلیۃ بن نعیم
 ق سے سنن بیہقی ، هب سے شعب الایمان للبیہقی
 مراد ہوگا ، ان تمام کتب میں احادیث صحیح بھی ہیں حسن
 اور ضعیف بھی اور میں اکثر طور پر ان کے بارے میں
 نشان دہی بھی کروں گا مختصراً۔ (ت)

دیکھو امام خاتم الحفاظ نے ان طبقات ثانیہ وثالثہ و رابعہ سب کو ایک ہی شتی میں گنا اور سب پر یہی حکم
 فرمایا کہ ان میں صحیح ، حسن ، ضعیف سب کچھ ہے ۔
 سا و سناً خود جناب شاہ صاحب کی تصانیف تفسیر عزیزی و تفسیر اثنا عشریہ وغیرہا میں جا بجا
 احادیث طبقہ رابعہ سے بلکہ اُن سے بھی اتر کر استناد موجود ، اب یا تو شاہ صاحب معاذ اللہ خود کلام اپنا
 نہ سمجھتے یا یہ سہما ماحی تحریف معنوی کر کے احادیث طبقہ رابعہ کو مہمل و مسفل ٹھہرانا اُن کے سر کیے دیتے ہیں ،
 تمیلاً چند نقول حاضر ، عزیزی آخر تفسیر فی تحد میں ہے ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

عاسل کی ہے اس میں لفظ فھا اور علیہ کے
 درمیان ایک کلمہ ہے جو کتابت میں واضح نہیں تو میں
 نے اس کی جگہ لفظ سکت لکھ دیا ہے اور چونکہ اس
 سے آگاہ کرنا ضروری تھا تو میں نے آگاہ کر دیا ،
 ۱۲ منہ (ت)

لفظی فھا و علیہ کلمۃ لہ تبیین فی الکتابت
 فکتبت مکانہا لفظ سکت اذہو المراد واذا
 کانت لابد من التنبیہ نہت علیہ
 ۱۲ منہ (م)

کہتے ہیں کہ ایک حدیث میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سنی جس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص رات کو تینتیس آیات پڑھے گا اسے کوئی درندہ اور ڈاکو نقصان نہیں دے گا حدیث احمد مختصر (ت)

کہ حدیثی از عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما شنیدہ بودم کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمودہ اندہر کہ در شب سی و سه آیت بخواند اگر در آن شب زندہ و زردہ ایذا از ساند الحدیث احمد مختصر (ت)

اسی میں ہے،

روى ابن جرير عن مجاهد قال سأل سليمان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن اولئك النصارى الحديث -

عزیزی آخر والنیل میں ہے،

حافظ خطیب بغدادی از جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت میکند کہ روزے بخندمت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر بودیم ارشاد فرمودند کہ حالاً شمس سے آید کہ حق تعالیٰ بعد از من کسے را بہتر از او پیدا نکرده است

ابن جریر نے مجاہد سے روایت کیا کہ حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان نصاریٰ کے بارے میں سوال کیا حدیث (ت)

حافظ خطیب بغدادی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا ابھی ایک شخص آئے گا کہ میرے بعد اس سے بہتر

اس آیت کے تحت ہے ان الذین آمنوا والذین ہادوا والنصارى ۱۲ منہ (ت)

شاہ صاحب نے حوالہ نافعہ میں یہاں چار طبقات کا ذکر کیا ہے وہاں تفسیر ابن جریر کو بھی چھتے طبقے میں شمار کیا ہے جیسا کہ السیف المسلول علی من انکر اثر قدم الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

علہ زیر آیت ان الذین آمنوا والذین ہادوا والنصارى ۱۲ منہ (م)

علہ شاہ صاحب در حوالہ نافعہ جاییکہ ذکر طبقات اربعہ کردہ است تفسیر ابن جریر را از ہمیں طبقہ رابعہ شمرده است کما ذکرہ فی السیف المسلول علی من انکر اثر قدم الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ (م)

۱۔ تفسیر عزیزی سورۃ البقرۃ خواص و قصائص سورۃ فاتحہ و سائر آیات مطبوعہ لال کنواں دہلی ص ۹۴
۲۔ تفسیر عزیزی سورۃ البقرۃ زیر آیت ان الذین آمنوا والذین ہادوا والنصارى ص ۲۴۱

و خلافت اور روز قیامت مثل شفاعت پیغمبران باشد
جابر گوید کہ مہلے ذکر شدہ برو کہ حضرت ابوبکر تشریف
آوردند۔

۳۴ شخص اللہ تعالیٰ نے پیدا نہیں فرمایا اس کی شفاعت
روز قیامت اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی شفاعت کی طرح
ہوگی۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ابھی
مٹوڑی دیر گزری تھی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔

تحفہ (اثنا عشریہ) میں ہے،

در روایات شیعہ و سنی صحیح و ثابت است کہ ایں امر خلیہ
بر ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شاق آمد و خود را برادر سرانے
زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا حاضر آورد و امیر المومنین علی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ را شفیع خود ساخت تا آنکہ حضرت
زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا از خوشنود شد اما روایات اہل سنت
پس در مدارج النبوة و کتاب الوفا بہی و شرح مشکوٰۃ
موجود است بلکہ در شرح مشکوٰۃ شیخ عبدالحی نوشتہ است
کہ ابوبکر صدیق بعد از ایں قصہ بخاند فاطمہ رفت و در گرمی
آفتاب بر در با ستاد عذر خواہی کرد و حضرت زہرا
از و راضی شد و در ریاض النظرۃ نیز ایں قصہ بہ تفصیل
مذکور است و در فصل الخطاب بروایت بہیقی از شعبی نیز
بہیں قصہ مروی است و ابن السمان در کتاب المواقف
از اوزاعی روایت کردہ کہ گفت بیرون آمد ابوبکر رضی اللہ
تعالیٰ عنہ بر در فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا در روز گرم آنکہ

شیعہ اور سنی دونوں کے ہاں روایات صحیحہ میں ثابت
ہے کہ یہ معاملہ حضرت ابوبکر پر نہایت شاق گزرا، لہذا
آپ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر کے دروازے
پر حاضر ہوئے اور امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ
عنہ کو سفارشی بنایا تاکہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
ان سے راضی ہو جائے، روایات اہل سنت مدارج النبوة،
الوفاء، بہیقی اور شرح مشکوٰۃ میں موجود ہیں بلکہ شرح
مشکوٰۃ میں شیخ عبدالحی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ حضرت
ابوبکر اس واقعہ کے بعد سیدہ فاطمہ الزہرا کے گھر کے باہر
دھوپ میں کھڑے ہوئے اور معذرت کی اور سیدہ فاطمہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان سے راضی ہو گئیں۔ ریاض النظرۃ
میں بھی یہ واقعہ تفصیلاً درج ہے اور فصل الخطاب میں
بروایت بہیقی، شعبی بھی یہی واقعہ منقول ہے اور
ابن السمان نے المواقف میں اوزاعی سے روایت کیا
کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گرمی کے وقت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر آئے الخ۔ (د)

طعن لوگوں کے ان اعتراضات میں سے تیرہویں طعن
میں ہے جو انھوں نے افضل الصدیقین حضرت صدیق اکبر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کیے ہیں ۱۲ منہ (د)

عہ در طعن سیزدہم از مطامع طاعنہ بر حضرت افضل
الصدیقین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲ منہ (د)

ص ۳۰۶

مطبوعہ لال کنواں دہلی

لے تفسیر عزیزی آخر سورۃ ایل پارہ عم

ص ۲۷۸

مطبوعہ سیل الہدی لاہور

لے تحفہ اثنا عشریہ طعن سیزدہم از مطامع ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سابعاً طرف تریہ کہ شاہ صاحب نے تصانیف حاکم کو بھی طبقہ رابع میں گنا حالانکہ بلاشبہ مستدرک حاکم کی اکثر احادیث اعلیٰ درجہ کی صحاح و حسان ہیں بلکہ اُس میں صد ہا حدیثیں بر شرط بخاری و مسلم صحیح ہیں قطع نظر اس کے کہ تصنیف شاہ صاحب میں کتب حاکم سے کتنے اسناد ہیں اور بڑے شاہ صاحب کی ازالۃ الخفاء و قرۃ العینین میں تو مستدرک سے تودہ تودہ احادیث نہ صرف فضائل بلکہ خود احکام میں نہ کو رکھا لایخفی علی من طالعہما (جیسے کہ اس پر معنی نہیں جس نے ان دونوں کتابوں کا مطالعہ کیا ہے) لطیف تریہ ہے کہ خود ہی یستان الحدیث میں امام الشان ابو عبید اللہ ذہبی سے نقل فرماتے ہیں،

انصاف آنست کہ در مستدرک قدرے بسیار بر شرط این ہر دو بزرگ یافتہ میشود یا بشرطیکے ازینہا بلکہ ظن غالب آنست کہ بقدر نصف کتاب ازین قبیل باشد، و بقدر ربع کتاب از آن جنس است کہ بظاہر اسناد او صحیح است لیکن بشرط این ہر دو نیست و بقدر ربع باقی و ابیات و من کیر بلکہ بعضی موضوعات نیز بہت چنانچہ من در اختصار آن کتاب کہ مشہور بتخصیص ذہبی است خبردار کردہ ام نہی جو کہ تخصیص ذہبی سے مشہور ہے، میں اس بارے میں خبردار کیا ہے، انتہی (ت)

لفظ "بظاہر تودہ جو امام خاتم الخفاء نے تدریب میں امام ذہبی سے نقل کیا ہے اس میں نہیں اس کے الفاظ یہ ہیں کہ اس میں بہت سی احادیث شیخین کی شرائط پر ہیں اور بہت سی ان دونوں میں سے کسی ایک کی شرط پر ہیں، شاید اس کا مجموعہ تقریباً آدمی کتاب ہو اور اس میں چوتھائی ایسی احادیث ہیں جن کی سند صحیح ہے بعض ایسی ہیں جن میں کوئی شئی یا علت ہے اور جو بقیہ چوتھائی ہے وہ منکیر یا ابیات ہیں جو صحیح نہیں، اور بعض اس میں موضوع بھی ہیں ۱۲ منہ (ت)

مستدرک جس میں تین ربع کتاب کی قدر عادت صحیحہیں نہ کہ سب کا ضعیف ہونا چاہئے ضعیف شدید یا بطلان محض کہ کوئی جاہل بھی اس کا ادا نہ کرے گا اور اس بے اعتمادی کے یہی معنی اگر خود یا وقت فقہ رکھتا ہو آپ پر کچے وزن کلام ناقدین کی طرف رجوع کرے بے اس کے تحت نہ سمجھ لے اب انصاف یہ حکم نہ صرف کتب طبقہ راہجہ بلکہ ثانیہ ثالثہ سب پر ہے کہ جب منشا اختلاف صحیح و ضعیف ہے اور وہ سب میں قائم تو یہی حکم سب پر لازم آفرین دیکھ کہ ائمہ دین نے صاف صاف یہی تصریح سنن ابی داؤد و جامع ترمذی و مسند امام احمد و سنن ابن ماجہ و مصنف ابوبکر بن ابی شیبہ و مصنف عبد الرزاق و غیر ہا سنن و مسانید کتب طبقہ ثانیہ و ثالثہ کی نسبت بھی فرمائے جس کی نقل امام الشان و علامہ قاری سے افادہ ۲۱ میں گزری۔ یونہی امام شیخ الاسلام عارف باللہ ذکر کیا انصاری و امام سخاوی نے تفصیل کی، امام خاتم الحفاظ کا قول ابھی سن چکے کہ انھوں نے ان سب کتب کو ایک مسلک میں منسلک فرمایا اب شاید منکر کچھ فہم ان نصوص ائمہ کو دیکھ کر سنن ابی داؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ کی نسبت بھی یہی اعتقاد کرے گا کہ وہ بھی معاذ اللہ محض مہمل و بیکار و اصلاً ناقابل استناد و اعتبار ہیں و لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ بالجمہ حق یہ کہ مدار استناد و نظرو انتقاد یا تحقیق نقاد پر ہے نہ فلاں کتاب میں ہونے فلاں میں نہ ہونے پر قلم نہایت رقم جب اس محل پر آیا فیض کرم و کرم قدم نے خوش فرمایا اس مقام و مرام طبقات حدیث کی تحقیق جزلی و تدقین جمیل فقیر ذیل غفرلہ المولے الجلیل پر فائز ہوگی کہ اگر یہاں ایراد کرتا اظنا بکلام

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

پرانہوں نے تنقید کی وہ ان سے بہت کم ہیں جن پر تنقید نہیں کی، اور کہا کہ اس میں تکلیف وہ امر یہ ہے کہ وہ غیر موضوع کو موضوع گمان کرتے ہیں یہ اس کا عکس ہے جو مستدرک حاکم کا ضرر ہے کیونکہ وہ غیر صحیح کو بھی صحیح گمان کرتے ہیں، کہا کہ ان دونوں کتابوں کی کاٹ چھٹ ضروری ہے کیونکہ کلام ان دونوں میں تساہل کی وجہ سے ان نفع حاصل کیے کہ معدوم کر دیتا ہے مگر اس شخص کے لیے

مالا یفتقد قلیل جداً قال ذوقہ من الضرر ان یظن مالیس بموضوع موضوعاً عکس الضروس بستدرک الحاکم فاند یظن مالیس بصحیحہ صحیحاً قال یتعین الاعتناء بانتقاد کتابین فان الکلام فی تساہلہما اعدام الانتفاع بہما الا لعالم بالظن لاند ما من حدیث الا ویسکن ان یکون قد وقع فیہ تساہل ۱۲ من (م)

جو اس فن کا ماہر ہو، کیونکہ ان کی کوئی ایسی روایت نہیں ہوئی جس میں تساہل نہ ہو ۱۲ من (ت)

علمہ ذکرنا نصہما فی رسالتنا مدارج طبقات الحدیث ۱۲ من رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

الحدیث میں ذکر کیا ہے ۱۲ من (ت)

۱۔ تدریب الراوی نقد کتاب موضوعات ابن الجوزی، دار نشر الکتاب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۳۷۹

والہوام سامنے تھا لہذا اسے برفیقہ تعالیٰ رسالہ مفردہ اور بلحاظ تاریخ ^{۱۳} مدارج طبقات الحديث لقب دیا واللہ العنة فیما الہم ولہ الحمد علی ما علم وصلى اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد وآلہ وصحبہ وسلم۔

افادہ بست و تخم کتب موضوعات میں کسی حدیث کا ذکر مطلقاً ضعف کو ہی مستلزم نہیں،
اقول کتابیں کہ بیان احادیث موضوعہ میں تالیف ہوئیں دو قسم ہیں، ایک وہ جن کے مصنفین نے خاص ایراد
موضوعات ہی کا التزام کیا جیسے موضوعات ابن الجوزی و اباطیل جوزقانی و موضوعات صفائی ان کتابوں میں کسی حدیث
کا ذکر بلا شبہ یہی بنائے گا کہ اس مصنف کے نزدیک موضوع ہے جب تک صراحتاً نفی موضوعیت نہ کر دی ہو ایسی
ہی کتابوں کی نسبت یہ خیال بجا ہے کہ موضوع نہ سمجھتے تو کتاب موضوعات میں کیوں ذکر کرتے پھر اس سے بھی صرف اتنا
ہی ثابت ہوگا کہ زعم مصنف میں موضوع ہے نہ نظر واقع عدم سمت بھی ثابت نہ ہوگا نہ کہ ضعف نہ کہ سقوط نہ کہ بطلان
ان سب کتب میں احادیث ضعیفہ درکنار بہت احادیث حسان و صحاح بھری ہیں اور محض بے دلیل اُن پر حکم وضع
لگا دیا ہے جسے ائمہ محققین و نقاد متحقیں نے بدلائل قاہرہ باطل کر دیا جس کا بیان مقدمہ ابن الصلاح و تقریب امام
نوی والفیہ امام عراقی و فتح المغیث امام سخاوی وغیرہ تصانیف علماء اہلنا اور تدریب امام خاتم الخفا سے
قدر سے مفصل اور انہی کی تعقیبات ولالی مصنوعہ والقول الحسن فی الذب عن الحسن و امام الشان کے القول المسد
فی الذب عن مسند احمد وغیرہ سے نہایت تفصیل واضح و روشن مطالعہ تدریب سے ظاہر کہ ابن الجوزی نے اور تصانیف
درکنار خود صحاح ستہ و مسند امام احمد کی جو اسی حدیثوں کو موضوع کہہ دیا جن کی تفصیل یہ ہے، مسند امام احمد، صحیح بخاری و صحیح
بروایت حماد بن شاکر، صحیح مسلم شریف، سنن ابی داؤد، جامع ترمذی، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ و دوم وہ جن کا
عہد الحمد شہ عربی رسالہ مختصر بحالہ باوصف و جازت فوائد نفیسہ پر مشتمل اس میں،

اولاً طبقات اربعہ حدیث میں حجۃ اللہ ابانہ کا کلام نقل کیا۔
ثانیاً ایک مسلسل بیان میں اس کی وہ تقریر ادا کی جس سے کلام غلط ہو کر بہت شبہات کا ازالہ ہو گیا۔
ثالثاً پھر بہت ابکات رائقہ مؤلفہ ذاللقہ ایراد کی جن سے روشن ہو گیا کہ طبقات اربعہ کی تحدید نہ جامع نہ مانع
نہ ناقد کے کام کی نہ مقلد کو نافع۔

دابعاً اپنی طرف سے ایک عام و شامل تام و کامل ضابطہ وضع کیا جس سے ہرگز نہ ناقد و غیر ناقد متوسط و عامی
ہر قسم کے آدمی کو حد استناد و طریق اجتہاد واضح ہو گیا آخر میں اُسے کلمات علماء سے مزید کیا اُس کے ضمن میں صحاح ستہ
وغیرہ کتب حدیث کا مرتبہ اور باہمی تفاوت اور بعض دیگر کتب صحاح کا شمار اور نیز یہ کہ ائمہ و علمائیں کن کن کو دربارہ تصحیح
احادیث قبلی اور کہیں درباب حکم وضع تشہد و یا معاملہ جرح رجال میں نعت تھا بیان کیا جو کچھ دعویٰ کیا ہے اُس کا روشن ثبوت
دیا ہے واللہ الحمد ۱۲ منہ (م)

قصہ صرف ایراد موضوعات و اقیعہ نہیں بلکہ دوسروں کے حکم وضع کی تحقیق و تنقیح جیسے لائی امام سیوطی یا نظرو تنقید کے لیے اُن احادیث کا جن کو دینا جن پر کسی نے حکم وضع کیا جیسے انہیں کا ذیل اللہ لائی امام ممدوح خطبہ موضوعہ میں فرماتے ہیں:

ابن الجوزی اکثر من اخراج الضعیف بل والحسن بل والصحيح كما نيه على ذلك الا ثمة الحفاظ و ما اختلج في ضميمي انتقاؤه و انتقاؤه فادرد الحديث ثم اعقب بكلامه ثم انكان متعقبا بنهت عليه اه ملخصا۔

ابن جوزی نے کتاب موضوعات میں بہت ضعیف بلکہ حسن بلکہ صحیح حدیثیں روایت کر دی ہیں کہ ائمہ حفاظ نے اس پر تنبیہ فرمائی مدت سے میرے دل میں تھا کہ اُس کا خلاصہ کروں اور اُس کے حکم پر کچھ تو اب میں حدیث ذکر کر کے ابن جوزی کا کلام نقل کروں گا پھر اس پر جو اعتراض ہو گا بتاؤں گا۔

اُسی کے خاتم میں فرماتے ہیں:

واذ قد اتينا على جميع ما في كتابه فنشروع الآن في الزیادات عليه فممنها ما يقطع بوضعه ومنها ما نص حافظ على وضعه ولى فيه نظر فاذا ذكره لينظر فيه۔

اب کہ ہم تمام موضوعات ابن الجوزی بیان کر چکے تو اب اُس پر زیادتی شروع کریں ان میں کچھ وہ ہیں جن کا موضوع ہونا یقینی ہے اور کچھ وہ جنہیں کسی حافظ نے موضوع کہا اور میرے نزدیک اس میں کلام ہے تو میں اُسے نظر غور کے لیے ذکر کروں گا۔

پُر نگاہ ہر ایسی تصانیف میں حدیث کا ہونا مصنف کے نزدیک بھی اس کی موضوعیت نہ بتائے گا کہ اصل کتاب کا موضوع ہی تھا ایراد موضوع نہیں بلکہ اگر کچھ حکم دیا یا سند یا متن پر کلام کیا ہے تو اسے دیکھا جائے گا کہ صحت یا حسن یا ثبوت یا صلوح یا ضعف یا سقط یا بطلان کیا نکلتا ہے مثلاً لا یصح (یہ صحیح نہیں۔ ت) یا لم یثبت (یہ ثابت نہیں۔ ت) یا سند پر جہالت یا انقطاع سے طعن کیا تو غایت درجہ ضعف معلوم ہوا، اور اگر "سرفعہ" کی قبیہ زائد کر دی تو صرف مرفوع کا ضعف اور بنظر مفہوم موقوف کا ثبوت مفہوم ہوا، و علی ہذا القیاس اور کچھ کلام نہ کیا تو امر محتاج نظر و تنقیح رہے گا کمالاً بخفی شرکائی کی کتاب موضوعات مستحی بہ فوائد مجربہ بھی اسی قسم ثانی کے ہے خود اُس نے خطبہ کتاب میں اس معنی کی تصریح کی کہ میں اس کتاب میں وہ حدیثیں بھی ذکر کروں گا جنہیں موضوع کہنا ہرگز صحیح نہیں بلکہ ضعیف ہیں بلکہ ضعف بھی خفیف ہے بلکہ اصلاً ضعف نہیں حسن یا صحیح ہیں کہ اہل تشدد کے کلام پر تنبیہ اور اُس کے رد کی طرف اشارہ ہو جائے، عبارت اُس کی یہ ہے:

وقد اذكر مالا يصح اطلاق اسوالموضوع عليه
بل غاية ما فيه انه ضعيف بمرّة وقد يكون
ضعيفا ضعفاً خفيفاً وقد يكون
اعلى من ذلك وهو الحاصل على ذكر ما كان هكذا
التنبية على انه قد عد ذلك بعض المصنفين
موضوعاً كابت الجوزي فانه تساهل في
موضوعاته حتى ذكر فيها ما هو صحيح فضلاً
عن الحسن فضلاً عن الضعيف وقد تعقبه
السيوطي بما فيه كفاية وقد اشترت الى تعقباته

کبھی میں اس کتاب میں وہ احادیث ذکر کروں گا جن پر موضوع
کا اطلاق درست نہیں بلکہ وہ ضعیف ہوں گی اور بعض
کے ضعف میں بھی خفت ہوگی بلکہ بعض میں ضعف ہی
نہیں ان کے ذکر کا سبب یہ ہے تاکہ اس بات پر
تنبیہ کی جائے کہ بعض مصنفین نے انہیں موضوع
قرار دیا ہے جیسے ابن جوزی نے اپنی موضوعات
میں تساهل سے کام لیا ہے۔ حتیٰ کہ صحیح
روایات کو موضوعات میں ذکر کر دیا ہے جیسے حسن اور ضعیف
اما سیوطی نے ان کا تعاقب کیا ہے، میں نے بھی ان کے
تعقبات کی طرف اشارہ کیا ہے الخ (د)

تو مشکلیں طائفہ کا یہ سقیا نہ زعم کہ حدیث تعقیب ایسا میں شرکائی کے نزدیک موضوع نہ ہوتی تو کتاب موضوعات میں
کیوں ذکر کرتا، کیسی جہالت فاحشہ ہے۔

تنبیہ ہر چند یہ افادہ ان گیارہ افادات سابقہ سے زیادہ متعلق تھا جن میں حضرات طائفہ کے زعم
موضوعیت کا ابطال ہوا مگر از انجا کہ ایسی لمبرے معنی بات سے تو ہم موضوعیت کسی ذی علم کا کام نہ تھا لہذا ان افادات
کے ساتھ خلک کیا کہ واضح ہو کہ ذکر فی الموضوعات ضعف شدید کو بھی مستلزم نہیں جو ایک مسلک پر قبول نے
الفضائل میں محل ہو بلکہ حقیقہ نفس ذکر ہے ملاحظہ حکم تو مفید مطلق ضعف بھی نہیں کہ دونوں قسم میں صحاح و حسان
مک موجود ہیں گما تبین۔

لطیفہ اقول حضرات و بابہ کے پچھلے متکلم اگر موضوعات شرکائی کو موضوع نہ سمجھے تو کیا عجب

کہ خردان کے امام شرکائی کی سمجھ بھی ایسی ہی ناقص و رنکائی تھی یہیں خبر موضوعات میں علمائے نافیان کذب کی دو قسمیں
کیں ایک وہ جنہوں نے رواۃ ضعیف و کذابین وغیرہم کے بیان میں تصنیفیں کیں جیسے کامل و میزان وغیرہما و قسم
جعلوا مصنفاتہم منحصۃ بالاحادیث الموضوعۃ دوسرے وہ جنہوں نے اپنی تصانیف احادیث موضوعہ سے
خاص کیں جیسے ابن جوزی و صفانی وغیرہما اور اسی قسم دوم میں مقاصد حسنہ امام سخاوی کو گن دیا حالانکہ وہ ہرگز تصانیف
عہ افادہ ۲۳ میں شاہ ولی اللہ کا قول گزرا کہ ابن جوزی موضوعات را مجرد ساخت و سخاوی در مقاصد حسنہ لیرا
از صفات و مناگیر مینمرد، یہیں سے ظاہر کہ مقاصد حسنہ کے مقاصد حسنہ کتب موضوعات سے کہتے جہاں ۱۲ منہ (م)

مختصہ بہ موضوعات سے نہیں بلکہ اُس کا مقصود ان احادیث کا حال بیان کرنا ہے جو زبانوں پر دائر ہیں عام ازیں کہ صحیح ہو یا حسن یا ضعیف یا بے اصل یا باطل ولہذا اُس میں بہت احادیث کو ذکر کر کے فرماتے ہیں یہ صحیح بخاری میں ہے یہ صحیح مسلم کی سب سے صحیحین دونوں کے متفق علیہ ہے، بطلانس نے اُس کے نام کو بھی خیال نہ کیا المقاصد الحسنہ فی بیان کثیر من الاحادیث المشتملۃ علی الامسنة (مقاصد حسنہ زبانوں پر دائر بہت سی مشہور حدیثوں کے بیان میں۔ ت) نہ اُسی کو آنکہ کھول کر دیکھا اس کے پہلے ہی ورق کی چوتھی حدیث ہے حدیث آية المنافق ثلث متفق علیہ (منافق کی تین علامات ہیں، بخاری و مسلم۔ ت) وہیں ساتویں حدیث ہے حدیث ابدأ بنفسک مسلم فی الزکوۃ من صحیحہ (اپنے آپ سے ابتدا کرو، اسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں زکوۃ کے باب میں ذکر کیا ہے۔ ت)

طرف تریہ کہ انھیں میں تخریج الاشیاء للعراق بھی گئی دی سبحان اللہ کہاں تخریج احادیث کتاب کہاں تصنیف فی الموضوعات، اسی فہم پر ابو حنیفہ و شافعی سے دعویٰ مساوات و لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔
نتیجۃ الافادات الحمد للہ کلام اپنے ذرۃ اعلیٰ کو پہنچا اور احقاق حق صدیقے کو، ان خودہ افادوں نے ماہ شب چہارہ کی طرح روشن کر دیا کہ تقبیل ابہامین کی حدیثیں اگر تعدد طرق و عمل اہل علم سے متقوی نہ بھی ہوں تو انتہا درجہ ضعیف بضعت ضعیف اور فضائل اعمال میں باجماع علماء محدثین و فقہا مقبول و کافی اور ثبوت استحباب عمل کے لیے مفید و کافی ہیں منکرین کی ساری چہ میگوئیاں کہ اُن کے ابطال و اہمال کے لیے بتیں بعونہ تعالیٰ اپنی سزا سے کردار کو پہنچ گئیں والحمد للہ رب العالمین، اب پھر دست استعانت قائم توفیق کے ہاتھ میں دیکھئے اور بعنایت النہی و اعانت حضرت رسالت پناہی علیہ الصلوۃ والسلام غیر المتناہی تحقیق مرام میں اس سے بھی وسیع تر تنزیلی کلام اور آخر میں ازالہ دوازدہ باق بقیہ اوہام منکرین لیا م کیجئے وباللہ التوفیق۔

اقادۃ بسبب و ششم (ایسی جگہ اگر سند کسی قابل نہ ہو تو صرف تجربہ سند کافی ہے) اقول بالفرض اگر ایسی جگہ ضعیف سند ایسی ہی حد پر ہو کہ اصلاً قابل اعتماد نہ رہے مگر جو بات اس میں مذکور ہوئی وہ علماء و صلحا کے تجربہ میں آپکی تو علمائے کرام اس تجربہ ہی کو سند کافی سمجھتے ہیں کہ آخر سند کذب واقعی کو مستلزم نہ تھا، حاکم نے بطریق طبر بن ہارون مبنی سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ناظر قلمی حاجت کے لئے

۴ ص	مطبوعہ دارالکتاب العلمیۃ بیروت	مقدمۃ الکتاب	۱۵	۱۵	۱۵
۶ ص	" " " "	حرف الامزۃ	" " "	" " "	" " "
۷ ص	" " " "	" " "	" " "	" " "	" " "

ایک ترکیب عجیب مرفوعہ روایت کی جس کے آخر میں ہے:

ولا تعلموها السفها، فانه يدعون بها
فيستجابون۔
یہ قوفوں کو یہ نماز سکھاؤ کہ وہ اس کے ذریعہ سے
جو چاہیں گے مانگ بیٹھیں گے اور قبول ہوگی۔

ائمہ جرح و تعدیل نے عمر بن ہارون کو سخت شدید الطعن متروک بلکہ متهم بالکذب تک کہا۔ امام احمد
امام نسائی و امام ابوعلیٰ نیشاپوری نے فرمایا، متروک الحدیث ہے۔ امام علی بن مدینی و امام دارقطنی نے کہا، سخت
ضعیف ہے۔ صالح جزره نے کہا، کذاب ہے۔ امام محیی بن معین نے فرمایا، محض لاشیء کذاب خبیث ہے۔
(بالکل کوئی شے نہیں کذاب و خبیث ہے۔ ت) کل ذلك في الميزان (یہ سب میزان میں ہے۔ ت) لا جرم
حافظ الشان نے تقریب میں فرمایا، متروک و کان حافطاً (یہ متروک ہے اور حافظ تھا۔ ت) ذہبی نے
میزان میں کہا:

كان من ادعية العلو على ضعفه، وكثرة
مناكيره وما اظنه ممن يتعمد الباطل۔
اس ضعف و کثرت مناکیہ کے باوجود وہ علم کا ذخیہ
تھا اور میں گمان نہیں کرتا کہ کوئی باطل کا ارادہ

کرتا ہو۔ (ت)

تذکرۃ الحفاظ میں آخر کہا، لا سبب فی ضعفہ (اس کے ضعف میں کوئی شک نہیں۔ ت)

امام اجل ثقتہ حافظ عبد العظیم ذک منذری نے کتاب الترغیب میں یہ حدیث بروایت حاکم نقل کر کے عمر بن ہارون
کے متروک و متهم ہونے سے اسے معلول کیا،

حيث قال قد قصده عمر بن هارون البلخي و
جہاں کہا کہ اس کے بیان کرنے میں عمر بن ہارون ملوث ہے

عنه في الترغيب في صلاة الحاجة ۱۲ (م)، (ترغیب میں نماز حاجت کے تحت اس کو بیان کیا ہے۔ ت)

۱/۴۲۸ سہ الترغیب والترہیب فی صلاة الحاجة الخ مطبوعہ مصطفیٰ البابي مصر

نصب الراية الحديث الثانی والاربعون من کتاب الکراہیة مطبوعہ المكتبة الاسلامیة لصاحبہا الحاج رافع الشیخ ۴/۴۷۳

۲/۲۲۸ سہ میزان الاعتدال ترجمہ ۶۲۳ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

سہ تقریب التہذیب حرف العین مطبوعہ فاروقی دہلی ص ۱۹۲

سہ میزان الاعتدال ترجمہ ۶۲۳ عمر بن ہارون مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۳/۲۲۹

سہ تذکرۃ الحفاظ الطبعة السابعة مطبوعہ دائرة المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن ۱/۳۱۲

اور وہ متروک و مہمل ہے میرے علم کے مطابق ابن مہدی نے فقط اسے بہتر قرار دیا ہے اور قلت (میں کہتا ہوں) کہ ابن مہدی سے بھی روایت مختلف ہے، میزان میں ہے:

وهو متروك منهم اثني عليه ابن مهدى وحده فيما علمته اه قلت بل اختلف الرواية عن ابن مهدى ايضا فقال في الميزان قال

اقول مانفذ عیہ دگوں پر تعجب ہے کہ خود انہوں نے خاتمہ کتاب میں کہا کہ اسے جمہور نے ضعیف کہا اور قتیبة وغیرہ نے اسکی توثیق کی اور تذکرۃ الحفاظ میں از ابار از ابن قسار از بہر بن اسد ہے وہ کہتے ہیں میں نے نجی بن سعید کو دیکھا وہ ان پر حسد کرتے تھے کہا اور خطیب اپنی سند سے ابو عاصم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے عمر بن ہارون کا ذکر کیا تو کہا کہ عمر ہمارے نزدیک حدیث اخذ کرنے میں ابی المبارک سے احسن ہے اور مروزی نے کہا ابو جعد اللہ سے عمر بن ہارون کے متعلق پوچھا گیا تو کہا میں ان کے بارے میں کوئی شے کہنے کی طاقت نہیں رکھتا میں نے ان سے بہت روایات لکھی ہیں ان سے کہا گیا کہ ان کا ابن مہدی کے ساتھ فلاں معاملہ ہے، تو انہوں نے کہا مجھے خبر پہنچی ہے کہ وہ اس پر حملہ کرتا تھا، اور احمد بن سبار نے کہا کہ وہ کثیر السماع تھا، قتیبة اس کی تعریف و توثیق کرتا تھا الخ، پھر اس کی تکذیب، ترک اور جرح ابن معین وغیرہم سے ذکر کرنے کے بعد کہا میں کہتا ہوں

عہ اقول هذا عجيب من مثل الحافظ مع قول نفسه في خاتمة الكتاب ضعفه الجمهور وثقة قتيبة وغيره اه في تذكرة الحفاظ عن الالباسي عن ابی غسان عن بهز بن اسد انه قال اری یحیی بن معیّد حسده قال وساق الخطیب باسناده عن ابی عاصم انه ذکر عمر بن ہارون فقال عمر عندنا احسن اخذ الحديث من ابن المبارک وقال المروزی سئل ابو عبد الله عن عمر بن ہارون فقال ما اقدر ان اتعلق علیہ بشئ کتبت عنه کثیرا فقیل له قد کانت له قصّة مع ابن مہدی فقال بلغنی انه کان یحمل علیہ وقال احمد بن سبار کان کثیر السماع کان قتیبة یطریه ویوثقه الخ ثم ذکر تکذیبہ وتركه وجرحه عن ابن معین وأخیرت ثم قال قلت لا سرب فی ضعفه وکان لهما حافظا فی حروف القسرات مات سنة اربعین وتسعین ثلث مائة ۱۲۱ھ (مر)

اس کے ضعف میں کوئی شک نہیں، اور وہ قرات حروف میں امام و حافظ تھے ان کا دصال ۳۹۴ھ میں ہوا ۱۲۱ھ (ت)

بایں یقین موضوع کثرت ذکر کر کے فرماتے ہیں :

ومش على هذا في المحفوظ القدسي فانه ذكر
هذه الصلوة للحاجة على هذا الوجه من الصلوة
المستحبة -
عاوی قدسی میں اسی پر عمل کیا کہ انہوں نے حاجت کیلئے
اس ترکیب کو مستحب نمازوں میں ذکر
فرمایا -

مراقاة شرع مشکوة سے امام اہل سیدی شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ الشریف کا ارشاد لطیف
افادہ ۱۵ میں گزرا کہ میں نے صحت حدیث کو اس جو ان کی صحت کشف سے پہچانا یعنی جب اس کے کشف سے
معلوم ہوا کہ حدیث میں جو وعدہ آیا تھا ٹھیک ترا معلوم ہوا کہ حدیث صحیح ہے اب صدر رسالہ میں امام سخاوی کے
نقول دیکھ لیجئے کہ اس تقبیل ابہامین کے کتنے تجربہ علماء و صلحا سے منقول ہوئے ہیں لا جرم علامہ طاہر فتنی نے فرمایا
روی تجربة ذلك عن كثيرين (اس کا تجربہ بہت سے لوگوں سے روایت کیا گیا) تو عزیزو! اگر بغرض غلط
سند کسی قابل نہ سمجھتا ہم تجربہ علماء کو سند کافی جانو۔

افادہ یسٹ و سقم (بالفرض اگر کتب حدیث میں اصلاً پتا نہ ہوتا تاہم ایسی حدیث کا بعض کلمات علما
میں بلا سند مذکور ہونا ہی بس ہے) اقول بھلا یاں تو طرق مسندہ یا سانیہ متعددہ کتب حدیث میں موجود
علمائے کرام تو ایسی جگہ صرف کلمات بعض علما میں بلا سند مذکور ہونا ہی سند کافی سمجھتے ہیں اگرچہ طبقہ راہد وغیرہ

عنه هو أخر حديث من باب الصلاة في الموضوعات
قال المخرج موضوع بعمر بن هارون كذاب
قال خاتم الحفاظ عمودى لد الترمذى
وابن ماجة وقال في البيزان كان من ادعية
العلم الى آخر ما نقلنا قال ووجدت
للحديث طريقا آخر فذكر ما اسند ابن عساكو
عن ابى هريرة رضى الله تعالى عنه نحوه و
سكت عليه خاتم الحفاظ والله تعالى اعلم
۱۲ مہ (ص)
بماز کے باب میں موضوعات میں یہ آخری حدیث ہے تخریج
کرنے والے نے کہا یہ موضوع ہے عمر بن ہارون کذاب
ہے، خاتم الحفاظ نے کہا عمر سے ترمذی اور ابن ماجة
نے روایت کی ہے، میزان میں کان من ادعية العلم
الى آخر ما نقلنا (وہ مسلم کا ذخیرہ تھا آخر
تک جو جگہ ہم نے نقل کی کہا اور کہا کہ اس حدیث کی ایک روایت بھی
میں نے دیکھی ہے پھر وہ سند ذکر کی جو ابن عساكو نے حضرت
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس کی مثل روایت کی ہے
اس پر خاتم الحفاظ نے سکوت کیا ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ مہ)

کسی طبقہ حدیث میں اُس کا نام نہ نشان نہ ہو، حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال اقدس کے بعد امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضور والا کو نہ اکر کے بابی انت و امی یا رسول اللہ میرے ماں باپ حضور پر قربان یا رسول اللہ کہہ کر حضور کے فضائل جلیلہ و شمائل جمیلہ عرض کرنا، یہ حدیث امام ابو محمد عبد اللہ بن علی نخعی اندلسی رشاطی نے کہ پانچویں صدی کے علماء سے تھے ۴۶۶ھ میں انتقال کیا اپنی کتاب اقتباس الانوار والتماس الازہار اور ابو عبد اللہ محمد محمد ابن الحاج عبد ری مکی مالکی نے کہ آٹھویں صدی کے فضلاء سے تھے، ۳۷۷ھ میں وصال ہوا اپنی کتاب مدخل میں ذکر کی دونوں نے محض بلا سند ائمہ کرام و علمائے اعلام نے اس کے زائد اس کا پتا نہ پایا کتب حدیث میں اصلاً نشان نہ ملا مگر از انجا کہ مقام مقام فضائل تھا اسی قدر کو کافی سمجھا، ان نادانوں کئے جو اسوں فرق مراتب نا شناسوں کی طرح طبقہ را بعد میں ہونا در کنار اصلاً کسی طبقہ میں نہ ہونا بھی انہیں اُس کے ذکر و قبول سے مانع نہ آیا بلکہ اس سے استناد فرمایا علامہ ابوالعباس قصار نے اسے بشرح قصیدہ بروہ شریف میں ذکر کیا اور انھیں رشاطی کا حوالہ دیا، پھر امام علامہ احمد قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں بصیغہ جزم ذکر کیا، اسی شرح قصار و مدخل کی سند دی، اسی مواہب شریف و نسیم الریاض علامہ شہاب خاچی مصری و مدارج النبوة شیخ محقق عبدالحی محمد ث و دہلوی وغیرہ میں علمائے کرام نے اس حدیث کو زیر بیان آیہ کریمہ لا اقوم بهذا البلد وانت حل بهذا البلد (میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں اور اسے محبوب! تو اس میں جلوہ افروز ہے۔ ت) جس میں رب العزت جل و علا نے شہر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قسم یاد فرمائی ہے محل استناد میں ذکر کیا کہ قرآن عظیم نے حضور پر نور سید المجتہدین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جان پاک کی بھی قسم کھائی کہ لعنک انھم نفی سکو تھم یعمھون (تیری جان کی قسم یہ کافر اپنے شہر میں بہک رہے ہیں) اور حضور کے شہر مکہ معظمہ کی بھی قسم کھائی کہ لا اقوم بهذا البلد مگر اس قسم میں اُس قسم سے زیادہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہے جس طرح امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس طرف اشارہ کیا کہ عرض کرتے ہیں میرے ماں باپ حضور پر قربان یا رسول اللہ اللہ عزوجل کے نزدیک حضور کا مرتبہ اس حد کو پہنچا کہ حضور کے خاک پاکی قسم یاد فرمائی لا اقوم بهذا البلد ۵ نسیم کی دلکش عبارت یہ ہے :

عَلَيْهِ الْفَصْلُ الْاَوَّلُ مِنَ الْمَقْصِدِ الْعَاشِرِ ۱۲ مِنْهُ (م) دسویں مقصد کی پہلی فصل میں دیکھو۔ (ت)
عَلَيْهِ الْفَصْلُ الرَّابِعُ مِنَ الْبَابِ الْاَوَّلِ ۱۲ مِنْهُ (م) باب اول کی چوتھی فصل میں دیکھو۔ (ت)

۱۹۶/۱ نسیم الریاض شرح شفا باب اول الفصل الرابع فی قسمہ تعالیٰ مطبوعہ دار الفکر بیروت
عَلَيْهِ الْقُرْآن ۲/۹۰ عَلَيْهِ الْقُرْآن ۴۲/۱۵ عَلَيْهِ الْقُرْآن ۱/۹۰

قد قالوا ان هذا القسم ادخل في تعظيمه صلى الله تعالى عليه وسلم من القسم بذاته و بحياته كما اشار اليه عمر رضي الله تعالى عنه بقوله يا بني انت وامى يا رسول الله قد بلغت من الفضيلة عنده ان اقسم بتراب قدميك فقال لا اقسم بهذا البلد مبارك قدموں کی قسم اٹھاتے ہوئے فرمایا ہے ، لا اقسم بهذا البلد (میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں) (ت) مراہب میں ہے ،

مفسرین نے تحریر کیا ہے کہ آپ کے شہر کی قسم ، آپ کی ذات اور عمر کی قسم سے زیادہ تعظیم پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ اس کی طرف حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان الفاظ کے ساتھ اشارہ فرمایا ، یا رسول اللہ ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ اللہ تعالیٰ کے ہاں اتنی عظیم المرتبت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے مبارک قدموں کی قسم اٹھاتے ہوئے فرمایا ہے ، لا اقسم بهذا البلد (میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں) (ت)

على كل حال فهذا المتضمن للقسم ببلد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ولا يخفى ما فيه من تزيادة التعظيم وقد روى ان عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه قال للنسبي صلى الله تعالى عليه وسلم يا بني انت وامى يا رسول الله لقد بلغت من فضيلتك عند الله ان اقسم بحياتك دون سائر الانبياء ولقد بلغت من فضيلتك عند ان اقسم بتراب قدميك فقال لا اقسم بهذا البلد

ہر حال میں یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شہر کی قسم کو متضمن ہے اور اس قسم میں جو عظمت مرتبہ ہے وہ مخفی نہیں ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا ، یا رسول اللہ ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ کی فضیلت اللہ تعالیٰ کے ہاں اتنی عظیم ہے کہ آپ کی حیات مبارکہ کی ہی اس نے قسم اٹھائی ہے کہ دوسرا نبی کی اور آپ کی عظمت و مرتبت اس کے ہاں اتنی عظیم ہے کہ اس نے لا اقسم بهذا البلد کے ذریعے آپ کے مبارک قدموں کی خاک کی قسم اٹھائی ہے ۔ (ت)

عبد المقصد السادس النوع الخامس الفصل الخامس من ۱۲ منہ (م) دسویں مقصد کی نوع خامس سے پانچویں فصل دیکھو ۱۲ منہ (ت)

۱۹۶/۱ سلمہ نسیم الرياض شرح شفا باب اول الفصل الرابع فی قمره تعالیٰ مطبوعہ دار الفکر بیروت
۲۷۰/۶ سلمہ المواہب اللدنیہ مع شرف الزرقانی الفصل الثانی من النوع الثانی مطبوعہ عامرہ مصر

مدارج میں اسے نقل کر کے فرمایا،

یعنی سوگند خوردن ببلکہ عبارت است کہ از زینے کہ
پے سپر میکند، آنرا (پائے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم) سوگند بخاک پائے خوردن است، و این
لفظ در ظاهر نظر سخت سے در آید، نسبت بجناب
عزت چوں گویند کہ سوگند میخورد بخاک پائے حضرت رستا
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و نظر بحقیقت معنی صاف
پاک است کہ بخار سے برائی نہ، و تحقیق این سخن آنست
کہ سوگند خوردن حضرت رب العزت جل جلالہ بچیزے
غیر ذات و صفات خود برائے اظہار شرف و فضیلت
و تمیز آں چیزست نزد مردم و نسبت بایشان تاباند
کہ آں امرے عظیم و شریف است نہ آنکہ اعظم است
نسبت بوائے تعالیٰ الخ

یعنی شہر کی قسم کھانے سے مراد یہی ہے کہ اس کے
خاک پاک قسم اٹھائی ہے کیونکہ شہر سے مراد وہ زمین اور
جگہ ہے جہاں حضور پاؤں رکھ کر چلتے ہیں، بظاہر یہ
الفاظ سخت معلوم ہوتے ہیں کہ باری تعالیٰ حضور کے
خاک پاک قسم اٹھائے، لیکن اگر اس کی حقیقت
کو دیکھا جائے تو اس میں کوئی پوشیدگی و غبار نہیں
وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ جب اپنی ذات و صفات کے
علاوہ کسی شے کی قسم اٹھاتا ہے تو وہ اس لیے نہیں
ہوتی کہ وہ شے (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ سے عظیم ہو بلکہ حکمت
یہ ہوتی ہے کہ اس چیز کو وہ شرف و عظمت نصیب
ہو جائے جس کی وجہ سے عام لوگوں پر اس کا اختیار قائم
ہو اور لوگ شسوس کریں کہ یہ شے نسبت دوسری چیزوں کے
نہایت عظیم ہے نہ کہ وہ معاذ اللہ نسبت اللہ تعالیٰ کے عظیم ہے

میں ایک اسی حدیث بے سند کو کیا ذکر کرتا کہ اس کی تصدیق بغیر کتب علماء میں موجود ہیں زیادہ جانے دیجئے
یہ کچھ زمانے کے بڑے محدث شاہ ولی اللہ صاحب بھی جا بجا اپنی تصانیف میں ایسی کتب کی حدیثوں سے
سند لاتے ہیں جو نہ کسی طبقہ حدیث میں داخل نہ اُن میں سند کا نام و نشان، قرۃ العینین میں روایات
مذکورہ تاریخ یافعی و روضۃ الاجاب و شواہد النبوة مولانا جامی قدس سرہ السامی سے استناد موجود،
مثلاً لکھا،

اما تصاف شیخین بصفات کاملہ تلبیہ پس بطریق شیخین (صدیق و فاروق) صفات کاملہ مشہورہ

عہد قسم اول باب سوم فصل دوم ۱۲ منہ (م)

سہ مدارج النبوة وصل مناقب جلیلہ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۶۵/۱

نوٹ: مدارج النبوة مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر کے نسخہ میں خط کشیدہ عبارت نہیں ہے غور و فکر سے معلوم ہوتا ہے کہ
اتنی عبارت اس نسخے میں کسی وجہ سے رہ گئی اور علوفہ کی عبارت میں جو اضافہ ہے وہ درست ہے تیسرا احمد زیدی
سے قرۃ العینین فی تفضیل شیخین تصاف شیخین بصفات کاملہ الخ مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۹۲

بہتر از حال و سہ تصور نگردد زیرا کہ حضرت پیغامبر
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بدو چیز مشغول بودند یکے
تعلیم علم و فاروق اعظم مسائل را تفصیل کرد و ترتیب
کتاب و سنت و اجماع و قیاس آورد و سدہ خل
تحریر نمود چنانکہ علمائے صحابہ ہمہ گواہی دادند کہ فی
اعلم زمان خود است دیگر جہاد کفار و فاروق تحمل اعباء
جہاد بر بچہ نمود کہ خوب تر از آن صورت نگردد و قال
الیافعی فی السنۃ الرابعۃ عشر ففتح دمشق
در روضۃ الاجاب مذکور است کہ در زمان خلافت و
ہزار و سی و شش شہر با توابع و لواحق آن فتح شد
چہار ہزار مسجد ساختہ گشت و چہار ہزار کنیہ خراب گردید
و یک ہزار و نہ صد منبر بنا کردند آہ بالا لقطاع

میں برو کار لایا جائے تو محسوس ہوگا کہ انبیاء کی خلافت کا
کام ان سے بہتر نبھایا نہیں جاسکتا کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم جن دو معاملات کی طرف بہت ہی زیادہ
توجہ دیتے تھے ان میں سے ایک تعلیم علم ہے اور فاروق اعظم
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسائل میں کھود کرید کر کے اور نہایت
ہی محنت و کوشش کے ساتھ کتاب و سنت، اجماع و
قیاس کی ترتیب کو قائم فرما کر تحریف کے تمام راستے بند
کر دیے، چنانچہ تمام صحابہ نے اس بات کی گواہی دی ہے
کہ وہ اپنے دور میں سب سے زیادہ عالم تھے۔

دوسرا معاملہ جہاد کا تھا اور فاروق اعظم نے اس معاملہ
کو اس طرح نبھایا کہ اس سے بہتر تصور نہیں کیا جاسکتا
یا فحی کہتے ہیں کہ مسند میں دمشق فتح ہو گیا اور

روضۃ الاجاب میں ہے کہ فاروق اعظم کے دور میں ایک ہزار چھتیس (۱۰۳۶) شہر مع مضافات فتح ہوئے چار ہزار
(۴۰۰۰) مساجد کی تعمیر ہوئی، چار ہزار (۴۰۰۰) کنیے تباہ کیے گئے، ایک ہزار نو سو (۱۹۰۰) منبر تیار ہوئے
آہ بالا لقطاع - دت

یونہی تفسیر عزیزی وغیرہ تصانیف مولانا شاہ عبد العزیز صاحب میں ایسے بہت اسناد طیں گے اس کا
بگنا ہی کہا تھا مجھے تو یہاں یہ نص قاہر و باہر سنانا ہے کہ حدیث مذکور فاروقی باقی انت و امی یا رسول اللہ کا ایک
پارہ امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی شفا شریف میں یونہی بلا سند ذکر فرمایا اس پر امام خاتم الحقاظ
جلال الملہ والدین سیوطی نے مناہل الصفا فی تخریج احادیث الشفا پھر ان کے حوالہ سے علامہ خفاجی نے نسیم میں

حدیث الفیصل السابۃ من الباب الاول (۱۲۷۴ م)

۱۳۰	ص	۱۳۱	ص	۱۳۲	ص	۱۳۳	ص	۱۳۴	ص	۱۳۵	ص	۱۳۶	ص	۱۳۷	ص	۱۳۸	ص	۱۳۹	ص	۱۴۰	ص
۱۳۰	ص	۱۳۱	ص	۱۳۲	ص	۱۳۳	ص	۱۳۴	ص	۱۳۵	ص	۱۳۶	ص	۱۳۷	ص	۱۳۸	ص	۱۳۹	ص	۱۴۰	ص
۱۳۰	ص	۱۳۱	ص	۱۳۲	ص	۱۳۳	ص	۱۳۴	ص	۱۳۵	ص	۱۳۶	ص	۱۳۷	ص	۱۳۸	ص	۱۳۹	ص	۱۴۰	ص

ارشاد کیا:

3۱

ثم اجدہ فی شئ من کتب الاثر لکن صاحب اقتباس
الانوار وابن الحاج فی مدخلہ ذکرہ فی ضمن
حدیث طویل وکفی بذلك سند المثلہ فانہ لیس
بما یتعلق بالاحکام

میں نے یہ حدیث کسی کتاب حدیث میں نہ پائی، مگر
صاحب اقتباس الانوار اور ابن الحاج نے مدخل
میں ایک حدیث طویل اسے ذکر کیا، ایسی حدیث کو
اتنی ہی سند بہت ہے کہ وہ کچھ احکام سے تو
متعلق نہیں۔ (د ت)

فقیر بعون رب قدیر جل وعلا تنزل پر تنزل کر کے روشن تر سے روشن تر کلام کرے مگر حضرات منکرین کی
آنکھیں خدا ہی کھولے۔

افادہ بست و ہشتم (حدیث اگر موضوع بھی ہو تو تاہم اس سے فعل کی ممانعت لازم نہیں) **اقول** اچھا
سب جانے دیجئے اپنی خاطر پورا تنزل لیجئے بالفرض حدیث موضوع و باطل ہی ہو تاہم موضوعیت حدیث عدم حدیث ہے
نہ حدیث عدم، اُس کا اصل صرف اتنا ہوگا کہ اس بارہ میں کچھ وارد نہ ہوا نہ یہ کہ انکار و منع وارد ہوا، اب اصل فعل کو
دیکھا جائے گا اگر قواعد شرع ممانعت بتائیں ممنوع ہوگا ورنہ اباحت اصلید پر رہے گا اور پر نیت حسن و مستحسن
ہو جائے گا۔

كما هو شان الباحات جميعا كما نص عليه في
محس قال في الاشياء من القاعدة الاولى اما
الباحات فانها تختلف صفتها باعتبارها قصد
لاجلها او عنها فنقل في اوائل كتاب رد المحتار
وفيه ايضا من كتاب الاضحية في مسئلة
العقيقة وان قلنا انها مباحة لكن يقصد
الشكر تصير قربية فان النية تصير العادات
عبادات والمباحات طاعات اه وكلام الاغوذج
مرفى الافادة الحادية والعشرين ۱۲ من (م)

جیسا کہ تمام مباحات کا معاملہ ہے جیسا کہ اس پر اشیاء
اشیاء میں قاعدہ اولیٰ میں ہے کہ مباحات صفت کے
اختلاف سے مختلف ہو جاتے ہیں اس اعتبار کے ساتھ
جس کا ارادہ کیا گیا ہو الخ اس عبارت کو رد المحتار کی کتاب
النکاح کے اوائل میں نقل کیا گیا ہے، رد المحتار کی کتاب
الاضحية میں بھی عقیقہ کے مسئلہ کے متعلق ہے کہ ہم
کہتے ہیں یہ اگرچہ مباح ہے لیکن شکر کے ارادہ سے عبادت
بن جاتا ہے کیونکہ نیت عادت کو عبادت میں اور مباحات
کو عبادت و فرمانبرداری میں بدل دیتی ہے اه اور
الخ مرفی العلوم کا کلام اکیسویں افادہ میں گزیر چکا ہے (د ت)

لے نسیم الریاض شرح الشفاہ باب اول الفصل السابع فیما اخبر الله تعالیٰ الخ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲۴۸/۱
لے الاشیاء والنظائر بیان دخول النية فی العبادات الخ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۳۴/۱
۳ رد المحتار کتاب الاضحية دار احیاء العربی بیروت ۳۰۸/۵

الاشباه ورد المختار و انوار العلوم وغیرہا و رد المحتار اور انموذج العلوم اور ان جیسی دیگر معتد
من معتقدات الاسفار۔ کتب میں تصریح کی ہے (ت)

حدیث کے موضوع ہونے سے فعل کیوں ممنوع ہونے لگا موضوع خود باطل و مہمل و بے اثر ہے یا نہی و نعمت
کا پروانہ لا جرم علامہ سیدی احمد طحاوی مصری حاشیہ در مختار میں زیر قول رملی و اما الموضوع فلا يجوز العمل به
بحال فرماتے ہیں،

ای حدیث کا مخالف القواعد الشریعة و اما لو كان
داخل في أصل عام فلا مانع منه لا يجعله
حدیثا بل لدخوله تحت الاصل العام۔
یعنی جس فعل کے بارہ میں حدیث موضوع وارد ہو اسے
کرنا اسی حالت میں ممنوع ہے کہ خود وہ فعل قواعد شرع
کے خلاف ہو اور اگر ایسا نہیں بلکہ کسی اصل کلی کے نیچے
داخل ہے تو اگرچہ حدیث موضوع ہو فعل سے مانع نہیں ہو سکتی اس لیے کہ موضوع کو حدیث ٹھہرائیں بلکہ اس لیے
کہ وہ قاعدہ کلیہ کے نیچے داخل ہے۔

اقول فقد افاد رحمه الله تعالى
بتعليله ان المراد جواز العمل بما في موضوع
لا كونه في موضوع و سئلني عليك
تحقيق المقام بتوفيق الملك العلامة فانتظر۔
اقول سید احمد طحاوی نے اس تعلیل کے ذریعہ
یہ ضابطہ بیان فرمادیا کہ مراد یہ ہے کہ موضوع حدیث
کے مفہوم میں جو شرعی قاعدہ کے موافق ہے اس پر عمل
ہے نہ کہ موضوع حدیث پر عمل ہے اعتقاربہم اللہ تعالیٰ کی
توفیق سے اس پر تفصیلی گفتگو کریں گے پس آپ انتظار کریں۔
یہ تو تصریح کلی تھی اب جزئیات پر نظر کیجئے تو وہ بھی باعلیٰ نداء شہادت جواز دے رہے ہیں جس سے کلمات علماء کرام
حشرنا اللہ تعالیٰ فی زمرتهم کی خدمت کی وہ جانتا ہے کہ درود موضوعات و باطل ان کے نزدیک موجب منع فعل
نہ تھا بلکہ باوصف الظہار وضع بطلان حدیث اجازت افعال کی تصریح فرماتے یہاں بنظر اختصار چند امثلہ
پراقتصار۔

(۱) امام سخاوی مقاصد حسنی میں فرماتے ہیں،

حدیث لبس الخرقۃ الصوفیۃ و کون المحسن
البصری لبسہا من علی قال ابنت دحیۃ و
خرقہ پوشی صوفیہ کرام کی حدیث اور یہ کہ حضرت حسن بصری
قدس سرہ السری نے امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ

ابن الصلاح انہ باطل و کذا قال شیخنا، انہ
لیس فی شئی من طرقہا ما یثبت ولہ یرو فی خبر
صحیح ولا حسن ولا ضعیف ان التبی صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم البس الخرقۃ علی الصوۃ
المتعارفۃ بین الصوفیۃ لاحد من اصحابہ
ولا امر احدا من اصحابہ بفعل ذلک وکل ما
یروی فی ذلک صریحا فباطل، ثم انت ائمة
الحديث لم یثبتوا للحسن من علی سماعا فضلا
عن ان یلبسہ الخرقۃ ولم یتفرد شیخنا بهذا
بل سبقہ الیہ جماعة حتی من لبسہا والبسہا
کالدیاطی والذهبی والہکاری وابی حیان
والعلائی ومغلطائی والعراقی وابن الملکن
والابناسی والبرہان العلیی وابن نادر الدین
هذا مع الباسی یا ہالجماعة من اعیان
المصوفة امتثالاً لزامہم لی بذلک حتی
تجاء الکعبۃ المشرقة تبرکاً بذكر الصالحین
واققاء لمن اثبتہ من الحفاظ المعتمدین ^۱ آھ
بتلخیص۔

وہم الکرم سے خرقہ پہنا امام ابن دجیر امام ابن الصلاح
نے فرمایا باطل ہے، ایسا ہی ہمارے استاد امام
ابن حجر عسقلانی نے فرمایا کہ اس کی کوئی سند ثابت
نہیں نہ کسی خبر صحیح نہ حسن نہ ضعیف میں آیا کہ حضور
اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس صورت معمولہ
صوفیہ کرام پر کسی کو خرقہ پہنایا یا اس کا حکم فرمایا جو کچھ
اس بارہ میں صریح روایت کیا جاتا ہے سب موضوع
ہے پھر ائمہ حدیث تو حضرت حسن کا حضرت موسیٰ سے
حدیث سننا بھی ثابت نہیں کرتے خرقہ پہنانا تو
بڑی بات ہے اور یہ بات کچھ ہمارے شیخ ہی نے
نہ فرمائی بلکہ اُن سے پہلے ایک جماعت ائمہ محدثین
ایسا ہی فرما چکی یہاں تک کہ وہ اکابر جنہوں نے خود
پہنا پہنایا جیسے امام دیاطی امام ذہبی امام شیخ الاسلام
سیدنابھکاری امام ابو حیان امام علاء الدین علائی
امام مغلطائی امام عراقی امام ابن طلق امام ابناسی
امام برہان علی امام ابن ناصر الدین دمشقی یہ بآئینہ
نے خود ایک جماعت عمدہ متصفین کو خرقہ پہنایا کہ
مشائخ کرام نے مجھ پر لازم فرمایا تھا یہاں تک کہ خاص

کبر معظمہ کے سامنے پہنایا ذکر اولیائے کرام سے برکت لینے اور حفاظہ معتدین کی پیروی کو جو اُسے ثابت کر گئے۔ (د ت)
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، دیکھو یہ جماعت کثیرۃ ائمہ دین و عملہ شرع میں بآئینہ احادیث خرقہ کو باطل محض جانتے
پھر بھی خرقہ پہنتے پہناتے اور اسے باعث برکات مانتے۔

تبلیغیہ انکار محدثین اپنے مبلغ علم پر ہے اور وہ اُس میں معذور و مگر حق اثبات سماع ہے محققین نے اُسے
بسنہ صحیح ثابت کیا امام خاتم الفقہان جلال سیوطی نے خاص اس باب میں رسالہ اتحاد الفرق تالیف فرمایا اُس میں

مرتبہ۔

اثبتہ جماعة وهو الراجح عندی لوجودہ وقد رجحہ الضاہل الحافظ ضیاء الدین المقدسی فی المختارۃ وتبعہ الحافظ ابن حجر فی اطراف المختارۃ۔ مختار صحیح مختارہ میں ترجیح دی اور امام الشافعی ابن حجر عسقلانی نے اطراف مختارہ میں ان کی تبعیت کی ہے۔ پھر دلائل ترجیح لکھ کر فرماتے ہیں، امام ابن حجر نے فرمایا، مسند ابی یعلیٰ میں ایک حدیث ہے کہ،

حدثنا جویریۃ بن اشرس قال اخبرنا عقبۃ بن ابی الصہبۃ الباہلی قال سمعت الحسن یقول سمعت علیا یقول قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مثل امتی مثل المطر الحدیث

جویریہ بن اشرس نے ہیں حدیث بیان کی کہ عقبہ بن ابی صہبہ باہلی نے ہیں خبر دی کہ میں نے حسن بصری سے سنا وہ کہتے تھے میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کی مثال بارش کی طرح ہے المیرثۃ

ہمارے شیخ الشافعی محمد بن حسن بن صیرفی نے فرمایا یہ حدیث نص صریح ہے کہ حسن کو مونی علی سے سماع حاصل ہے اس کے رجال سب ثقات ہیں جویریہ کو ابن جہان اور عقبہ کو امام احمد و یحییٰ بن یعین نے ثقہ کہا انتہی۔

اقول یہ تو بطور محدثین ثبوت صریح و صحیح ہے اور حضرات صوفیہ کرام کی نقل متواتر تو موجب علم قطعی و یقینی ہے جس کے بعد حصول سماع و لبس غرقہ میں اصلاً محل سخن نہیں و لا الحمد۔

(۲) علامہ طاہر فتنی آفریح بحار الانوار میں فرماتے ہیں،

من شہم الورد ولم یصل علی فقد جفا فی ہو باطل و کذب و کذا من شہم الورد الاحمر الا قد کبت فی شان الصلوۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ

یہ حدیث کہ جس نے پھول سُونگھا اور مجھ پر درود نہ بھیجا اُس نے مجھ پر ظلم کیا باطل و کذب ہے ایسی ہی وہ حدیث جو گلاب کا پھول سُونگھنے میں آئی (۱) میں نے

عنہ الفتنی یکتب علی ما یزید من عند نفسه فلعلہا من الزیادۃ ۱۲ منہ (مر)

علامہ فتنی جو اپنی طرف سے اضافہ کرتے ہیں تو "ز" لکھ دیتے ہیں غالباً اس "ز" سے اس اضافہ کی طرف اشارہ کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

۱۰۲/۲ دار الفکر بیروت

۱۰۴/۲

۱۰۴/۲

۱۰۴/۲

عليه وسلم عند الطيب لشيخنا الشيخ
على المتقي قدس سره هل له اصل فكتب
الجواب عن شيخنا الشيخ ابن حجر قدس سره
او غيره بما نصه اما الصلاة على النبي صلى الله تعالى
عليه وسلم عند ذلك ونحوه فلا اصل لها ولا
في ذلك فلا كراهة عندنا والله ملخصا۔

اس باب میں اپنے شیخ حضرت شیخ علی متقی مکی قدس سرہ الملکی
کو لکھا کہ خوشبو سونگھتے وقت درود پاک کی کچھ اصل ہے؟
انہوں نے ہمارے استاد امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ
یا کسی اور عالم کے حوالہ سے جواب تحریر فرمایا کہ ایسے وقت
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کی کچھ اصل
نہیں تاہم ہمارے نزدیک اس میں کوئی کراہت بھی
نہیں اور ملخصاً۔

پھر امام مذکور بعد اس تحقیق کے کہ اُس وقت غافلانہ بے نیت ثواب درود نہ پڑھنا چاہئے ارشاد فرماتے ہیں،
ہاں خوشبو لیتے یا سونگھتے وقت متنبہ ہو کہ حضور اقدس
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے دوست رکھتے اور بکثرت
استعمال فرماتے تھے اس خلقِ عظیم کو یاد کر کے حضور
اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیجے کہ حضور کی
عنایت اور تمام امت پر حضور کا یہ حق ہونا اُس کے دل
میں جگا کہ جب حضور کے آثار شریفہ یا اُن پر دلالت کرنے
والی کوئی چیز دیکھیں تو نہایت تعظیم کی آنکھ سے حضور
اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تصور کریں تو ایسے کے
حق میں حرمت چھوڑ کر اہستہ کیسی، اس نے تو وہ کام کیا
جس پر ثواب کثیر و فضل جمیل پائے گا کہ زیارت
آثار شریفہ کے وقت درود پڑھنا علما نے مستحب رکھا ہے
اور شک نہیں کہ جس نے خوشبو سونگھتے وقت یہ تصور
کیا وہ گویا معنی بعض آثار شریفہ کی زیارت کر رہا ہے تو
اُسے اس وقت حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر
درود و سلام کی کثرت سنت ہے اور مختصراً۔

اما من استيقظ عند اخذ الطيب او شمه الى
ما كان عليه صلى الله تعالى عليه وسلم من
محبته للطيب واكثر منه فتذكر ذلك الخلق
العظيم فضلى عليه صلى الله تعالى عليه وسلم
حينئذ لما وقرى قلبه من جلالته واستحقاقه
على كل امته ان يلحظه بعين نهاية الاجلال
عند رؤية شئ من آثاره او ما يدل عليها فهذا
لا كراهة في حقه فضلا عن الحرمة بل هو ات
بما فيه اكمل الثواب الجزيل والفضل الجميل
وقد استجبه العلماء لمن رأى شئاً من آثاره
صلى الله تعالى عليه وسلم ولا شك ان من
استخبر ما ذكرته عند شمه الطيب يكون
كالرأى لشئ من آثاره الشريفة في المعنى
فليس له الاكثار من الصلاة والسلام عليه
صلى الله تعالى عليه وسلم اح مختصراً۔

دیکھو با آنکہ احادیث موضوع تھیں اور خاص فعل کی اصلا سند نہیں پھر بھی علمائے جائز رکھا اور پرہیزگاری کا باعث اجر عظیم و فضل کریم قرار دیا۔

(۳) فتح الملک الحمید کے باب ثامن عشر میں بعد ذکر احادیث اوجہ و اذکار صبح و شام ہے،

یٰشہبہا ما یتد اولہ السادۃ الصوفیۃ من قول لا الہ الا اللہ سبعین الف مرة یدکرون اللہ تعالیٰ یتق بہا رقبۃ من قالہا واشتری بہا نفسہ من النار ویحافظون علیہا لا نفسہم ولمن مات من اہالیہم و اخوانہم وقد ذکرہا الامام الیافعی والعائذ العکبر المصنوع الدین ابن العربی و اوصی بالمحافظۃ علیہا و ذکرہا انہ قد ورد فیہا تحبیر نبوی لکن قال بعض الشایخ لم ترد بہ السنۃ فیہا علم وقد وقفت علی صوۃ سؤال للمحافظ ابن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن ہذا الحدیث و هو من قال لا الہ الا اللہ سبعین الف فقد اشتری نفسہ من اللہ و صوۃ جوابہ الحدیث المذکور لیس بصحیح ولا حسن ولا ضعیف بل ہو باطل موضوع اھ حکذا قال النجم الغیطی و عقبہ بقولہ لکن ینبغی للشخص ان یفعل ذلک اقتداء بالسادۃ و امتثالاً لقول من اوصی بہا و تبرکاً بافعالہم اھ ملخصاً

اور اس کے وصیت فرمانے والوں کا حکم ماننا اور ان کے افعال سے برکت لینا حاصل ہوا ہر ملخصاً۔

یہ علامہ نجم الدین محمد بن محمد غیطی امام شیخ الاسلام فقیہ محدث عارف باللہ ذکر یا انفاری قدس سرہ اشرفین کے تلمیذ اور حافظ الشان ابن حجر عسقلانی کے تلمیذ التلمیذ اور شاہ ولی اللہ شاہ عبدالعزیز صاحب کے استاد

سلسلہ حدیث میں دیکھو انہوں نے امام ابن حجر کا وہ فتویٰ نقل کر کے حدیث کے باطل و موضوع ہونے کو برقرار رکھا پھر بھی فعل کی وصیت فرمائی کہ اولیائے کرام کا اتباع اور اُن کے حکم کا اقتفال اور اُن کے افعال سے تبرک نصیب ہو و باللہ التوفیق اسی طرح جناب شیخ مجدد صاحب نے بھی اس کی ہدایت فرمائی جلد ثانی مکتوبات میں لکھتے ہیں:

بیارای و دوستان فرمایند کہ ہفتاد ہزار بار کلمہ طیبہ
لا الہ الا اللہ بروحانیت مرحومی خواجہ محمد صادق و
روحانیت مرحومہ ہمشیرہ اوام کلثوم بخوانند و ثواب
ہفتاد ہزار بار بار بروحانیت یکے بخشند و ہفتاد ہزار
دیگر بار بروحانیت دیگرے از دوستان دعا و فاتحہ
مستول است۔
دوست و احباب سے فرمایا کہ ستر ستر ہزار کلمہ طیبہ
لا الہ الا اللہ خواجہ محمد صادق مرحوم کی روحانیت کے
واسطے اور ان کی ہمشیرہ ام کلثوم کی روح طیبہ کے واسطے
پڑھیں اور ستر ہزار ایک رُوح کو اور ستر ہزار دوسرے
کی رُوح کو ایصالِ ثواب کریں اور دوستوں سے دُعا
و فاتحہ کا سوال ہے (ت)

باقی اس باب میں مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کی عبارت افادہ ۱۵ اور احادیث کریمہ حضراتِ اولیائے کرام کی تحقیق افادہ ۱۹ میں دیکھئے۔

(۴) مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے موضوعاتِ کبیر میں فرمایا:

احادیث الذکر علی الاعضاء الوضوء کلہا باطلۃ۔
جن حدیثوں میں یہ آیا ہے کہ وضو میں فلاں فلاں عضو
دھوئے وقت یہ دُعا پڑھو سبب موضوع ہیں۔

عن شیخ اکبر قدس سرہ الاطہر کی روایت کہ مرقاۃ سے گزری فتح الملک المجید میں بھی نقل کی طرف یہ کہ وہاں یہ نافرمانی و دیوبند کے امام مولوی قاسم صاحب نے بھی اسے نقل کیا اور حضرت شیخ کی جگہ حضرت سید الطائف جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام پاک لکھا اور ستر ہزار کا لاکھ یا پچتر ہزار بنایا شاید یہ دھوکا انھیں سوم کے چنوں سے لگا ہو۔ تفسیر الناس میں لکھتے ہیں: حضرت جنیدؒ کے کسی مرید کا رنگ یکا یک متغیر ہو گیا سبب پوچھا تو بروئے مکاشفہ کہا اپنی ماں کو دوزخ میں دیکھتا ہوں، حضرت جنیدؒ نے لاکھ یا پچتر ہزار کلمہ پڑھا تو انہوں نے سمجھ کر بعض روایتوں میں اس قدر کلمہ کے ثواب پر وعدہ مغفرت ہے جی ہی جی میں اس کو بخش دیا بخشنے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ وہ جوان بشارت ہے کہ اب والدہ کو جنت میں دیکھتا ہوں آپ نے فرمایا اس جرای کے مکاشفہ کی صحت مجھ کو حدیث سے معلوم ہوئی اور حدیث کی تصحیح اس کے مکاشفہ سے ہو گئی اہ تبغیص ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

۱۰ مکتوبات امام ربانی مکتوب ۸ بمولانا برکی الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۴۱

۱۱ الاسرار المرفوعہ المعروف بالموضوعات الکبریٰ احادیث الذکر علی الاعضاء الوضوء دار المکتب العربیہ بیروت ص ۳۴۵

۱۲ تحفۃ الناس خلاصہ دلائل دار الشاعت کراچی ص ۴۴، ۴۵

بایںہم فرمایا،

ثم اعلم انه لا يلزم من كون اذكار الوضوء
غير ثابتة عنه صلى الله تعالى عليه وسلم
ان تكون مكروهة او بدعة مذمومة بل
انها مستحبة استحباب العلماء الاعلام و
المشايخ الكرام لمناسبة كل عضو بدعاء
يليق في المقام له

پھر یہ جان رکھ کر اذکار وضو کا حضور اقدس صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہونا اسے مستلزم نہیں کہ وہ
مکروہ یا بدعتِ شنیعہ ہوں بلکہ مستحب ہیں علامہ عظام
و اولیائے کرام نے ہر ہر عضو کے لائق دعا اس کی
مناسبت سے مستحب مانی ہے۔

اس عبارت سے روشن طور پر ثابت ہوا کہ اباحت تو اباحت موضوعیت حدیث استحباب فعل کی بھی منافی نہیں اور
واقعی ایسا ہی ہے کہ موضوعیت عدم حدیث ہے اور ورود حدیث بخصوص فعل لازم استحباب نہیں کہ اس کے ارتقاء سے
اس کا اشتغال لازم آئے کمالاً بخفی۔

تبشیر اس بارہ میں سب احادیث کا موضوع ہونا ابن القیم کا خیال ہے اسی سے مولانا علی قاری نے نقل
فرمایا اور ایسا ہی ذہبی نے ترجمہ عباد بن صہیب میں حسب عادت حکم کیا مگر عند التحقيق اس میں کلام ہے اس باب
میں ایک مفصل حدیث ابو عاتم اور ابن جابر نے تاریخ میں اس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی انصافاً غایت کی
ضعف ہے اور مقام مقام فضائل،

راجع المجلد شروح النبیة للامام ابن امیر الحاج
تجدد ما یرشدك الى الحق بسراج وھاجر فی
لیلہ داج۔

امام ابن امیر الحاج کی کتاب جلیہ شرح منیہ کا مطالعہ کرو
اس میں توانہ میری رات میں روشن چراغ کے ساتھ
حق کو پالے گا۔ (ت)

(۵) سب سے طرف تیر کہ حدیث مسلسل بلاضافہ کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے اس کی اجازت مع ضیافت
آب و خرما اپنے شیخ علامہ ابو طاہر مدنی سے لی اور اسی طرح مع ضیافت اپنے صاحبزادہ مولانا شاہ عبد العزیز صاحب
اور انھوں نے اپنے نواسے میاں اسحاق صاحب کو دی اُس کا مدار عبد اللہ بن میمون قداح متروک پر ہونے کے علاوہ
خود الفاظ متن ہی سخت منکر واقع ہوئے ہیں بایںہم اکابر محمد شین کرام آج تک اس سے برکت تسلسل چاہا کئے ہیں ان کے
اسماء کرام سلسلہ سند سے ظاہر شیخ شیعنا فی الحدیث مولانا عابد سندھی مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے ثبت حصار شارد
میں اُسے ذکر کر کے فرماتے ہیں،

هذا بما تفرد به عبد الله بن مسعود القداح
وصرح غير واحد بانه متهم بالكذب والوضع
قال السخاوي لا يباح ذكره الا مع ذكر وضعه
لكن المحدثين مع كثرة كلامهم فيه ومبالغتهم
فيه ورعيه بالوضع لا يزالون يذكرونه يتبركون
بالقول

یہ حدیث صرف بروایت قداح آئی اور متعدد ائمہ نے
اُس کے متهم بکذب و وضع ہونے کی تصریح فرمائی، امام
سخاوی فرماتے ہیں اُس کا ذکر بے بیان موضوعیت روا
نہیں مگر محدثین کثرت سے کلام اور مبالغہ آرائی کرتے
ہے اور اُس پر وضع حدیث کا طعن کرتے ہے پھر بھی ہمیشہ
اس حدیث کو ذکر کرتے اس سے مسلسل برکت چاہتے ہے میں آہ
اقول یہ حدیث ہیں اپنے مشائخ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے دو طریق سے پہنچی، اول بطریق شیخ محمد بن مولا

عبد الحی محمد بن مطہری،

اپنی سند سے امام ابو الخیر شمس الدین ابن جزری تک اپنی سند
سے ابو الحسن الصقلی تک وہ اپنی سند سے قداح
تک امام جعفر صادق سے وہ اپنے آباؤ کرام سے
وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہم سے وہ حضور اکرم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔
(ت)

بسنده الى الامام ابي الخير شمس الدين ابن
بن محمد بن محمد بن محمد بن الجزري بسنده الى
ابي الحسن الصقلی بطريقه الى القداح عن الامام
جعفر الصادق عن آباءه الكرام عن امير المؤمنين
علي كرم الله تعالى وجوههم عن النبي صلي الله
تعالى عليه وسلم۔

دوسری بطریق شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی،

اپنی سند سے ابو الحسن تک وہ قداح تک وہ امیر المؤمنین
علی کرم اللہ وجہہم سے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔
قداح رجال جامع ترمذی سے ہے مگر وہ کسی حد وضع تک نہیں تین طریق دوم میں مبالغہات عظیمہ میں اس
پر حکم بطلان نہیں شاہ ولی اللہ صاحب کی روایت وہی ہے اور اسی میں ہمارا کلام مگر طریق اول میں صرف اتنا ہے کہ
وہ شخص جس نے کسی ایک مومن کی ضیافت کی گویا اس نے آدم
کی ضیافت کی اور جس نے دو کی ضیافت کی اس نے
آدم و حوا کی ضیافت کی جس نے تین مومنوں کی ضیافت
کی گویا انس نے جبریل، میکائیل اور اسرافیل کی
مہمان نوازی کی۔ (ت)

بسنده الى ابي الحسن الى القداح الى امير المؤمنين
عن النبي صلي الله تعالى عليه وسلم۔

من اضاف مؤنفا فكانما اضاف آدم ومن
اضاف اثنين فكانما اضاف آدم و حواء ومن
اضاف ثلثة فكانما اضاف جبرائيل وميكائيل
واسرافيل

لے مثبت حصر الشارح

لے کنز العمال کتاب الضیافت من قسم الافعال حدیث ۲۵۹۷۵ مطبوعہ مؤسستہ الرسالہ بیروت ۲۶۹/۹

اس میں کوئی ایسا امر نہیں کہ قلب خواہی خواہی وضع پر شہادت دے ولہذا امام الجزری نے اسی قدر فرمایا کہ حدیث غریب لہر یقع لنا بهذا الوجه الا بهذا الاسناد (یہ حدیث غریب ہے ہمیں اس طور پر صرف اسی سند کے ساتھ معلوم ہے۔ ت) ظاہر ہے کہ تفرد متروک مستلزم وضع نہیں،

كما بيناه في الافادة التاسعة اما ما اعلمه الشيخ ابو محمد محمد بن الامير المالكى المصرى المدرس بالجامع الانصارى بعد ايواده في ثبته بالمقتن الشافى المذكور فيس الاضافة الى تسام العشرة بذكر المشكاة في الضيافة وهم لاديا كلون ولا يشربون قال فان صرح فهو خارج مخرج القرض والتقدير اه كما انبأنا به في جملة مروياته شيخنا العلامة ترمين المحرم السيد احمد بن ترمين بن دحلان المكي عن الشيخ عثمان بن حسن الدمشقي عن مؤلفه الشيخ الامير المالكى فاقول ليس باعجب مما انبأنا السيد حسين بن صالح جعل الليل المكي عن الشيخ محمد عابد السند المدنى بسنده المشهور الى صحيح مسلم بسنده المعلوم الى ابى هريرة رضى الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ان الله عز وجل يقول يوم القيمة يا ابن آدم مرضت فلم تعدنى الحديث وفيه يا ابن آدم استطعتك فلم تطعننى قال يا رب كيف

جیسا کہ ہم نے اسے نوں افادہ میں بیان کر دیا ہے لیکن شیخ ابو محمد محمد بن امیر مالکی مصری جو جامع ازہر کے مدرس بھی ہیں انہوں نے اس کو اپنے ثبت میں متنی ثانی ذکر کے ساتھ ذکر کرنے کے بعد جو علت بیان کی ہے اس متن میں ضیافت میں ذکر ملائکہ کے ساتھ دس مومنوں تک کا اضافہ ذکر ہے حالانکہ مذہب کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں فرمایا کہ اگر یہ روایت صحیح ہو تو یہ تشیل بطور فرض و تقدیر ہے اور جیسا کہ اس کی خبر ہمیں ان کی جملہ روایات میں ہمارے شیخ علامہ زین الحرم سید احمد بن زین بن دسلان مکی نے شیخ عثمان بن حسین دمیاطی سے اس کے مولف شیخ امیر مالکی سے دی ہے فاقول یہ اس سے کوئی زیادہ عجیب نہیں جس کی خبر ہمیں سید حسین بن صالح جمل اللیل المکی نے شیخ محمد عابد سندھی مدنی سے اپنی مشہور سند کے ساتھ دی جو کہ صحیح مسلم تک ہے ہ اپنی سند معلوم سے حضرت ابو ہریرہ سے راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ عز وجل قیامت کے روز فرمائے گا اے ابن آدم! میں بیمار ہوا تھا تو نے میری عیادت نہ کی الحدیث اور اسی میں ہے کہ اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا

اطعمك وانت سرب العلمين قال اما علمت انه استطعمك عبدی فقلت فلم تطعمه اما علمت انك لو اطعمته لوجدت ذلك عندی یا ابن آدم استسقی بک فلو تسقى الحديث المعروف

تو نے مجھے نہیں کھلایا وہ عرض کرے گا اے میرے رب! میں تجھے کیسے کھلاتا حالانکہ تو تمام جہانوں کا رب ہے، فرمایا کیا تو نہیں جانتا تجھ سے میرے فلاں بندے نے کھانا مانگا تھا اور تو نے نہیں دیا تھا کیا تو نہیں جانتا کہ اگر تو اسے کھلا دیتا تو اسے آج میرے پاس پاتا، اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا تو نے مجھے نہیں پلایا۔ حدیث معروف ہے۔ (ت)

ثم اقول تحقیق مقام یہ ہے کہ عمل بموضوع و عمل بما فی موضوع میں زمین آسمان کا فرق ہے کما ینظر مساقد مناه فی الکافاة المحادیة والعشرین (جیسا کہ ظاہر ہے اسے ہم اکیسویں فائدے میں بیان کر آئے ہیں۔ ت) ثانی مطلقاً ممنوع نہیں ورنہ ایجاب و تحريم کی باگ مضمریان بیباک کے ہاتھ ہو جائے لاکھوں افعال مباح جن کے خصوص میں نصوص نہیں وضاعین ان میں سے جس کی ترغیب میں حدیث وضع کر دیں حرام ہو جائے جسے ترہیب میں گھر لیں وہ واجب ہو جائے کہ تقدیر اول پر فعل ثانی پر ترک مستلزم موافقت موضوع ہوگا اور وہ ممنوع لطف یہ کہ اگر ترغیب و ترہیب دونوں میں بنادیں تو فعل و ترک دونوں کی جان پر بنا دیں نہ کرتے بن پڑے نہ چھوڑتے فاعلم وافهم انکنت تفهم (جان لے سمجھ لے اگر تو سمجھ سکتا ہے۔ ت) اور اول میں بھی حقیقتہً مخد و نفس فعل میں نہیں بلکہ نظر امثال واعتقاد ثبوت میں تو بغرض وضع اس نظر سے منع ہے نہ اصل فعل سے، سفہائے و بابیہ ہمیشہ ذات و عارض میں فرق نہیں کرتے

ما علی مثلهم یعد الخطاء

افاده بسبب ونهم (اعمال مشایخ محتاج سند نہیں اعمال میں تصرف و ایجاد مشایخ کو ہمیشہ گنجائش) بالفرض کچھ نہ سہی تو اقل درجہ اس فعل کو اعمال مشایخ سے ایک عمل سمجھئے کہ بغرض روشنائی بصر معمول ایسی جگہ ثبوت حدیث کی کیا ضرورت، صیغۃ اعمال میں تصرف و استخراج مشایخ کو ہمیشہ گنجائش ہے بزاروں عمل اولیائے کرام بتاتے ہیں کہ باعث نفع بندگان خدا ہوتے ہیں کوئی ذی عقل حدیث سے ان کی سند خاص نہیں ملے گی کتب ائمہ و علماء و مشایخ و اساتذہ شاہ ولی اللہ شاہ عبدالعزیز اور خود ان بزرگواروں کی تصانیف ایسی صد ہا

باتوں سے مالا مال ہیں انھیں کیوں نہیں بدعت و ممنوع کہتے، خود شاہ ولی اللہ ہوامع میں لکھتے ہیں:

اجتہاد و اختراع اعمالِ تصرفیہ راہِ کشادہ است
مانند استخراجِ ابلہا نسجہ سے قریب دین را این فقیر را
معلوم شدہ است کہ در وقتِ اولِ طلوعِ صبح صادق تا
اسفارِ مقابلِ صبحِ شستن و چشمِ راباں نور و خشن و یانور
را مکرر گفتن تا ہزار بار کیفیتِ ملکہِ راقوتِ میدہ و
احادیثِ نفسِ می نشانہ آہِ ملخصا۔
اعمالِ تصرفیہ میں نئی نئی ایجاد کے لیے اجتہاد کا دروازہ
کھولنا ایسے ہی ہے جیسے ابلہا قریب دین سے نسجوں کا
استخراج کر لیتے ہیں اس فقیر کو معلوم ہے کہ اولِ صبح صادق
سے سفیدی تک صبح کے مقابل بیٹھنا اور آنکھ کو اس کے
نور و اجالے کی طرف لگانا اور میانوس کا لفظ بار بار
ایک ہزار تک پڑھنا کیفیتِ ملکہِ راقوت دیتا ہے اور
وسواس سے نجات دلاتا ہے۔ اھ ملخصا (ت)

اس میں ہے،

چند نوع کو امت از بیح ولی الہا اشار اللہ منقلب
نمی شود از انجملہ فراست صادقہ و کشف و اشراق
بر خواطر و از انجملہ ظہور تا شیردرد عارض و اعمالِ تصرفیہ
او تا عالمِ بغیض نفس او منتفع شود آہ ملقطا۔
چند کرامات تو ایسی ہیں جو کسی ولی سے الہا اشار اللہ
جدا نہیں ہوتیں ان میں سے بعض یہ ہیں فراست صادقہ
کشف احوال، دلوں کے رازوں سے آگاہی اور
ان میں سے دعا و تعویذ، دم اور اعمالِ تصرفیہ میں
برکتِ گہماں تک کہ سارا جہان ان کے اس فیض سے
مستفید ہوتا ہے اھ ملقطا (ت)

عزیز و اعدا را انصاف، ذرا شاہ ولی کے قول الجملہ کو دیکھو اور ان کے والد و مشایخ و غیرہم کے
اختراعی اعمالِ تماشا کو، در دوسرے کے لیے تختہ پر ریتا بچھنا کیل سے ابجد ہونے لکھنا، چھپک کو نیلے سوت کا گنڈا بنانا،
چھوٹک چھوٹک کر گرہیں لگانا، اسمائے اصحابِ کہف سے استعانت کرنا انھیں آگ، ٹوٹ چوری سے امان سمجھنا،
دیواروں پر ان کے لکھنے کو آبدِ جن کی بندش جانتا، دفعِ جن کو چار کیلیں گوشہ ہائے مکان میں گاڑنا، عقیر کے لیے

علہ ہامد عاشورہ از ہوامع مقدمہ ۱۲ منہ (م)

علہ ہامد خامسہ تحت قول شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و بہ

لہامن لدنک ریحا طیبۃ الخ (م)

لہ و علہ ہوامع شاہ ولی اللہ

نگلاب اور زعفران سے ہرن کی کھال لکھنا، یہ کھال اس کے گلے کا بار کرنا، استعاطِ حمل کو کسم کا رنگا گندہ انگانا، عورت کے قد سے ناپنا، گن کر نوگرہیں لگانا، درودِ زہ کو آیاتِ قرآنی لکھ کر عورت کی باتیں ران میں باندھنا، فرزندِ نرینہ کے لیے ہرن کی کھال اور وہی نگلاب و زعفران کا خیال، بچہ کی زندگی کو اجوائن اور کالی مرچیں لینا، آن پر ٹھیک دو پہر کو قرآن پڑھنا، لڑکانہ ہونے کو عورت کے پیٹ پر دائرے کھینچنا، ستر سے کم شمار نہ ہونا، دفعِ نظر کو پھری سے دائرہ کھینچنا، کنڈل کے اندر پھری رکھنا، عائن و سحر کا نام لے کر پکارنا، ناپ کو تین گز دو رالینا، اس پر شہت بہت کیا کیا الحنا وغیرہ معلوم الحنے پڑھنا، قنطاریع النجاذ جالے کون ہے اُسے نہ کرنا، چور کی پہچان کا عمل نگانا، یسٹ پڑھ کر ٹوٹا لکھنا، بخار کو عیسیٰ و موسیٰ و محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قسمیں دینا، مصروع کو تاجے کی تختی پر دو اسم کھدوانا، پھر تعیین یہ کہ دن بھی خاص اتوار ہو اُس کی بھی پہلی ہی ساعت میں کار ہو۔ اُس کے سوا صد ہا باتیں ہیں ان میں کون سی حدیث صحیح یا حسن یا ضعیف ہے اسے یہ قرونِ ثلاثہ میں کب تھیں، اور جب کچھ نہیں تو بدعت کیوں نہ ٹھہریں، شاہ صاحب اور ان کے والد ماجد و فرزند ارجمند و اساتذہ و مشایخ معاذ اللہ بدعتی کیوں نہ قرار پائے، یہ سب تو بے سند حلال و نفائس اعمال مگر اذان میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک سن کر انگوٹھے چومنا آنکھوں سے لگانا اُس سے روشنی بھر کی اُمید رکھنا کہ اکابرِ سلف سے ماثور علما و صلحا کا دستِ رکتب فقہ میں مسطور، یہ معاذ اللہ حرام و وبال و موجبِ ضلال، تو کیا بات ہے یہاں نامِ پاک حضور سیدہ الموحین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درمیان ہے لہذا وہ دلوں کی دبی آگ بجیلہ بدعت شعلہ فشاں ہے۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ سے پوش

من اندازِ قد رست رائے شناسم

یہ سب و رکنار شاہ صاحب اور ان کے اسلاف و اخلاف یہاں تک کہ میاں تمبیل دہلوی تک نے امرِ اعظم دینِ تقرب ربِّ الغلین یعنی راہِ سلوک میں صد ہائی باتیں نکالیں طرح طرح کے ایجاد و اختراع کی طرح ایں اور آپ ہی صاف صاف تصریحیں کیں کہ ان کا پتا سلفِ صالح میں نہیں خاص ایجادِ ہندو ہیں ہر نیک و خوب و خوش آئندہ ہیں محدثات کو ذریعہ وصول الی اللہ جانا یا باعثِ ثواب تقرب ربِّ الارباب مانا اس پر ان حضرات کو نہ کل بدعتہ ضلالہ (ہر بدعت گمراہی ہے۔ ت) کا کلیہ یاد آتا ہے نہ من احديث في امرنا ما ليس منه (وہ شخص جس نے ہمارے دین میں کچھ ایجاب کیا جو دین میں سے نہ ہو۔ ت) یہاں غیور مرد (پس وہ مرد وہ ہے۔ ت) کا خلعت پاتا ہے، مگر شریعت اپنے گھر کی ٹھہری تک صحر

من کم آنچه من خواستم تو ممکن آنچه خواسته
(میں جو چاہوں گا کروں گا تو جو چاہے نہ کر)

ان امور کی قدر سے تفصیل اور ان صاحبوں کی تصریحات جلیل فقیر کے رسالہ انہار الانوار من یم صلاح الاسرار^{۱۳} میں مذکور اور عدم ورود کو عدم جاننے کا قلع کافی و قلع کافی کتاب مستطاب اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد و کتاب لا جواب اذا قاتل الاشامہ لسانی عمل المولد والقیامہ وغیرہ تصنیفات شریفہ و تالیفات مفیدہ اعظم حضرت تاج المحققین اکرام سراج المدققین الاعلام حامی السنن السنیہ حاجی الفتن الذیہ بقیۃ السلف المصلحین سیدی و والدی و مولای و مقصدی حضرت مولانا مولوی محمد تقی علی خاں صاحب قادری برکاتی احمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و اجزل قریہ منہ اور بقدر حاجت باجمال و وجازت رسالہ اقامۃ القیامہ علی طاعن القیامہ لنبی تہامہ و غیرہ رسائل و مسائل فقیر میں مسطور والحمد للہ العزیز الغفور والصلوٰۃ والسلام علی المنیر النور و علی آلہ و صحبہ الی یوم النشور آمین۔

افادہ سلیم (بم تو استجاب ہی کہتے ہیں طرفہ یہ کہ وہاں یہ جدیدہ کے طور پر تقبیل ابہامین حساس سنت ہے) **اقول** نہیں تو اس عمل تقبیل ابہامین کا جواز و استجاب ہی ثابت کرنا تھا کہ بعون عز و جل باحسن وجہ نقش مراد کسی نشین اور عرش تحقیق مستقر و یکن ہوا واللہ الحمد علی ما اولی من نعم لا تحصى (اللہ ہی کے لیے تعریف جو غیر محم و نعمتوں کا مالک ہے۔ ت) مگر حضرات و ہادیر اپنے نئے اماموں کی خبریں ان کے طور پر یہ فعل جائز کہاں کا مستحب کیسا خاص سنت سنیہ بلند و بالا ہے اور اس کا منکر سنت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کرنے والا بات بظاہر بہت چوکنے کی ہے کہ کہاں و ہادی کہاں یہ انکھی مذہب بھڑکی خرابی مگر نہ جانا کہ توہب و اضطراب و تقلب و انقلاب و دوفوں ایک پستان سے دودھ پئے ہیں رفاقت دائم کا عہد کیے ہیں

سے مگر براندہ و دور پرورد باز آید

ناگزیر راست تناقص سخن نجدی را

(اگر دور کرے تو دور نہ ہوگا اور اگر چلا جائے تو واپس آجائے گا)

نجدی کے کلام سے تناقص جدا نہیں رہ سکتا

طائفہ جدیدہ کے استاد رشید نے اپنی کتاب عجاب براین قافلہ ما امر اللہ بہ ان یوصل میں مسئلہ قبل شعاف قیام دون الاحکام کے اگرچہ کمال سلیم القلبی و بصیر العینی و عجیب و غریب معنی تراشے کہ جدت کی لہریں حدیث کے قماشے ایک ایک ادھر ہزار ہزار مکا برسے اپنی جائیں و ایں عقل و ہوش و چشم و گوش اپنے عدم ملکہ کو صدقے آتاریں خادمان شرعیات چاکران ملت صالحہ تسعوا انتم ولا اباؤکم (جو تم نے اور تمہاری

آباد و اجداد نے کبھی نہیں سُنیں۔ ت) پکاریں حضرت کی تمام سعی باطل تطویل لا طائل کا یہ حاصل ہے حاصل ہوا ارشاد
 علماء کی یہ مراد کہ صرف وہ حدیث ضعیف قابل قبول جس میں کسی عمل صالح کی فضیلت اور اس پر ثواب مذکور اگرچہ خاص اس
 عمل میں حدیث صحیح نہ آئی ہو جیسے روزہ ماہِ رجب وغیرہ اس کے بغیر اگرچہ حدیث میں عمل کی طلب نیکے جب کوئی خاص
 ثواب و فضیلت مذکور نہ ہو مقبول نہیں کہ یہ تو حدیثِ عمل کی ہوئی نہ فضائلِ عمل کی پھر بشرط مذکور حدیث اگرچہ مقبول
 ہوگی مگر وہ عمل باوصف قبول حدیث و تسلیم فضیلت مستحب ہرگز نہ ٹھہرے گا جب تک حدیث حسن لغیرہ نہ ہو جائے،
 حدیث ضعیف سے ثبوت استحباب محض اختراع و خلافِ اجماع ہے علمائے جتنے اعمال کو ہر نظر و رد احادیث مستحب
 مانا ان سب میں حدیث حسن لغیرہ ہوگئی ہے دلیل یہ کہ احادیث اذعیہ و ضعیفہ کو علامہ طحاوی نے کہہ دیا کہ حسن لغیرہ ہیں
 بس معلوم ہو گیا کہ سب جگہ ایسے ہی ہیں آخر دیگ میں ایک ہی چاول دیکھتے ہیں یہ تو ان کا حکم تھا جو حدیثیں افعال

علم اقرال قبول ضعیف کو کہا سب کا یہی مدعا ہے کہ فضائلِ اعمال میں ضعیف پر عمل درست ہے بھلا لیلۃ الجمر
 شبِ برأتِ عیدین کے صدقہ میں کون سی فضیلت و ثوابِ عظیم مذکور ہے جس پر عمل جائز ہو روایات میں کوئی ثواب
 مذکور نہیں فقط روح کا آنا اور جہنم تک بات کرنا اور طلبِ صدقہ کرنا ہے یہ فضائلِ اعمال کس طرح ہوئے، ہاں
 اسلام ان کے آنے کا ہے یہ باب علم کا ہے و فضلِ عمل کا کیونکہ ان روایات میں عمل ہی نہیں بلکہ علم ہے اور
 اگر کوئی پیاس خاں مرفعتِ عمل تسلیم بھی کرے تو فقط عمل ہے نہ فضلِ عمل ہاں حدیثِ صوم و صلاۃ الادابین
 میں فضلِ عمل ہے اذ ملقطاً ۱۲ منہ (م)

علم انوارِ علم میں تھا فقہا اس عمل کو جو حدیثِ ضعیف سے ثابت ہو مستحسن سمجھتے ہیں چنانچہ صلاۃ الادابین
 گردن کا مسح رجب کا روزہ اس پر کہا یہ ستر پانچ غلط ہے کسی نے یہ نہ کہا محض ایجادِ ناصواب ہے مستحب کا ثبوت
 صحیح یا حسن سے ہوتا ہے ضعاف کہ ان امور میں ہیں تعدد طرق سے حسن لغیرہ ہو گئے ہیں۔

قال فی الدر مختار رواہ ابن جبان وغیرہ در مختار میں کہا اس کو ابن جبان وغیرہ نے کئی طریقوں سے رقا
 من طرق کفی مراد المحتار فارقی الی مرتبۃ الحسن کیا ہے اردو المختار میں ہے اس طرح حدیث مرتبہ حسن تک
 اقول لکن هذا اذا کان ضعفه لسوء ضبط ترقی کرتی ہے طحاوی۔ اقول لیکن یہ اس وقت ہے
 الراوی الصدوق الامین او لا رسالہ او تدلیس جب حدیث کا ضعف صدوق امین راوی کے سوء ضبط
 او جهالة الحال اما لو کان لفسق الراوی او یا ارسال یا تدلیس یا جهالة حال کی وجہ سے ہو۔ اگر وہ ضعف
 کذب فلا انتہی۔ مطلقاً فسق راوی یا کذب راوی کی وجہ سے ہو تو وہ ترقی نہ کرے گا انتہی۔ ت)

پس جس قدر نظائر مرفعت نے لکھے اور جس قدر کتبِ فقہ میں ہیں سب حسن لغیرہ سے ثابت ہوئے ہیں ۱۲ منہ (م)

خرج دال ہوا اگرچہ وہ فعل خاص بلکہ اُس کے جنس کا بھی کوئی فعل قرون ثلاثہ میں نہ پایا گیا ہو سب سنت ہے تو اب اس کی سنیت میں کیا کلام رہا۔ اسی براہین کے صفحہ ۲۸ و ۲۹ پر ارشاد ہوتا ہے :

”مولف اپنی خوبی فہم سے معنی قرون ثلاثہ میں نہ موجود ہونے کے یہ سمجھ رہا ہے کہ اگر جزئی خاص نے اُن قرون میں وجود خارجی نہ پایا اگرچہ دلیل جواز کی موجود ہو تو وہ بدعت سیرہ ہے مگر یہ بالکل غلط فاحش اور کور علی اور کج فہمی ہے بلکہ معنی یہ ہیں کہ جو شے وجود شرعی قرون ثلاثہ میں موجود ہو وہ سنت ہے اور جو بوجہ شرعی موجود نہ ہو وہ بدعت ہے۔ وجود شرعی اس کو کہتے ہیں کہ بدون شارع کے بتانے کے معلوم نہ ہو سکے پس اس شے کا وجود شارع کے ارشاد پر موقوف ہوا خواہ صراحت ارشاد ہو یا اشارۃ و دلالت پس جب کسی نوبت ارشاد سے حکم جواز کا ہو گیا وہ شے وجود شرعی میں آگئی اگرچہ اس کی جنس بھی خارج میں نہ آئی ہو پس جس کے جواز کا حکم کلیۃً ہو گیا وہ بھیج جزئیات شرع میں موجود ہو گیا اور جس کے عدم جواز کا حکم ہو گیا تو شرع میں اس کا عدم ثابت ہو گیا پس یہ حاصل ہوا کہ جس کے جواز کی دلیل قرون ثلاثہ میں ہو تو وہ جزئیہ بوجہ خارجی اُن قرون میں ہوا یا نہ ہوا اور خواہ اس کی جنس کا وجود خارج میں ہو یا نہ ہوا ہر وقت سنت ہے اور وہ بوجہ شرعی ان قرون میں موجود ہے اور جس کے جواز کی دلیل نہیں تو خواہ وہ ان قرون میں بوجہ خارجی ہوا یا نہ ہوا وہ سب بدعت ضلالہ ہے اس قاعدہ کو خوب سمجھ لینا ضرور ہے مولف اور اس کے اشیا نے اُس کی ہوا بھی نہ سونگھی اس عاجز کو اپنے اساتذہ جہانگیر کی توجہ سے حاصل ہوا ہے اس جوہر کو اس کتاب میں ضرور ذکر رکھتا ہوں کہ موافقین کو نفع اور مخالفین کو شاہد ہدایت ہو املیٰ علیہ“

اقول ماشاء اللہ کیا چمکتا جوہر کتاب میں رکھا ہے کہ آدمی و بابیت اپنا جوہر کر گئی، نجدیت بیچاری کے دُور کن ہیں شرک و بدعت، رکن پسین پر قیامت گزر گئی، کبرائے طائفہ کی برسوں کی مالا جسے چستی جیتی جس کا لقب بھگواند آپ ہی کی زبان سے غلط و فاحش و کور علی و کج فہمی کہ فلاں فعل صحابہ نے نہ کیا تا بعین نے نہ کیا فلاں صدی میں شائع ہوا فلاں شخص ہانی تھا تم کیا صحابہ و تابعین سے بھی محبت و تعظیم میں زیادہ کہ انہوں نے نہ کیا تم کرنے پر آمادہ بہتر ہوتا تو وہی کر گزرتے فعل میں اتباع ہے ترک میں کیوں نہیں کرتے نیم شوخی میں ساری بکھر گئی صحابہ و تابعین نے ہزار نہ کیا ہو بلکہ اُس جنس کا بھی کوئی کار نہ کیا ہو کچھ ضرر نہیں اشارۃ و دلالت جزئیہ کلیۃً کسی طرح ارشاد شارع سے جواز نکلے پھر سنت ماننے سے مفر نہیں ہے

طائفہ بھر کے خلاف آپ سبق کہتے ہیں لہذا الحمد اسے ہیبت حق کہتے ہیں

طریقہ یہ کہ اب قرون ثلاثہ کی وہ ہٹ گئے طائفہ کی پُرانی رٹ جسے یہاں بھی نیا دہیہ ہو مہمل رہ گئی

لفظ کا سوا پرکڑا کیجئے، معنی کی نیا اُس پار بہہ گئی جب اُن میں وجود سے سود نہ عدم سے زیاں پھر اُن کا قدم

لے براہین قاطعہ قرون ثلاثہ میں موجود ہونے نہ ہونے کے معنی مطبوعہ مطبع لے بلا ساداقہ دہلور ص ۲۹-۲۸

کیا درمیاں۔ خود کہتے ہو کہ وجود خارجی درکار نہیں اور جو شرعی ہے ارشاد و شارح محال تو کیا صحابہ تابعین پر کوئی نئی
شریعت اُترے گی کہ ان کے قرون میں وجود نو کا خیال ارشاد و شارح سے جس کا جواز مستفاد وہ ہر قرن میں وجود شرعی
موجود اور جس کا منہ مقتضائے ارشاد وہ ہر قرن میں شرع مطہر سے معدوم و مفقود، پھر قرن و دن قرن سے کیا کام رہا،
محض ارشاد اقدس میں کلام ربانی فعلی فعلی کسی حادث ہوا ہر قواعد شرعیہ پر عرض کریں گے اباحت سے وجوب یا ترک اولیٰ
سے حرمت تک جس اصل میں داخل ہو وہی فرض کریں گے یہی غاص مذہب مذہب ارباب حق ہے، صاف نہ کہ وہ
شرم نہ جانے کو اگلی رٹ کا ناحق سبق ہے تم سمجھنا کہ اب تو جو کہنی تھی کہ گئے ہم جانیں گے تم جنم کے ایسے ہی تھے چلو
نہم سمجھے نہ تم آئے کہیں سے
پسینہ پونچھے اپنی جہیں سے

طرقہ تریہ کہ جس کا جواز دلیل شرع میں موجود وہ سب سنت، جس کا معدوم وہ سب بدعت ضلالت، اب
تیسری شتی کی کون سی صورت تمام افعال انہیں دو حکموں میں محصور ہو گئے خصوصاً اباحت و استحباب و کراہت و تنزیہ
تین حکم شرع تو کافر ہو گئے، اساتذہ جمابذہ نے سمجھائی تو اچھی کہ دونی الجھ گئی سلجھائی لچھی اسی ہستی پر یہ ناز و مزور
کہ لوگ تو اس کی ہوا سے دور، حضرت یہ اپنی ہوا خود آپ ہی سوتھیں، اہل حق کو صاف ہی رکھیں، اچھی تعلیم بیٹے
تلامذہ زبے تلقین خجے اساتذہ سے

گر ہمیں مکتب و ہمیں مولا

کار فضلہاں تمام خواہ شد

غیر یہ تو دبا یہ جدیدہ کا نام معتقدہ عقیدہ کہ تقبیل ابہامین سنت مجیدہ، پُرانوں کی سنیے تو وہ اور ہی ہوا پر کہ یہ فعل معاذ اللہ
زنا و ربا و قذف محضہ و قتل ناحق نفس مومنہ سب سے بدرجہ عیاذ اللہ شرک کے انداز اصل ایمان میں غلط انداز
کہ آخر باجماعت طائفہ بدعت حائفہ اور قبیحۃ الایمان کا یہ عقیدہ فحشاء شرک و بدعت سے بہت بچے کہ یہ وہ نوں چیزیں اصل
ایمان میں غلط ڈالتی ہیں اور باقی گناہ ان سے نیچے ہیں کہ وہ اعمال میں غلط ڈالتے ہیں۔ اب خدا جانے انہوں نے سنت
کو کفر سے ملایا انہوں نے قریب بہ کفر کو سنت بنایا خیر طویط کے لیتا وہیں ہمیں کیا مقال،

کفی اللہ اھل الحق القتال والحمد لله المہین اہل حق کی طرف سے قتال میں اللہ کافی ہے اور تمام
القتال والصلوة والسلام علی ذی الافضال تعریف اس باری تعالیٰ کے لیے جو محافظ و بلند ہے

محض ظاہر ہے کہ ضلالت کا ادنیٰ درجہ کراہت تحریم ہے مکروہ تنزیہی ہرگز ضلالت نہیں، دلیل واضح یہ کہ ہر ضلالت
میں باس ہے اور مکروہ تنزیہی لا باس بہ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

والہ وصحبہ خیر صحب و آل آمین -

اور صلوٰۃ و سلام اس ذات پر جو صاحب فضل و اکرام
ہے اور آپ کی آل پر اور اصحاب پر جو بہترین ہیں آمین

حکم اخیر و خلاصہ تحریر بالجمہ جی اس میں اس قدر کہ فعل مذکور بحکم احادیث و بہ تصریح کتب فقہیہ مستحب
مندوب و امید گاہ فضل مطلوب و ثواب مرغوب جو کتب علماء و عمل قدامت و ترغیب و ارادہ پر نظر رکھ کر اسے عمل میں لائے
اُس پر ہرگز کچھ مواخذہ نہیں بلکہ ثواب مروی کی امید و احسن نیت و صدق نیت باعث فضل جاوید اور جو اسے مکروہ و
ممنوع و بدعت بتائے مبطل و غاطی علمائے کرام مقتدایان عام جب کسی منکر کو دیکھیں اُس کے سامنے ضرور ہی کریں کہ
بد مذہب کار و اور اُس کے دل پر غیظ اشد ہو جس طرح ائمہ کرام نے فرمایا کہ وضو نہر سے افضل مگر معتزلی منکر حوض نے
سامنے حوض سے بہتر کہا ہینہ المولیٰ المحقق فی فتح القدیر وغیرہ فی غیۃ جب ترک افضل اس
نیت سے افضل تر مستحب و مندوب تو آپ ہی افضل ،

والحمد لله ولی الانعام و افضل الصلوة و
اکمل السلام علی سید الختام قمر التمام والہ
وصحبہ الکرام آمین -

تمام تعریف اللہ کے لیے جو انعام کا مالک ہے اور فضل
صلوٰۃ اور اکمل سلام ہو انبیاء کے خاتم و سربراہ پر جو
چودھویں کا کامل پانڈ ہیں ، اور آپ کی آل و اصحاب
پر جو نہایت ہی روشن اور مکرم ہیں آمین !

خاتمہ فوائد منشورہ میں ایسا المسلمون اس مسئلہ کا سوال فقیر کے پاس بلوڈ نزدیکی و دور سے بار بار
آیا ہر دفعہ بمقتضائے حال کبھی مختصر کبھی کچھ مطول کبھی دو ایک صفحہ کبھی دو چار ہی سطر جواب لکھتا رہا بار آخر قدر سے زیادہ
تفصیل کی کہ ایک جو تک پہنچ کر صورت رسالہ میں جلوہ گر ہوئی سائل نے علمائے اعلام بدایوں و بریل و رامپور و قین
عن الشہود و بقیین بالسرور (جو شر سے دور سرور سے معذور رہتے ہیں - ت : سے
مہر میں کرائیں تصدیق لکھائیں اصل رسالہ منیر العین اُسی قدر تھا اب کہ بفرمائش سید معظم مولانا مولوی غلام حسین
صاحب جو ناگہمی ذیل یعنی حفظہ اللہ عن شر کل بشر و رقی (اللہ تعالیٰ انہیں ہر بشر اور نظر بد کے شر سے
محفوظ رکھے - ت) و اہتمام تمام مولانا المکرم مولوی محمد عزالدین صاحب ہزاروی جعلہ اللہ کامحہ عصر الدین

علیہ یہ لفظ یہاں عجب لطیف واقع ہوا کہ معتزلہ حوض سے وضو ناجائز بتاتے ہیں یہاں بھی معنی مراد اور وہ اشقیاء حوض کوثر کے
بھی منکر ہیں ۱۲ منہ دم)

۲۰ کلمہ روح الشیہ و آخرین کلمہ فی المیاء ۱۲ منہ دم)

سلہ فتح القدیر باب ما عند الذی یجوز بہ الوضوء مکتبہ نوریہ ضریہ سکر ۱۴۲۱ھ

و عمر بنہ عمر بن الدین المتین (اللہ تعالیٰ انھیں ان کو نام کی طرح دین کی خدمت کرنے والا بنائے اور ان کے ذریعے اپنے دین متین کو آباد فرمائے ۔ ت) و علومت سیدہ حاجی محمد بن حاجی محمد عبداللطیف لطف بھما اللہ اللطیف (لطف فرمائے و الامول ان دونوں پر لطف فرمائے ۔ ت) ، ماہ مبارک اشرف و افضل شہر ربیع الاول ۱۳۱۳ھ میں چھپنا آغاز ہوا سرکار مقبض سے مضامین کثیرہ کا اتفاق و اتفاقہ دلنواز ہوا اور ادھر کا پی کی تیاری ادھر تصنیف جاری ، جو جو لکھا روانہ کیا یہاں تک کہ ایک جز کار سالہ دس جز تک پہنچا الحمد للہ من جاء بالحسنة فله عشر امثالہا (تمام تعریف اللہ کے لیے جو ایک نیکی پر دس اجر عطا فرماتا ہے ۔ ت) جس میں سے رسالہ عربیہ مدارج طبقات الحدیث جد کر لیا ادھر یہ تعجیل ادھر وہ وفاداری سے فرصت قبیل ، نظر ثانی کی بھی فرصت نہ ملی ، بعض فوائد حاضرہ کی تجدید رہ گئی ، بعض نے نظریا غلطی میں وقعت غابر میں کجی کی ہنوز کہ سیارہ طبع بذریعہ حرکت مجھے القلم مبارک کا تارک منتہی کا طالب ہے نہ الحاق باقی مواقع ماضیہ سے تیسر نہ اُس کا ترک ہی مناسب ہے اور ائمہ تصنیف کا ادب شریف کہ آخر کتاب میں کچھ مسائل تازہ کچھ متعلق باجواب سابقہ تحریر اور انھیں مسائل ششٹی یا مسائل مشورہ سے تعبیر فرماتے ہیں لہذا اقتضائے بہم یہ فوائد مشورہ بعونہ تعالیٰ مسلک تحریر میں انتظام پاتے ہیں ۔

قائدہ ۱: تفصیہ جلیلہ (فضیلت و افضلیت میں فرق ہے دربارہ تفضیل حدیث ضعیف ہرگز مقبول نہیں) فضیلت و افضلیت میں زمین آسمان کا فرق ہے وہ اسی باب سے ہے جس میں ضعات بالاتفاق قابل قبول اور یہاں بالا جماع مردود و نامقبول ۔

اقول جس نے قبول ضعات فی الفضائل کا منشا کہ افادات سابقہ میں روشن بیانیوں سے گزرا ذہن نشین کر لیا ہے وہ اس فرق کو بنگاہ اولین سمجھ سکتا ہے قبول ضعات صرف محل نفع بے ضرر میں ہے جہاں اُن کے ماننے سے کسی تحلیل یا تحریف یا اضاعت حق غیر غرض مخالفت شرع کا بوجہ من الوجہ اندیشہ نہ ہو فضائل رجال مثل فضائل اعمال ایسے ہی ہیں ، جن بندگان خدا کا فضل تفصیل خواہ تراجمی دلائل صحیحہ سے ثابت ہے اُن کی کوئی منقبت خاصہ جسے صحاح و ثواب سے معارضت نہ ہو اگر حدیث ضعیف میں آئے اُس کا قبول تو آپ ہی ظاہر کہ اُن کا فضل تو خود صحاح سے ثابت ، یہ ضعیف اُسے ماننے ہی ہوئے مسئلہ میں تو فائدہ زائدہ عطا کرے گی اور اگر تنہا ضعیف ہی فضل میں آئے اور کسی صحیح کی مخالفت نہ ہو وہ بھی مقبول ہوگی کہ صحاح میں تائید نہ سہی خلاف بھی تو نہیں بخلاف افضلیت کے کہ اس کے معنی ایک کو دوسرے سے عند اللہ بہتر و افضل ماننا یہ جب ہی جائز ہوگا کہ ہمیں خدا و رسول جل جلالہ و علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد سے خوب ثابت و محقق ہو جائے ، ورنہ بے ثبوت حکم لگا دینے میں محتال کہ عند اللہ امر بالعکس ہو تو افضل کو مفضل بنایا ، یہ تصریح تنقیص شان ہے اور وہ حرام تو مفسدہ تحلیل حرام و تضييع حق غیر دونوں درپیش کہ افضل کہنا حق اس کا تھا اور کہہ دیا اس کو ۔ یہ اس صورت میں تھا کہ دلائل شرعیہ سے ایک کی افضلیت معلوم نہ ہو ۔ پھر وہاں

کا تو کہنا ہی کیا ہے، جہاں عقائد حقہ میں ایک جانب کی تفضیل محقق ہو اور اس کے خلاف احادیث مقام و ضعف سے مستند کیا جائے، جس طرح آج کل کے جمالی حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر تفضیل حضرت مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم میں کرتے ہیں۔ یہ تصریح مضادب شریعت و معاندت سنت ہے۔ ولہذا ائمہ دین نے تفضیل کو روافض سے شمار کیا کما بینا فی کتابنا المبارک **مطلع القمرین فی ابانۃ سبقة العمرین** (جیسا کہ ہم نے اسے اپنی مبارک کتاب **مطلع القمرین فی ابانۃ سبقة العمرین** میں بیان کیا ہے۔ ت) بلکہ انصافاً اگر تفضیل شیخین کے خلاف کوئی حدیث صحیح بھی آئے قطعاً واجب التاویل ہے اور اگر بضرع باطل صالح تاویل نہ ہو واجب الروک تفضیل شیخین متواتر و اجماعی ہے کما اثبتنا علیہ عرش التحقيق فی کتابنا المذكور (جیسا کہ ہم نے اپنی اس مذکورہ کتاب میں اس مسئلہ کی خوب تحقیق کی ہے۔ ت) اور متواتر و اجماع کے مقابل احاد ہرگز نہ ٹٹے جائیں گے ولہذا امام احمد قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں زیر حدیث عرض علی عمر بن الخطاب و علیہ قمیص یجترہ قالوا فما اولت ذلک یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) قال الدین (مجھ پر عمر بن الخطاب کو پیش کیا گیا اور وہ اپنی قمیص گھسیٹ کر چل رہے ہیں، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ نے اس کی کیا تعبیر فرمائی ہے؟ فرمایا دین۔ ت) فرماتے ہیں:

لئن سلمنا التخصیص نہ (ای بالفاروق رضی اللہ	اگر ہم یہ تخصیص ان (یعنی فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ)
تعالیٰ عنہ) فهو معارض بالاحادیث الكثيرة	کے ساتھ مان لیں تو یہ ان اکثر احادیث کے منافی ہے
البالغة درجة التواتر المعنوی الدالة علی	جو تواتر معنوی کے درجہ پر ہیں اور افضلیت صدیق
افضلية الصديق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فلا تعارضها	رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر دال ہیں اور احاد کا ان کے ساتھ
الاحاد، ولئن سلمنا التساوی بین	تعارض ممکن ہی نہیں اور اگر ہم ان دونوں دلیلوں کے
الدلیلین لکن اجماع اهل السنة والجماعة	درمیان مساوات مان لیں لیکن اجماع اہل سنت و جماعہ
علی افضلیتہ وهو قطعی فلا يعارضه ظنی۔	افضلیت صدیق اکبر پر دال ہے اور وہ قطعی ہے، تو
	ظن اس کا معارض کیسے ہو سکتا ہے! (ت)

بالحجہ مسئلہ افضلیت ہرگز باب فضائل سے نہیں جس میں ضعاف سن سکیں بلکہ مراقفہ و شرح مراقفہ میں تو تصریح کی کہ باب عقائد سے ہے اور اس میں احاد و صحاح بھی نامسموع،

حيث قال ليست هذه المسألة يتعلق بها ان دونوں نے کہا کہ یہ مسئلہ عمل سے متعلق نہیں کہ اس

عبد فیکتف فیہا بالظن الذی ہو کا حق فی
 الاحکام العملية بل ہی مسألة علیة یطلب
 فیہا الیقین۔
 میں دلیل قطعی کافی ہو جائے جو احکام میں کافی ہوتی ہے
 بلکہ یہ معاملہ توقعاً میں سے ہے اس کے لیے دلیل
 قطعی کا ہونا ضروری ہے۔ (ت)

قائدہ ۲: مہمہ عظیمہ (مشاجرات صحابہ میں تواریخ و سیر کی موش حکایتیں قطعاً مردود ہیں) افادہ ۲۳
 پر نظر تازہ کیجئے وہاں واضح ہو چکا ہے کہ کتب سیر میں کیسے کیسے مجروح و مطعونوں شہیدانہ انصافوں کی روایات بھری
 ہیں وہیں کجی رافضی متہم بالکذب کی نسبت سیرت عیون الاثر کا قول گزرا کہ اُس کی غالب روایات سیر و تواریخ
 میں جنہیں علماء ایسوں سے روایت کر لیتے ہیں وہیں سیرت اللسان العیون کا ارشاد گزرا کہ سیر و موضوع کے سوا
 ہر قسم ضعیف و مستقیم و بے سند حکایات کو جمع کرتی ہے پھر انصافاً یہ بھی انہوں نے سیر کا منصب بتایا جو اُسے
 لائق ہے کہ موضوعات تو اصل کسی کام کے نہیں انہیں وہ بھی نہیں لے سکتے ورنہ بنظر واقع سیر میں بہت اکاذیب
 اباطل بھرے ہیں کمالاً تحقیق بہر حال فرق مراتب نہ کرنا اگر جنوں نہیں تو بد مذہبی ہے بد مذہبی نہیں تو جنون ہے۔ سیر
 جن بالائی باتوں کے لیے ہے اُس حد سے تجاوز نہیں کر سکتے اُس کی روایات مذکورہ کسی فیض و نفاس کے مسئلہ میں
 بھی سننے کی نہیں نہ کہ معاذ اللہ اُن روایات و معضلات و بے سرو یا حکایات سے صحابہ کرام حضور سید الانام علیہ السلام
 و عظیم الفضل الصلاۃ والسلام پر طعن پیدا کرنا اعتراض نکالتا اُن کی شان رفیع میں رخنے ڈالنا کہ اس کا ارتکاب
 نہ کرے گا مگر مجراہ بدین مخالفت و مضاد حق مبین آج کل کے بد مذہب مرعی القلوب منافق شہسازان جزافات سیر
 خرافات تواریخ و امثالہما سے حضرات عالیہ خلفائے راشدین و ام المؤمنین و طلحہ و زبیر و معاویہ و عمر و بن العاص و
 مغیرہ بن شعبہ و غیر جم الجلیت و صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مطاعن مردودہ اور ان کے باہمی مشاجرات میں موش و
 ممل حکایات بیہودہ جن میں اکثر تو سرے سے کذب و وحش اور بہت الحاقات ملعونہ روافض چھانٹ لاتے اور
 اُن سے قرآن عظیم و ارشادات مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و اجماع امت و اساطین ملت کا مقابلہ چاہتے ہیں
 بے علم لوگ اُنہیں سن کر پریشان ہوتے یا فکر جواب میں پڑتے ہیں اُن کا پہلا جواب یہی ہے کہ ایسے مہلات کسی ادنیٰ
 مسلمان کو گنہگار ٹھہرانے کے لیے مسموع نہیں ہو سکتے نہ کہ اُن مجربان خدا پر طعن جن کے مدائح تفصیلی خواہ اجمالی سے
 کلام اللہ و کلام رسول اللہ مال مال ہیں جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، امام حجت الاسلام مرشد الانام محمد محمد غزالی
 قدس سرہ العالی ایما العلوم شریف میں فرماتے ہیں،

لا تجوز نسبة مسلمہ الی کبیرۃ من غیر تحقیق
 کسی مسلمان کو کسی کبیرہ کی طرف بے تحقیق نسبت کرنا حرام

نعم يجوز ان يقال ان ابن ملجم قتل عليا فان
ذلك ثبت متواترا
ہے۔ ہاں یہ کہنا جائز ہے کہ ابن ملجم شقی خارجی اشقی
الآخرین نے امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کو شہید کیا
کر یہ ہوا اثبات ہے۔ دت۔

عاشق نہ اگر مریضین و امثالہم کی ایسے حکایات ادنیٰ قابل التفات ہوں تو اہل بیت و صحابہ در کنار خود
حضرات عالیہ انبیاء و مرسلین و ملکہ مقربین صلوات اللہ تعالیٰ وسلام علیہم اجمعین سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے کہ ان
مہلات محذولہ نے حضرات سعاد اتنا و موہنا آدم صلی اللہ و داود خلیفۃ اللہ و سلیمان نبی اللہ و یوسف رسول اللہ
سے سید المرسلین محمد حبیب اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیہم وسلم تک سب کے بارہ میں وہ وہ ناپاک بیہودہ حکایات
موشہ نقل کی ہیں کہ اگر اپنے ظاہر پر تسلیم کی جائیں تو معاذ اللہ اصل ایمان کو رو بیٹھتا ہے ان ہولناک باطیل کے
بعض تفصیل مع رو جلیل کتاب مستطاب شفا شریف امام قاضی عیاض اور اس کی شروح وغیرہ سے ظاہر لاجرم
ائمہ ملت و ناصحان ائمہ نے تصریحیں فرمادیں کہ ان جہال و ضلال کے مہلات اور سیر و تواریخ کی حکایات پر ہرگز کان
نہ رکھا جائے شفا و شروح شفا و مواہب و شرح مواہب و مدارج شیعہ و غیرہ میں بالاتفاق فرمایا جسے میں صرف
مدارج النبوة سے نقل کروں کہ عبارت فارسی ترجمہ سے غنی اور کلمات ائمہ مذکورین کا خود ترجمہ ہے فرماتے ہیں
رحمہ اللہ تعالیٰ:

از جملہ توقیر و براختضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم توقیر
اصحاب و برایشان است و حسن شننا و رعایت ادب
بایشان و دُعا و استغفار مرایشان را حق است
مرکے را کہ شنا کردہ حق تعالیٰ بر فے و راضی ست
از وے کہ شنا کردہ شود ہر وے و سب و طعن ایشان
اگر مخالف اولہ قطعیہ است، کفر و الابدعت و فسق،
و جہنیں امساک و کف نفس از ذکر اختلاف و
منازعات و وقائع کہ میان ایشان شدہ و گزارشہ
است و اعراض و اضراب از اخبار مریضین و جملہ
رداء و ضلال شیعہ و غلاۃ ایشان و بدعتین کہ ذکر
نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و احترام و حقیقت
آپ کے صحابہ کا احترام اور ان کے ساتھ نیکی ہے
ان کی اچھی تعریف اور رعایت کرنی چاہئے اور ان کے لیے
دعا و طلب مغفرت کرنی چاہیے بالخصوص جس جس کی
اللہ تعالیٰ نے تعریف فرمائی ہے اور اس سے راضی
ہوا ہے اس سے وہ اس بات کی مستحق ہیں کہ اسی
کی تعریف کی جائے پس اگر ان پر طعن و سب کرنا والا
دلائل قطعیہ کا منکر ہے تو کافر و بدعت و فاسق،
اسی طرح ان کے درمیان جو اختلافات یا جھگڑے یا
واقعات ہوئے ہیں ان پر خاموشی اختیار کرنا ضروری ہے

تو ادح و زلات ایساں کنند کہ اکثر ایں کذب و افتراء است
و طلب کردن در آنچه نقل کرده شد است از ایساں
از مشاہرات و محاربات با حسن تا ویلات و اصوب
خارج و عدم ذکر هیچ یک از ایساں بہ بدی و عیب بلکہ
ذکر حسنات و فضائل و عمامہ صفات ایساں از ہمت
آنکہ صحبت ایساں با آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
یقینی ست و ماورائے آن ظنی است و کافیت
دریں باب کہ حق تعالیٰ برگزید ایساں را برائے صحبت
حبیبہ خود صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طریقہ اہل سنت و جماعت
دریں باب این است در عقائد نوشتہ اند لا تذکر
احدا منهم الا بخیر و آیات و احادیث کہ در فضائل
صحابہ عموماً و خصوصاً واقع شدہ است دریں باب
کافی است ^{لہ} مختصراً۔

اور ان اخبار و واقعات سے اعراض کیا جائے جو مؤرخین
جاہل راویوں اور گمراہ و غلو کرنے والے شیعوں نے بیان
کیے ہیں اور بدعتی لوگوں کے ان عیوب اور برائیوں سے
جو خود ایجاد کر کے ان کی طرف منسوب کر دئے اور ان
کے ڈنگ لگا جانے سے، کیونکہ وہ کذب بیانی اور افتراء
اور ان کے درمیان جو محاربات و مشاہرات منقول ہیں
ان کی بہتر توجیہ و تاویل کی جائے، اور ان میں سے کسی
پر عیب یا برائی کا طعن نہ کیا جائے بلکہ ان کے فضائل
کلمات اور عمدہ صفات کا ذکر کیا جائے کیونکہ حضور علیہ السلام
کے ساتھ ان کی محبت یقینی ہے اور اس کے علاوہ باقی
معاملات ظنی ہیں اور ہمارے لیے یہی کافی ہے کہ اللہ
تعالیٰ نے انہیں اپنے حبیب علیہ السلام کی محبت کچھ
منتخب کر لیا ہے اہل سنت و جماعت کا صحابہ کے بارے
میں یہی عقیدہ ہے اس لیے عقائد میں تحریر ہے کہ صحابہ میں سے ہر کسی کا ذکر خیر کے ساتھ ہی کیا جائے اور صحابہ کے فضائل
میں جو آیات و احادیث عموماً یا خصوصاً وارد ہیں وہ اس سلسلہ میں کافی ہیں ^{لہ} مختصراً (ت)

امام محقق سنوسی و علامہ تلمسانی پھر علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں: حافظہ المؤرخون
قلۃ حیاء و ادب (مؤرخین کی نقلیں قلت حیاء و ادب سے ہیں) امام اجل ثلثہ ثبت حافظ متقن قد وہ یحییٰ بن سعید
قطان نے کہ اجلۃ ائمہ تابعین سے ہیں عبید اللہ قریری سے پوچھا کہاں جاتے ہو؟ کہا وہ ہب بن جریر کے پاس
سیر لکھنے کو، فرمایا انکتب کذا کثیراً (بہت سا جھوٹ لکھو گے) ذکرہ فی المیزان (اس کا ذکر میزان میں

عن فی ترجمۃ محمد بن اسحاق حیث قال اس کا ذکر محمد بن اسحاق کے ترجمہ میں ہے جہاں
فہ مدارج النبوة مطبوعہ سکھر میں آیات کا لفظ نہیں ہے (باقی اگلے صفحہ پر)

لہ مدارج النبوة وصل در توقیر حضور و اصحاب و صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ کھر ۲۱۳/۱
لہ شرح الزرقانی علی المواہب اللدیہ باب وفات امہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مطبعہ عامہ مصر ۲۰۴/۱
لہ میزان الاعتدال ترجمہ نمبر ۱۹، محمد بن اسحاق مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۲۶۹/۲

ہے۔ ت۔ تفصیل اس بحث کی اُن رسائل فقیر سے لی جائے کہ مسئلہ حضرت امیر مغویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تصنیف کیا یہاں شاہ عبدالعزیز صاحب کی ایک عبارت تحفہ اثنا عشریہ سے یاد رکھنے کی ہے مطاعن افضل الصالحین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طعن سوم تخلیف جیش اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رد میں فرماتے ہیں:

جملہ لعن اللہ من تخلیف عنہا ہرگز در کتب اہل سنت
موجود نیست قال الشہرستانی فی الملل والنحل
ان هذه الجملة موضوعة ومفتراة و بعضہ
فارسی نویسان کہ خود را محدثین اہل سنت شمرده اند و
در سر خود این جملہ را اورده برائے الزام اہل سنت
کفایت نمی کند زیرا کہ اعتبار حدیث نزد اہل سنت
بیاقتن حدیث در کتب مسندہ محدثین است مع الحکم
بالنحوہ حدیث ہے سند نزد ایشان شتر ہے ہمار
است کہ اصلاً گوش ہاں نمی نهند
جملہ لعن اللہ من تخلیف عنہا "کتب اہل سنت
میں ہرگز موجود نہیں، شہرستانی نے الملل والنحل میں
کہا کہ یہ جملہ موضوع اور جھوٹا ہے، اور بعض فارسی
لکھنے والوں نے خود کو محدثین اہل سنت ظاہر کیا ہے اور
اہل سنت کو الزام دینے کے لیے اپنی کتب میں اس
جملہ کو شامل کر دیا لیکن یہ قابل اعتبار نہیں، اہل سنت
کے ہاں حدیث وہی معتبر ہے جو محدثین کی کتب
احادیث میں سمیت کے ساتھ ثابت ہو، ان کے ہاں
بے سند حدیث ایسے ہی ہے جیسے بے مہار اونٹ،
جو کہ ہرگز قابل سماعت نہیں۔ (ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

حالہ عندی ذنب الا ما قصحتنا فی السیرۃ من
الاشیاء المنکرة المنقطعة والاشعار المکذوبة
قال الفلاس سمعت یحیی القطکان یقول لعبد اللہ
القواریری الی ابن تہذب، قال الی وہب بن
جریو اکتب السیرۃ قال تکتب کذباً کثیراً ۱۲۰۲
بن جریر کی طرف سیرت لکھنے کے لیے، اس نے کہا تو وہاں بہت زیادہ جھوٹ لکھے گا ۱۲۰۲ منہ (ت)
عہ اقول یعنی در امثال باب تا باب احکام فاما
دون او کہ باب تسابل ست نقل معتمدی بند است
انہوں نے کہا میرے نزدیک اس کا کوئی گناہ نہیں ماسوائے
اس کے کہ انہوں نے سیرت میں منکر و منقطع روایات
اور جھوٹے اشعار شامل کر دیے ہیں، فلاس نے
کہا میں نے یحیی قطکان کو عبد اللہ قراریری سے یہ کہتے
ہوئے سنا کہ کہاں جا رہے ہو، انہوں نے کہا وہب
عہ اقول یعنی یہ مثالی مقام کتاب میں ہے اس کے
علاوہ جو باب تسابل ہے کوئی ایک معتمد نقل سند کے ساتھ ہو
(باقی بر صفحہ آئندہ)

فائدہ ۳ : (۱) ظہر یہی ہے کہ تفرّد کذاب بھی مستلزم موضوعیت نہیں، افادہ دہم دیکھیے جو حدیث اُن پندرہ قرآن وضع سے منزہ ہو ہم نے اُس کے بارہ میں کلماتِ علامتین طرز پر نقل کئے اصلاً موضوع نہ کہیں گے تفرّد کذاب ہو تو موضوع تفرّد متہم ہو تو موضوع اور افادہ ۲۳ میں اشارہ کیا کہ ہمارے نزدیک مسلک اول قوی و اقرب بصواب ہے افادہ ۱۰ میں امام سخاوی سے اُس کی تصریح اور کلام علی قاری سے نفیر صریح ذکر کی دوسری نفیر صاف و سفید حدیث مرغ سپید کہ کلام علامہ مناوی سے افادہ ۲۳ میں گزری وہیں دلیل ثامن میں بشادات حدیث حکم عقل اس کی تقویت کا ایما کیا۔

والان اقول یہی مذہب فقیر نے کلام امیر المؤمنین فی الحدیث شعبہ بن حجاج سے استنباط کیا، فائدہ تاسع میں آتا ہے کہ انہوں نے قسم کھا کر کہا ابان بن ابی عباس حدیث میں جھوٹ بولتا ہے پھر خود ابان سے حدیث سنی، اس پر پوچھا گیا، فرمایا اس حدیث سے کون صبر کر سکتا ہے، معلوم ہوا کہ مطعون بالکذب کی ہر حدیث موضوع نہیں ورنہ اس کی طرف ایسی رغبت اور وہ بھی ایسے امام اجل سے چہ معنی

ثم اقول اور فی الواقع یہی ظہر ہے کہ آخر الکذب قد یصدق (جھوٹ بولنے والا بھی کبھی سچ کہتا ہے۔ ت) میں کلام نہیں اور یہ بھی مسلم کہ ایک شخص واحد کا روایت حدیث سے تفرّد ممکن یہاں تک کہ غریب فرد میں صحیح حسن ضعیف پر ضعف قریب و ضعف شدید سب قسم کی حدیثیں مانی جاتی ہیں تو یہ کیوں نہیں ممکن کہ کبھی موسوم بتکذیب بھی تفرّد کرے اور اس حدیث خاص میں سچا ہو اس کے بطلان پر کیا دلیل قائم، لا جرم یہی مذہب مذہب مقتضائے ارشادات امام ابن الصلاح و امام نووی و امام عراقی و امام قسطلانی وغیرہم اکابر ہے ان سب ائمہ نے موضوع کی یہی تعریف فرمائی کہ وہ حدیث کہ جو زری گھڑت اور افترا اور نبی صلی اللہ تعالیٰ

(بقیہ ماحشیہ صفحہ ۵۸۷) دگر چند بے سند است چنانکہ در افادہ بست و ہفتم تحقیق نمودیم خود شاہ صاحب و پوچھ مقام پر بسیار سے از روایات بے سند استناد کردہ است کما لا یخفی علی من طلب کتبہ و سرانجام است کہ کمال تحقیق ایں معنی در فائدہ اخیر کردیم ۱۲ منہ (م)

دوسری چاہے بے سند ہوں، چنانچہ ستائیسویں افادہ میں ہم نے تحقیق کی ہے کہ خود شاہ صاحب نے اس جیسے مقام میں بہت روایات بے سند ذکر کی ہیں جیسا کہ اس پر مخفی نہیں جس نے ان کی کتب کا مطالعہ کیا ہے آخر کار اس معنی کی مکمل تحقیق میں نے آخری فائدہ میں کر دی ہے ۱۲ منہ (ت)

اس بنا پر کہ اگر اس نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (باقی اگلے صفحہ پر)

عہ بنا علی ان ما وضع علی غیرہ صلی اللہ

علیہ وسلم پر جھوٹ بنائی گئی ہو، علوم الحدیث امام ابو عمرو و تقریب میں ہے، الموضوع هو المختلق المصنوع^۱
(موضوع وہ حدیث ہے جو من گھڑت اور بناوٹی ہو۔ ت)

الفیہ میں ہے، ۵

شرح الضعیف الخیر الموضوع

الکذب المختلق المصنوع

(ضعیف کی بدترین قسم خبر موضوع ہے، جو جھوٹ ہو گھڑی گئی ہو اور بناوٹی ہو۔ ت)
ارشاد الساری میں ہے،

الموضوع هو الكذب على رسول الله صلى الله تعالى
عليه وسلم وليس المختلق^۲
موضوع وہ حدیث ہے جو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
پر جھوٹ گھڑا گیا ہو اسے مختلق بھی کہتے ہیں۔ (ت)
ہاں اس میں کلام نہیں کہ حکم وضع کبھی قطعی ہوتا ہے کبھی ظنی، جیسا کہ ہم نے شمار قرآن میں تبدیل اسلوب عبارت
سے اُس کی طرف اشارہ کیا اور حدیث مطعون بالکذب کو موضوع کہنے والے بھی اس کی موضوعیت بالیقین کا دعویٰ
نہیں فرماتے بلکہ وضع ظنی میں رکھتے ہیں کما صرح بہ شیخ الاسلام فی الزہدة (جیسا کہ شیخ الاسلام نے
نزہۃ النظر میں اس کی تصریح کی ہے۔ ت، شیخ محقق و جلوی قدس سرہ القوی مقدمہ لمعات التفتیح میں فرماتے ہیں،
حدیث المطعون بالکذب یسوی موضوعاً و ایسے راوی کی حدیث جس پر کذب کا طعن ہو موضوع کہلاتی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) تعالیٰ علیہ وسلم
فیقال له الموضوع على فلان و مطلقه لا یسراد
به الا الكذب على رسول الله صلى الله تعالى
عليه وسلم و علیہ یبیتنی ما فی الارشاد و انت
طلقت فانت فی سعتہ منه کما هو ظاہر کلام
آخریت ۱۲ منہ (م)
کے علاوہ کسی دوسرے پر جھوٹ گھڑا ہو تو اسے موضوع
علی فلان کہا جاتا ہے اور جب مطلقاً ذکر ہو تو اس وقت
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ہی جھوٹ مراد ہو گا جو
ارشاد میں ہے اس کی بنا اسی پر ہے اگر آپ اس
کو مطلق ذکر کریں تو آپ کو اس میں گنجائش ہے جیسا کہ
دوسروں کے کلام سے ظاہر ہے ۱۲ منہ (ت)

- ۱۔ تقریب التواوی مع شرح تدبیر الراوی النوع الحادی والعشرون مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ ۲۴۴/۱
۲۔ الفیہ الحدیث مع فتح المغنی بحث الموضوع دار الامام الطبرانی بیروت ۲۹۳/۱
۳۔ ارشاد الساری شرح البخاری الفصل الثالث فی نبرة لطیفۃ الخ مطبوعہ دار الکتب العربیہ ۱۳/۱

من ثبت عنه تعدد الكذب في الحديث و
 وان كان وقوعه مرة لم يقبل حديثه ابداً،
 فالمراد بالموضوع في اصطلاح المحدثين
 هذا لا انه ثبت كذبه و علم ذلك في هذا
 الحديث بخصوصه ، والمسألة ظنية والمحکم
 بالوضع والافتراء بحکم الظن الغالب اھ ملخصاً

اقول مگر محل تامل یہی ہے کہ مجرد کذب فی بعض الاحادیث سے کہ معاذ اللہ کسی طبع دنیا یا تائید نہ ہو سب
 فاسد یا غضب و رنجش وغیرہ کے باعث ہو ظن غالب ہو جائے گا کہ اب جتنی حدیثوں میں یہ متفقہ ہو سب میں وضع و افتراء
 ہی کرے گا اگرچہ وہاں کوئی طبع وغیرہ غرض فاسد شہد زور اگر کسی طبع یا عداوت سے ایک جگہ غلط گواہی دی تو
 اس کی سب گواہیاں مردود ضرور ہوں گی کہ فاسق ہے مگر بے لاگ جگہ میں خواہی نہ خواہی یہ ظن غالب نہ ہو گا کہ یہاں
 بھی جھوٹ ہی کہہ رہا ہے و جدان صحیح اس پر شہادت کو پس ہے اور اگر سند ہی چاہئے تو امام احمد الشان محمد بن اسماعیل
 بخاری علیہ رحمۃ الہاری کا ارشاد سنئے محمد بن اسحاق صاحب سیرت و معازی کو ہشام بن عروہ پھر امام مالک پھر وہب
 پھر یحییٰ بن قطان نے کذاب کہا،

أخرج ابن عدي عن ابی بشر الدولابي و
 ابن عدي نے ابوبشر دولابی سے اور

عنه حال التقصی عن هذا فی المیزان بقوله
 قلت وما يدري هشام بن عروة، فلعلمه سمع
 منها في المسجد او سمع منها وهو صبي او دخل
 عليها فحدثته من وراء حجاب، فاف شئ
 في هذا وقد كانت امرأة
 قد كبرت واستت اھ

اس سے خلاصی میزان میں ان کے اس قول سے
 ہو جاتی ہے، میں کہتا ہوں ہشام بن عروہ کیا جانے شاید
 انہوں نے اس سے مسجد میں سنا یا اس وقت اس سے
 سنا جب وہ بچے تھے یا وہ اس کے پاس گئے ہوں تو
 اس خاتون نے پردے کے پیچھے سے بیان کیا ہو، کیا
 معلوم کہ ان میں سے کون سی صورت ہے حالانکہ وہ خاتون
 بوڑھی اور سن والی ہو چکی تھی (صاحب فتنہ زنتی) اھ
 (باقی اگلے صفحہ پر)

محمد بن جعفر بن یزید عن ابی قلابہ الرقاشی محمد بن جعفر بن یزید نے ابو قلابہ رقاشی سے ،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ثم قال اقبسثل هذا يعتمد على تكذيب رجل من اهل العلم هذا مردود ثم قد روى عنها محمد بن سوقة

اقول نقائل ان يقول ان الحفاظ

الناقدین رہبما يعرفون كذب الرجل

بقرائن تلوح لهم ولقد نرى قوما من الائمة

يكذبون مر جلا ولا يذكرون من السبب

الاما هو قاصر عندنا لعدم علمنا بالقرائن

فتبدلنا احتمالات شئ لعل الامر كذا عسى

ان كذا وهى جميعا متدقة عندهم نص على

ذلك الامام النووى في مواضع من

شرحه صحيح مسلم فقال هنا قاعدة

نبيه عليها ثم نحيل عليها فيما بعد ان شاء الله

تعالى وهى ان عفان رحمه الله تعالى قال

انما ابتلى هاشم (هو ابن زياد الاموى) يعنى انها

ضعفوه من قبل هذا الحديث كان يقول

حدثني يحيى عن محمد ثم ادعى بعد انه

سمعه من محمد وهذا القدر وحده

لا يقتضى ضعفه لانه ليس قيس

تصريح بكذب لاحتمال انه سمعه من محمد

پھر کہا، کیا اس طرح کی صورت میں اہل علم شخص کو

جھوٹا قرار دینا درست ہے یہ مردود ہے (درست

نہیں) پھر اس سے محمد بن سوقة نے بھی روایت لی ہے

اقول (میں کہتا ہوں) قائل کے لیے یہ کہنا جائز

ہے کہ حفاظ ناقدین بعض اوقات کسی آدمی کا جھوٹ

قرائن کی وجہ سے جانتے ہوتے ہیں اور ہم ائمہ کی ایک

ایسی جماعت کا علم رکھتے ہیں جس نے کسی شخص کو جھوٹا

کہا مگر سبب ذکر نہ کیا مثلاً وہ ہے جو ہمارے نزدیک قاصر ہے کیونکہ

ان قرائن کو نہیں جانتے، تو ہمارے متعدد احتمالات ظاہر

ہوں گے، شاید یہ ہو یا یہ ہو اور وہ تمام ان کے ہاں

مدفوع ہوں، اس پر امام نووی نے اپنی شرح صحیح مسلم

میں کئی جگہ تصریح کی ہے اور کہا کہ یہاں ایک قاعدہ ہے

جس پر ہم تنبیہ کرتے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا اس

پر والدیں گے اور وہ یہ ہے کہ عفان رحمہ اللہ تعالیٰ

نے بیان کیا کہ ہشام (ابن زیاد اموی) جملہ ہوئے،

یعنی اس حدیث کی وجہ سے ان کو لوگوں نے ضعیف کہا

جس کے متعلق وہ کہتے تھے مجھے کبھی نے محمد سے بیان کیا

پھر دعویٰ کیا کہ اس نے یہ محمد سے روایت سنی ہے اور

صرف یہ چیز ضعف کا تقاضا نہیں کرتی کیونکہ اس میں

کذب صراحت نہیں ہے ممکن ہے اس نے محمد سے سنا ہو

(باقی اگلے صفحہ پر)

اشہد ان محمد بن اسحق کذاب ، قلت
وما یدریک قال قال لی وہیب فقلت لوہیب
وما یدریک قال قال لی مالک بن انس فقلت
لمالک وما یدریک قال قال لی ہشام بن عروہ
قلت لہشام بن عروہ وما یدریک قال حدث
عن امرأتی فاطمة بنت المنذر وا دخلت
علی وحی بنت تسع ومارا ہا رجل حق لقیث
اللہ تعالیٰ ۔

نے بیان کیا کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ محمد بن اسحق
کذاب ہے ، میں نے عرض کیا تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا ؟
کہا مجھے وہیب نے بتایا میں نے وہیب سے پوچھا کہ
آپ کو کیسے معلوم ہے ؟ انہوں نے کہا مجھے مالک بن انس
نے بتایا تھا تو میں نے مالک سے پوچھا آپ کو کیسے علم ہے ؟
انہوں نے کہا مجھے ہشام بن عروہ نے بتایا تھا ۔ میں نے
ہشام بن عروہ سے کہا کہ آپ کو اس بات کا کیسے علم ہے ؟
انہوں نے کہا اس نے میری اہلیہ فاطمہ بنت منذر سے
حدیث بیان کی ہے اور ان کی شادی میرے ساتھ نو سال کی عمر میں ہوئی اور اس نے کسی آدمی کو نہیں دیکھا یہاں تک
کہ اس کا وصال ہو گیا ۔ (ت)

(بقیہ ماثیہ صفحہ گزشتہ)

اما قولک افبیشل هذا یعمد الخ اقول
افترأ علی ہولاء الائمة المجلة الاعظم لیشہدون
جزا فامنت دون ثبت ثم هذا کله انما ذکرناہ
لیعرف ان الذہبی کیف یحتال للذب عن
قدری امر وقد ظہر واذا وقع بسنی اشعری
ادوی اللہ صوفی صا را لا یبقی ولا یدر کما بیئہ
تلمیذہ الامام تاج الدین السبکی رحمہ اللہ
تعالیٰ فی الطبقات والافا الراجم عند علمائنا
ایضا ہو توثیق ابن اسحق کما سند کردہ
انت شاء اللہ تعالیٰ واللہ تعالیٰ
اعلم ۱۲ منہ (م)

ربا یرا قول افبیشل هذا یعمد الخ اقول یہ ان
عظیم اکثر پر اس بات کا افترا ہے کہ وہ انداز سے
کام لیتے ہیں تحقیق نہیں کرتے ، یہ تمام اس لیے ہم نے
ذکر کیا ہے تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ ذہبی نے کس حد
قدری سے کذب کیا ، جس کا معاملہ واضح تھا اور
جس وقت یہ معاملہ کسی سنی اشعری یا کسی ثل اللہ صوفی کو بد
کیا ہو تو وہ نہ چھوڑے نہ باقی رہنے دے جیسے کہ ان کے
شاگرد امام تاج الدین سبکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے طبقات
میں اس کو بیان کیا ہے ورنہ ہمارے ہاں بھی راجح
یہی ہے کہ ابن اسحق تھے ہیں جیسا کہ عنقریب ہم اسے بیان
کریں گے ۔ (ت)

امام بخاری جزر القراءۃ خلف الامام میں توثیق ابن اسحاق ثابت فرمانے کو اس سے جواب دیتے ہیں :
 رایت علی بن عبد اللہ یحتج بحديث ابن اسحاق
 وقال علی من ابن عیینة عارایت احدا یتهم محمد
 بن اسحاق (الی ان قال) ولو صح عن مالک
 میں نے علی بن عبد اللہ کو حدیث ابن اسحاق سے استدلال
 کرتے ہوئے پایا ہے اور علی ابن عیینہ کے حوالے سے
 بیان کرتے ہیں کہ میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو

علہ نقلہ نریلعی فی نصب الرایۃ قبیل کتاب
 الخثی ۱۲ منہ (م)
 جیسے کہ زرقانی نے نصب الرایۃ میں کتاب الخثی سے
 تھوڑا پہلے اس کو ذکر کیا ہے ۔ (ت)

علہ ہمارے علمائے کرام قدس سرار ہم کے نزدیک بھی راجح محمد بن اسحاق کی توثیق ہی ہے محقق علی الاطلاق
 فتح میں زیر مسئلہ سبب تعجیل المغرب فرماتے ہیں :

توثیق ابن اسحاق هو الحق الا بلج و ما نقل
 عن كلام المالك فيه لا يثبت ولو صح له يقبله
 اهل العلم كيف وقد قال شعبة فيه هو
 امير المؤمنين في الحديث وروى
 عنه مثل الثوري وابن ادريس و
 حماد بن تريم ويزيد بن زريع و
 ابن علية وعبد الوارث وابن المبارك
 واحتمل احمد وابن معين وعامة
 اهل حديث غفر الله تعالى لهم وقد اطلال
 البخاري في توثيقه في كتاب القراءۃ
 خلف الامام له وذكره ابن حبان
 في الثقات وان ما سار جمع من الكلام
 في ابن اسحاق واصطلح معه وبعث اليه
 هدية ذكرها آحاد منہ (م)
 ابن اسحاق کی توثیق ہی واضح اور حق ہے اور امام مالک
 کا ان کے بارے میں جو قول منقول ہے وہ ثابت
 نہیں ، اگر وہ ثابت بھی ہو تب بھی اہل علم کے ہاں
 قابل قبول نہیں ، ایسا کیونکر ہو گا لاکھ شعبہ نے ان
 کے بارے میں امیر المؤمنین فی الحدیث کہا اور ان کے
 ثوری ، ابن ادیس ، حماد بن زید ، یزید بن زریع ،
 ابن علیہ ، عبد الوارث اور ابن مبارک جیسے محدثین
 نے روایت کی ہے ، اور احمد ابن معین اور اکثر محدثین
 (رحمہم اللہ تعالیٰ) نے ان کے بارے میں (عدم توثیق
 کا) احتمال بغیر یقینی طور پر بیان کیا ۔ امام بخاری نے
 اپنی کتاب القراءۃ خلف الامام میں ان کی توثیق کے
 بارے میں طویل گفتگو کی ہے ۔ ابن حبان نے
 ثقات میں ان کا ذکر کیا اور یہ کہ امام مالک نے ابن اسحق
 کے بارے میں اپنے قول سے رجوع کر لیا ، ان کے
 ساتھ متفق ہو گئے اور ان کے پاس ہدیہ ارسال کیا جس کا
 انھوں نے تذکرہ کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

تناوله عن ابن اسحاق فليهما تكلم الانسان
 فيرمي صاحبه لشيء واحد ولا يتهمة في
 الامور كلها الخ
 محمد بن اسحق پر اتہام کرتا ہوں (آگے چل کر کہا) اور اگر
 امام مالک سے ابن اسحاق کے بارے میں جو کچھ منقول
 ہے وہ صحیح ہو تو اکثر ہوتا رہتا ہے کہ ایک آدمی دوسرے
 پر کسی ایک بات میں لعن کرنا ہے اور باقی تمام امور میں اس پر تہمت نہیں لگاتا الخ (ت)
 دیکھو صاف تصریح ہے کہ ایک جگہ کاذب پانے سے ہر جگہ متہم سمجھنا لازم نہیں، لاجرم امام ابن عراق تنزیہ الشریعہ
 میں فرماتے ہیں،

قال الزركشي في نكتة على ابن الصلاح بيت
 قولنا موضوع وقولنا لا يصح بون كبير فانت
 الاول اثبات الكذب والاختلاق والثاني اخبار
 عن عدم الثبوت ولا يفرز منه اثبات العدم
 وهذا يعني في كل حديث قال فيه ابن الجوزي
 لا يصح ونحوه قلت او كان نكتة تعبيره بذلك
 حيث عبر به انه لم يلح له في الحديث
 قرينة تدل على انه موضوع، غاية الامر انه
 احتمال عنده ان يكون موضوعا لانه من طريق
 متروك او كذا ابوه هذا انما يتم عند تفرد
 الكذاب لو المتهم على ان الحافظ ابن حجر
 خص هذا في النخبة باسم المتروك ولم
 ينظمه في مسلك الموضوع -

زركشي نے اپنی نکتہ علی ابن الصلاح میں لکھا کہ ہمارے
 قول موضوع اور لا یصح میں بہت بڑا فرق ہے، پہلی
 صورت میں کذب اور گھڑنے کا اثبات ہے اور دوسری
 صورت میں عدم ثبوت کی اطلاع ہوتی ہے اور اس سے
 عدم وجود کا اثبات لازم نہیں آتا اور یہ ضابطہ ہر اس
 حدیث میں جاری ہوگا جس کے بارے میں ابن جوزی نے
 "لا یصح" کہا یا اس کی مثل کوئی کلمہ کہا ہے، میں کہتا ہوں
 کہ حدیث کو ان الفاظ سے تفسیر کرنے میں حکمت یہ ہے
 کہ ان کے لیے اس حدیث میں کوئی ایسا ظاہر ہی قرینہ
 نہیں جس کی بنیاد پر وہ حدیث موضوع ہو، زیادہ سے
 زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ ان کے نزدیک اس میں موضوع
 ہونے کا احتمال ہے کیونکہ یہ متروک یا کذاب سے مروی
 ہے اور یہ بات اس وقت تام ہوگی جبکہ وہ حدیث صحیح
 اور صرف کذاب یا متہم سے مروی ہو، علاوہ ازیں حافظ ابن حجر نے نکتہ الفکر میں اسے متروک کا نام دیا ہے موضوع
 کی لڑی میں اس کو شامل نہیں کیا۔ (ت)

دیکھیے تفرد کذاب کو صرف احتمال وضع کا مورث بتایا اور ابن الجوزی نے موضوعات میں جہاں موضوع کہنے

ہایح و غیرہ کی طرف عدول کیا اس کا یہی نکتہ ظہر آیا کہ بوجہ تفرد کذاب یا متہم احتمال وضع تھا اگر غلبہ ظن ہوتا حکم بالوضع سے کیا مانے تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہر مباحیہ و غیر مباحیہ تمام احکام میں غلبہ ظن کافی اور بلاشبہ حجت شرعی ہے۔

اقول والاشارۃ فی قوله خص هذا انما تلحق بالاقرب وهو المتهم فهو الذي خصه الحافظ باسم المتروك اما ما تفرد به الكذاب فهو عين الموضوع عنده فانما عرفه بما فيه الطعن بكذب الراوى فليست به هذا كله ما ظهر لي والحمد لله الواحد العلى۔

اقول زرکشی کے الفاظ "خص هذا میں" اشارہ اقرب کی طرف یعنی متہم کی طرف ہے تو یہ وہی ہے جس کے لئے حافظ ابن حجر نے متروک کا نام خاص کیا ہے لیکن جس روایت میں کذاب متفرد ہو وہ حافظ کے نزدیک بھی عین موضوع عنده ہے کیونکہ انہوں نے خود موضوع کی تعریف ہی یہ کہ ہے کہ جس میں کذب راوی کا طعن ہو، اس پر توجہ کرو یہ وہ امور تھے جو میرے لیے ظاہر ہوئے اور تمام حمد اللہ کے لیے جو واحد و بلند ہے (ت)

فقیر نے اپنی بعض تحریرات میں اس مسئلہ پر قدرے کلام کر کے لکھا تھا،
 هذا ما يظهرونا والمحل محل فليتامل
 لعل الله يحدث بعد ذلك امرا۔
 یہ وہ ہے جو ہم پر ظاہر ہوا اور یہ مقام مقام غور و فکر ہے لہذا ہر کوئی غور کرے، شاید اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی دوسرا مظاہر فرمائے۔ (ت)

الحمد لله بوجہ کثیر اسے تاکہ و تائید حاصل ہوا کلام امام سخاوی کی تصریح کلام علامہ قاری و علامہ مناوی میں اس کے نظائر صریح کلام امام اہل شعبہ بن الحجاج سے استنباط صحیح تعریف امام ابن الصلاح و امام نووی و امام عراق و امام قسطلانی کا اقتضا سے نخیج حدیث سے تائید و ثبوت عقل سے تشبیہ کلام امام بخاری و علامہ ابن عراق سے تاکید الحمد لله سرا و جہرا فقد حقق سر جانی و احدث امرا (تمام غویاں ظاہر و باطن اللہ کے لیے ہیں پس اس نے میری امید پوری کی اور نئی راہ پیدا فرمائی۔ ت)

تنبیہ (تنبیہ متعلق افادہ ۲۵ کہ کتاب موضوعات میں ذکر حدیث مؤلف کے نزدیک یہ مستلزم موضوعیت نہیں) اس عبارت تنزیہ الشریعہ سے ایک اور نفیس قائدہ حاصل ہوا کہ کتب موضوعات قسم اول میں بھی لفظ حکم پر لفظ چاہئے اگر صراحتہ موضوع یا باطل کہ وہ یا تو مؤلف کے نزدیک وضع ثابت ہوگی اور اگر لایع و غیرہ ہلکے الفاظ کی طرف عدول کیا تو آخر یہ عدول پیچھے سے نیست ظاہر خود مؤلف کو اس پر حکم وضع کی جرأت نہ ہوئی صرف احتمال مرجع کتاب کیا فافہم فلعلہ حسن وجہ و لم ارہ لغيرہ فلیحفظ (اسے اچھی طرح سمجھ لیجئے شاید یہ بہتر توجیہ ہو اور میں نے اسے کسی غیر سے نہیں پڑھا پس اسے محفوظ کر لیجئے۔ ت)

قائدہ ۴ : (مجهول العین کا قبول ہی مذہب محققین ہے) ، افادہ دوم میں گزرا کہ امام نووی نے مجهول العین کا قبول بہت محققین کی طرف نسبت کیا اور امام اجل ابو طالب مکی نے اُسی کو مذہب فقہائے کرام و ادویائے عظام قرار دیا اور یہی مذہب ہمارے ائمہ اعلام کا ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ مسلم الثبوت و فوائج الرخوت میں ہے :
 (لا) جرح (بان لہ راویا) واحد (فقط) دون
 غیرہ (و هو مجهول العین باصطلاح) کسماں
 یس لہ راو غیر الشعبی فان المناط العدالة و
 الحفظ لا تعد الرواة وقیل لا یقبل عند
 المحدثین و هو تحکواہ منحصرا۔
 اس میں جرح (نہیں) کہ (اس کا راوی) (فقط) ایک
 ہے (اور وہ اصطلاح میں مجهول العین ہے) مثلاً
 سمعان بن ۴ سے راوی شعبی کے علاوہ کوئی نہیں کیونکہ
 مدارع الثبوت ہی وحفظ ہے، راویوں کا متعدد ہونا نہیں
 بعض نے کہا کہ محدثین کے نزدیک یہ مقبول نہیں یہ
 زیادتی ہے اور مختصراً۔ (ت)

پس دربارہ مجهول قول مقبول یہ ہے کہ مستور و مجهول العین دونوں محبت، یاں مجهول الحال جس کی عدالت ظاہری بھی معلوم نہ ہو احکام میں محبت نہیں فضائل میں بالاتفاق وہ بھی مقبول۔
 تنبیہ (غالباً مطلق مجهول سے مراد مجهول العین ہوتا ہے) مجهول جب مطلق بولا جاتا ہے تو کلام محدثین میں غالباً اُس سے مراد مجهول العین ہے، امام سبکی شفاء السقام میں فرماتے ہیں :
 جہالة العین و هو غالب اصطلاح اهل هذا
 الشأن في هذا الاطلاق۔
 محدثین جب مطلقاً مجهول کا لفظ بولیں تو اکثر طور پر اس
 سے مراد مجهول العین ہوتا ہے۔ (ت)

قائدہ ۵ : (قائدہ ۵ متعلق افادہ ۲۱ کہ قبول ضعیف کے لیے درود صحیح کی حاجت نہیں) ہم نے افادہ ۲۱ میں روشن دلیلوں سے ثابت کیا کہ مادیون الاحکام میں ضعیف محتج و رد صحیح نہیں اور دلیل ثابت میں اس کے وئسل فخر کے پتے دئے سب سے اجل و اعظم یہ کہ اکابر ائمہ کرام اعظم محدثین اعلام مثل امام ابن عساکر و امام ابن شاہین و ابوبکر خلیف بغدادی و امام سہیلی و امام محب الدین طبری و علامہ ناصر الدین ابن المنیر و علامہ ابن سید الناس و حافظ ابن تاجر و خاتم الحفاظ و علامہ زرقانی وغیرہم نے حدیث اشیاء البوین کریمین کو باوصف تسلیم ضعف دربارہ فضائل

عہ فی الباب الاول تحت حدیث الاول ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

لے فوائج الرخوت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفی مسئلہ مجهول الحال الم مطبوعہ منشورات الشریعہ النعمانیہ کمر ۱۴۹
 لہ شفاء السقام فی زیارة خیر الانام الحدیث الاول مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۹

ایسا معمول و مقبول مانا کہ اسے احادیث صحاح سے کر بظاہر مخالف تھیں مگر پھر اگر ان کا ناسخ جانا تو خود اس باب میں حدیث صحیح کی حاجت و کنار اُس کے مقابل کی صحاح اُس سے منسوخ ٹھہرائیں بشرح مواہب لدنیہ میں ہے :

قال السيوطي في سبيل النجاة مال الى ان الله تعالى احيانا ما حتى امانابه طائفة من الائمة وحفاظ الحديث واستندوا الى حديث ضعيف لا موضوع كالخطيب وابن عساكر وابن شاهين والسهيلي والمحب الطبري والعلامة ناصر الدين ابن المنير وابن سيد الناس ونقله عن بعض اهل العلم ومثني عليه الصلاح الصفدي ، والمحافظ ابن ناصر ، وقد جعل هؤلاء الائمة هذا الحديث ناسخا للاخبار الواردة بما يخالفه ونصوا على انه متأخر عنها فلا تعارض بينه وبينها اه وقال في الدرج النيفة جعلوه ناسخا ولم يبالوا بضعفه لان الحديث الضعيف يعمل به في الفضائل والسنن وهذه منقبة هذا كلام هذا الجهمي وهو في غاية التحيز اه ملخصا ۔

حدیث پر عمل کیا جاتا ہے اور یہ (والدین کا اسلام لانا) آپ کی منقبت ہے ، یہ ان ماہرین حدیث کا کلام ہے اور یہ اس مسئلہ میں انتہائی بہتر رائے اور تحریر ہے (ملخصاً) (ت)

تبلیغ ضروری (دوبارہ کے ایک کید پر آگاہ کرنا) اقول جب کسی اصل کا کلمات علماء سے اثبات منظور ہو تو اس کے لیے کافی ہے کہ انہوں نے فلاں فلاں فروع میں اس پر مبنی فرمائی معلوم ہوا کہ یہ اصل اُن کے نزدیک متصل ہے اُن کلمات کی نقل سے عرض مستدل اسی قدر امر سے متعلق اگرچہ وہ فرع خاص بنظر کسی اور وجہ کے اس کو مسلم نہ ہو مثلاً ہم نے افادہ ۲۸ میں اس امر کے استحباب کو کہ موضوعیت مستلزم ممنوعیت نہیں کلام ائمہ سے چند نظائر

نقل کیے کہ دیکھو حدیث کو موضوع اور فعل کو مشروع مانا اسی قدر سے استدلال تمام ہو گیا اگرچہ ہمیں ان بعض احادیث کی وضع تسلیم نہ ہو، یونہی یہاں اتنی بات سے کام ہے کہ علمائے کرام نے ضعیف کو صحیح سے اتنا مستغنی مانا کہ ناخ حبانہ و نونی غنا مؤید و مشتبہ ہو گیا اگرچہ ہم قائل فسخ نہ ہوں اور دوسرے طور پر صحاح کا معارضہ دفع کر کے ان ضعاف کو قبول کریں، یہ نکتہ ہمیشہ ملحوظ رکھنے کا ہے کہ متکلمین و باریہ و صو کے دیتے اور خارج از بحث اُس فرع کے ترجیح و تزییف کی سرٹ کرتا جاتے ہیں۔ خاتمہ المحققین سیدنا الراشد قدس سرہ المجاہد نے قاعدہ یا زوہم اصول الرشاد شریف میں اُن سُفہاء کے اس کیہ ضعیف کی طرف اِمانے لطیف فرمایا یونہی فقیر نے آخر نکتہ جلیلہ فصل سیزدہم نوع اول مقصد سوم کتاب حیاة الموات فی بیان سماع الاموات میں اس کی نظیر پر متنبہ کیا غلیظہ۔

قائدہ ۶ (فائدہ ۶ مستحق افادہ ۲۰ کہ حدیث ضعیف بعض احکام میں بھی مقبول) افادہ ۲۰ میں گزرا کہ فضائل و فضائل بعض احکام میں بھی حدیث ضعیف مقبول ہے جبکہ محل محل احتیاط و نفع بے ضرر ہو اُس کی ایک اور نظیر نیز علامہ علی کا فرمانا ہے کہ نماز میں سترہ کو سیدھا اپنے سامنے نہ رکھے بلکہ دہنی یا بائیں ابرو پر ہو کہ حدیث میں ایسا وارد ہوا اور وہ اگرچہ ضعیف ہے مگر ایسے حکم میں مقبول۔

حیث قال یبغی ان یجعلها حیال احد حاجبہ لماروی ابوداود من حدیث ضباعۃ بنت المقداد بن الاسود عن ابیہا رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال ما رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصلی الی عود ولا عمود ولا شجرة الا جعلہ علی حاجبہ الا یمن او الایسر ولا یصلی صمداً، وقد اعلی بالولید بن کامل و یجعل الة ضباعۃ، لکن هذا الحکم مما یجوز العمل فیہ بمثل هذا، لانه من الفضائل الیہ باختصار معطل قرار دیا گیا، لیکن یہ حکم ان مسائل میں سے ہے جن پر عمل اس طرح کی روایت سے جائز ہے کیونکہ یہ مسئلہ فضائل اعمال سے ہے اور باختصار۔ (ت)

الفاظ یہ ہیں مستحب یہ ہے کہ سترہ دونوں ابروؤں میں سے کسی ایک کے سامنے کھڑا کیا جائے جیسا کہ بوداؤد نے ضباعۃ بنت مقداد بن اسود اور انہوں نے اپنے والد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کسی ٹکڑی، ستون یا درخت کی طرف نماز ادا کرتے ہوئے نہیں دیکھا مگر آپ اس کو اپنی دائیں یا بائیں ابرو مبارک کے سامنے کر دیتے بالکل سیدھا اس کی طرف رُخ نہ ہوتا۔ اس حدیث کو ولید بن کامل اور ضباعۃ کے مجہول ہونے کی وجہ سے ہے جن پر عمل اس طرح کی روایت سے جائز ہے کیونکہ یہ مسئلہ

عہ او آخر کتابۃ الصلاة قبل الفروع ۱۲ منہ (م)

سہ نینۃ المستنیل فروغ فی الخلاصہ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۶۸

ایک اور اعلیٰ و اجل نظیر کلام امام حافظ محدث ابو بکر بیہقی و امام محقق علی الاطلاق و امام ابن امیر الحاج و علامہ ابراہیم حلبی و علامہ حسن شرنبلالی و علامہ سید احمد طحاوی و علامہ سید ابن عابدین شامی و غیر ہم علمائے اعلام رحمہم اللہ تعالیٰ سے یہ ہے کہ سنن ابی داؤد و ابن ماجہ میں بطریق ابو عمر یا ابو محمد بن محمد بن حریث عن جدہ حریث رجل من بنی عذرة عن ابی ہريرة رضي الله تعالى عنه عن الابن القاسم صلى الله تعالى عليه وسلم دربارہ سترہ نماز مروی ہوا :

فان لم يكن معه عصا فليخط خطا
اگر اس کے پاس بکڑی نہ ہو تو اپنے سامنے ایک خط کھینچ لے۔

امام ابو داؤد نے کہا امام سفین بن عیینہ نے فرمایا :
لم نجد شيئا أشد به هذا الحديث ولهيئتي الامن
ہم نے کوئی چیز نہ پائی جس سے اس حدیث کو قوت
ہو اور اس سند کے سوا دوسرے طریق سے
نہ آئی۔

یونہی امام شافعی و امام بیہقی و امام نووی و غیر ہم ائمہ نے اس کی تضعیف فرمائی بلکہ منہ ائمہ و علمائے مذکورین

عنه قال في الحلية ثم في رد المحتار قد يعارض
تضعيفه بتصحیح احمد و ابن حبان و غیرهما
لما هو عقبه في الحلية بما ياتي عنهما من قوله و
يظهر ان الاشبهه ۱۲ و قال في المرقاة قد اشار
الشافعي الى ضعفه واضطرابه قال ابن حجر صححه
احمد و ابن المديني و ابن المنذر و ابن حبان
و غیرهم و جزم بضعفه النووي اھ ملخصا قلت
و هو وان فرض صحته لم يضرنا فيما نحن بصددہ
لما قد متنا انفا في التنبيه ۱۲ من رضي الله تعالى عنه (م)
تو ہمارے بیان کردہ مسئلہ میں یہ نقصان وہ نہیں جیسا کہ ابھی ہم نے تنبیہ میں اس کا ذکر کیا ہے ۱۲ (ت)

نے تصریح کی کہ حدیث ضعیف مسمیٰ ایسے حکم میں حجت و مقبول ہے کہ اُس میں نفع بے ضرر ہے، مرقاة شرح مشکوٰۃ امام ابن حجر مکی سے منقول :

قال البيهقي لا باس بالعمل به وان اضطرب اسناده في مثل هذا الحكم ان شاء الله تعالى .
امام بیہقی فرماتے ہیں کہ اگرچہ اس حدیث کی سند میں اضطراب ہے مگر اس طے کے مسائل میں اس پر عمل کرنے میں کوئی مرث نہیں ان شاء اللہ تعالیٰ . (ت)

علیہ میں فرمایا :

يظهر ان الاشبه قول البيهقي ولا باس بالعمل بهذا الحديث في هذا الحكم ان شاء الله تعالى .
اس سے واضح ہوتا ہے کہ بیہقی کا قول اس حکم میں اس حدیث پر عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں ان شاء اللہ تعالیٰ .
اشبہ و مختار ہے ، اور اسی پر چارے شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ کہتے ہوئے جزم فرمایا کہ سنت زیادہ لائق اتباع ہے ۔ (ت)

غنیہ میں ہے :

من جوزه استدلال بحديث في داود وتقدم ما فيه لكن قد يقال انه يجوز العمل بمثله في الفضائل كما مرانفا ولذا قال ابن الهمام والسنة اوله بالاتباع اه ملخصا .
جس نے جائز قرار دیا اس کا حدیث ابی داؤد سے استدلال ہے اور اس حدیث میں جو ہے وہ چھپے بیان ہو چکا ، لیکن کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ فضائل میں ایسی حدیث ضعیف پر عمل جائز ہے جیسا کہ ابھی گزرا اور اسی لیے امام ابن الہمام نے فرمایا سنت زیادہ لائق اتباع ہے (ت)

نیز غنیہ پھر امداد الفتاح شرح نور الایضاح پھر حاشیہ مطاویہ علی مرقی الفلاح میں ہے :

ان سلوانه يعنى الخط غير مفيد فلا ضرر فيه مع ما فيه من العمل بالحديث الذي يجوز العمل به في مثله .
اگر تسلیم کر لیا جائے کہ خط مفید نہیں تو اس میں کوئی ضرر نہیں باوجود اس کے محل نظر ہونے کے یہ حدیث ان میں سے ہے جس پر ایسے احکام میں عمل جائز ہوتا ہے ۔ (ت)

۱۔ مرقاة شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب السترة مطبوعہ مکتبہ امدادیہ طہان ۲۲۶/۲

۲۔ علیۃ المحلی شرح علیۃ المصلی

۳۔ غنیۃ المستمل فروع فی الخلاصہ

مطبوعہ سیل ایکڈمی لاہور

ص ۳۶۸

ص ۳۶۹

” ”

”

” ”

رد المحتار میں ہے :

لین الخط كما هو السرواية الثانية عن محمد
لحديث ابى داود فان لم يكن معه عصا فليخط
خطا وهو ضعيف لكنه يجوز العمل به في
الفضائل ولذا قال ابن المصنف والسنة اولى
بالاتباع ۶۹۰ -

خط کھینچنا مسنون ہے جیسا کہ امام محمد کی روایت ثانیہ ہے
انہوں نے ابو داؤد کی اس حدیث سے استدلال کیا : اگر
نمازی کے پاس عصا (کڑی) نہ ہو تو ایک خط کھینچ لے۔ یہ حدیث
ضعیف ہے لیکن فضائل میں ضعیف حدیث پر عمل جائز ہے اس بنا
پر امام ابن ہمام نے فرمایا : سنت زیادہ لائق اتباع ہے (ت)

تفسیر (فضائل اعمال سے مراد اعمال حسنة ہیں نہ صرف ثواب اعمال) ان دونوں نظیروں میں علامہ برہسم
علی اور نظیر اخیر میں علامہ شامی کا ان افعال میں سترہ کو ابرو کے مقابل رکھنے یا خط کھینچنے کو فضائل سے بتانا اس
معنی کی تصریح کر رہا ہے جو فقیر نے ماضیہ افادہ ۲۱ میں ذکر کیا تھا کہ فضائل اعمال سے مراد اعمال فضائل ہیں
یعنی وہ اعمال کہ بہتر و مستحسن ہیں نہ خاص ثواب اعمال، یہاں سے خیالات باطلہ گنگوہیہ کی تفسیح کامل ہوتی ہے فقہ الحد
قائدہ ۷ (حدیث ضعیف سے سنیّت بھی ثابت ہو سکتی ہے یا نہیں، عبارت رد المحتار کہ ابھی منقول ہوئی
بنام ہی ہے کہ امثال مقام میں نہ صرف استحباب بلکہ سنیّت بھی حدیث ضعیف سے ثابت ہو سکتی ہے فونہی افادہ، اس
علی قاری کا ارشاد گزرا کہ حدیث ضعیف کے سبب ہمارے علماء نے مسح کردن کو مستحب یا سنت مانا۔

اقول لكن قال الامام ابن امير الحاج
في الحلية بعد ما ذكر حديث ابن ماجة عن
الفاكه وعنه ابن عباس والبخاري عن
ابى رافع رضي الله تعالى عنهم في اغتسال
النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يوم العيد
وقال ان في اسانيد هذه ضعفاء ما نصبه،
واستعان غسل العيد ان قلنا بان تعدد الطرق
الواردة فيه يبلغ درجة الحسن، والا لنسب
وفي ذلك تأمل انه فقد اشهر رحمه الله تعالى

اقول لیکن امام ابن امیر الحاج نے علیہ میں عیدین
کے دن نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غسل کے
بارے میں حدیث ابن ماجة، فاکہ، ابن عباس سے اور
حدیث بخاری اور ارفع رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت
کرنے کے بعد کہا کہ ان اسانید میں راوی ضعیف ہیں،
اور پھر کہا کہ عیدین کے موقع پر غسل سنت ہے اگر ہم یہ
کہیں کہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہونے کی بنا پر
حسن کا درجہ پا سکتی ہے اور اگر یہ نہیں تو غسل مستحب ہے
اور اس میں تأمل ہے اح امام رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس بات

ان الضعیف لا یضیف الاستثنان ولک ان تقول ان
السنة ربما تطلق علی المستحب کعکسه کما
صرحوا بهما فیتجه کلام الشامی والقاری
وبه یحصل التوفیق بین الروایتین عن علمائنا
فی المسألة اعنی مسألة الخط فمن اثبت اسراده
الاستحسان ومن نفی نفی الاستثنان وقد کان
متأیدا بما فی الحلیة هل ینوب الخط بین
یدیه منابها فمن ابی حنیفة وهو احدی
الروایتین عن محمد انه لیس بشئ اعم لیس
بشئ مسنون اهلولا انه مراد بعده بل فعله و
ترکه سواء انتم فیہ بعد بعد فافهم۔

کی طرف اشارہ کیا ہے کہ حدیث ضعیف سنت کا فائدہ
نہیں دیتی، اور تیسرے لیے یہ جائز ہے کہ تو کہے کہ بعض
سنت کا اطلاق مستحب اور مستحب کا سنت پر ہوتا رہتا
ہے جیسا کہ فقہانے اس کی تصریح کی ہے، لہذا امام
شامی اور قاری کے کلام کی توجیہ ہو جائے گی اور اسی
سے مسئلہ خط میں ہمارے علمائے مروی دو روایات
میں تطبیق بھی ہو جائے گی پس جس نے اسے ثابت کیا
اس نے اس سے استحسان کا ارادہ کیا اور جس نے
نفی کی اس کا مقصد یہ ہے کہ یہ سنت نہیں اور اس کی
تائید علیہ کی اس عبارت سے ہوتی ہے کہ کیا خط
سترہ کے قائم مقام ہو گا یا نہیں؟ تو امام ابو حنیفہ اور
ایک روایت کے مطابق امام محمد فرماتے ہیں کہ یہ کوئی شئی نہیں یعنی سنت نہیں ادا کا ش اس کے بعد وہ یہ اضافہ
نہ کرتے کہ اس کا کرنا اور چھوڑنا برابر ہے انتہی، اس میں نہایت ہی بعد ہے اسے اچھی طرح سمجھ لو۔ (ت)

فائدہ ۸ (فائدہ ۸ متعلق افادہ ۱۱) وضع یا ضعف کا حکم کبھی بلحاظ سند خاص ہوتا ہے نہ بلحاظ
اصل حدیث، ہم نے افادہ ۱۱ میں بہت نصوص نقل کیے کہ بار بار محدثین کا کسی حدیث کو مرفوض یا ضعیف کہنا ایک
سند خاص کے اعتبار سے ہوتا ہے نہ کہ اصل حدیث کے۔ اور نئے حدیث صحیح زکوٰۃ علی، مروی سنن ابی داؤد
ونسائی :

امراة اتت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
ومعها ابنة لها وفي ید ابنتها مسکتن
غلیظتان من ذهب فقال تعطین ذکاة هذا
قالت لا قال یسرك انت یسرك اللہ بہما
یوم القیمة سوارین من نار قال فخلعتہما
فالقہما الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

یعنی ایک بی بی خدمتِ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوئیں ان کی بیٹی ان کے
ساتھ تھیں دختر کے ہاتھ میں سونے کے کڑے
تھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
فرمایا ان کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟ عرض کی نہیں، فرمایا کیا
بچے یہ پسند ہے کہ اللہ عزوجل قیامت میں ان کے

فَعَالَاتِ هَمَّا لَلَّهِ وَرَسُولِهِ ۖ

بدلے آگ کے کلن پہنائے، اُن بی بی نے کڑے آثارِ کڑی دے
اور عرض کی یہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہیں جل جلالہ وصلی
تعالیٰ علیہ وسلم۔

جسے امام ابو الحسن ابن القطان و امام ابن الملقن و علامہ سید میرک نے کہا: اسنادہ صحیحہ (اس کی سند صحیح ہے)
امام عبد العظیم منذری نے مختصر میں فرمایا: اسنادہ لامقال فیہ (اس کی سند میں کچھ گفتگو نہیں) محقق علی الاطلاق
نے فرمایا: لا شبہۃ فی صحیحۃ (اس کی صحت میں کچھ شبہہ نہیں) امام ترمذی نے جامع میں روایت کر کے
فرمایا: لا یصح فی ہذا الباب عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شئی (اس باب میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم سے کچھ صحیح نہیں) امام منذری نے فرمایا: لعل الترمذی قصد الطریقین الذین ذکرہما والا فطریق
ابی داود و لامقال فیہ (شاید ترمذی ان دو طریق کو کہتے ہیں جو انہوں نے ذکر کیے ورنہ سند ابی داود میں اسلا
جائے گفتگو نہیں) ابن القطان نے فرمایا:

انما ضعف ہذا الحدیث لان عندہ فیہ
ضعیفین ابن لہیعۃ و المثنیٰ بن
الصباح ۖ
انہوں نے اس وجہ سے تضعیف کی کہ ان کے
پاس اس کی سند میں دو راوی ضعیف تھے
ابن لہیعۃ اور ثنی بن الصباح۔
اے امام محقق نے فتح القدر اور علا علی قاری نے
مرقاۃ میں ذکر کیا۔ (ت)

اور سنئے حدیث رد شمس کہ حضور پر نور سید الانوار، ماہِ عرب، مہرِ عجم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے
دوبا ہوا آفتاب پلٹ آیا، مغرب ہو کر پھر عصر کا وقت ہو گیا یہاں تک کہ امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ

۲۱۸/۱	باب الكنز ما ہو و زکوۃ الحلی	مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور	۲۱۸/۱
۱۶۳/۲	بحوالہ ابی الحسن ابن القطان فصل فی الذہب، مطبوعہ توریہ رضویہ سکھر		۱۶۳/۲
۱۶۴/۲	" " "	" " "	۱۶۴/۲
۱۶۵/۲	" " "	" " "	۱۶۵/۲
۸۱/۱	باب ما جاء فی زکوۃ الحلی	آفتاب عالم پریس لاہور	۸۱/۱
۱۶۴/۲	فتح التدریج بحوالہ المنذر فصل فی الذہب	توریہ رضویہ سکھر	۱۶۴/۲
۱۶۴/۲	بحوالہ ابن القطان	" " "	۱۶۴/۲

وجہ الحکیم نے نماز عصر ادا کی جسے طاوی و امام قاضی عیاض و امام مغلطی و امام قطب خضری و امام حافظ الشان
عسقلانی و امام فاقم الحفاظ سیوطی وغیرہم اجلہ کرام نے حسن و صحیح کہا کما ہو مفصل فی الشفاء و شروحه و
المواہب و شرحہا (بیسے شفاء اس کی شروع اور مواہب اور اس کی شرح زرقاتی میں تفصیلاً مذکور ہے۔ ت)
علامہ شامی اپنی سیرت پھر علامہ زرقاتی شرح مواہب میں فرماتے ہیں :

اما قول الامام احمد و جماعة من الحفاظ
بوضعه فالظاهر انه وقع لهم من طريق
بعض الكذابين والافطر قد السابقة يتعذر
معها الحكم عليه بالضعف فضلا عن
الوضع
امام احمد اور حفاظ کی ایک جماعت کا اسے موضوع قرار
دینا اس وجہ سے ہے کہ ان کو یہ روایت ایسے لوگوں
کے ذریعے پہنچی ہوگی جو کذاب تھے ورنہ اس کی سابقہ
تمام اسانید پر ضعف کا حکم لگانا متعذر ہے، چر جائیکہ
اسے موضوع کہا جائے۔ (ت)

عام ترشیہ امام شیخ الاسلام عمدة الکرام مرجع العلماء الاعلام تقي الملة والدين ابو الحسن علي بن عبد الكافي سبكي
قدس سرہ الملک کتاب مستطاب منظر الصواب مرغم الشيطان مدغم الايمان شفاء السقام في زيادة خير الانام
عليه وعلى آله افضل الصلاة والسلام میں فرماتے ہیں :

وما يجب ان يتنبه له ان حكم المحدثين
بالانكار والاستغراب قد يكون بحسب تلك
الطريق فلا يلزم من ذلك سدمتن الحديث
بخلاف اطلاق الفقيه ان الحديث موضوع
فانه حكم على المتن من حيث الجملة
اس سے آگاہ رہنا واجب ہے کہ محدثین کا کسی
حدیث کو منکر یا غریب کہنا کبھی خاص ایک سند کے
لحاظ سے ہوتا ہے تو اس سے اصل حدیث کا رد
لازم نہیں آتا بخلاف فقیہ کے موضوع کہنے کے کہ وہ
بالاجمال اس متن پر حکم ہے۔

لطيفه جليله عفيفه : (لطيفه جليله عفيفه جان پر لاکھ من کا پہاڑ) ابو داؤد و نسائی کی یہ حدیث صحیح عظیم
جلیل جس میں ان بنی بنی کے کڑوں کے صدقہ کرنے میں اللہ عز و جل کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عنه في الباب الاول تحت الحديث الخامس من
حج البيت فلم يذرن في فقه جفاني ۱۲ من (م)
باب اول میں حدیث خامس کے تحت یہ مذکور ہے جس
نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا ۱۲ من (ت)

لہ شرح الزرقانی علی المواہب اللذیہ رد شمس لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطبوعہ مطبعہ عامرہ مصر ۱۳۲/۵
لہ شفاء السقام الحدیث الخامس مطبوعہ مکتبہ فوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۲۹

کا نام پاک بھی ملایا اور حضور نے انکار نہ فرمایا بعینہ ہی مضمون صحیح بخاری و صحیح مسلم نے حدیث توبہ کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں روایت کیا کہ جب ان کی توبہ قبول ہوئی عرض کی،

یا رسول اللہ ان من توبتی ان اخلع من مالی یا رسول اللہ! میری توبہ کی تمامی یہ ہے کہ میں اپنا سارا
صدقۃ الی اللہ والی رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ مال اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
وسلمہ کے لیے صدقہ کر دوں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکار نہ فرمایا۔ یہ حدیث حضرات و بابیہ کی جان پر آفت ہیں انہیں دُور پر کیا موقوف فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے بحجاب استغاثے بعض علمائے دہلی ایک نفیس و جلیل و موجز رسالہ مسہی بنام تاریخی الامن واللعن لناعی المصطفیٰ بدافع البلاء لمقرب بلقب تاریخی اکمال الطامہ علی شریک سوی بالامور العامہ تالیف کیا اس میں ایسی بہت کثیر و عظیم باتوں کا آیات و احادیث سے صاف و صریح ثبوت دیا مثلاً قرآن و حدیث ناظر ہیں کہ اللہ و رسول نے دو نعمت کر دیا، اللہ و رسول نگہبان ہیں، اللہ و رسول بے والیوں کے والی ہیں، اللہ و رسول مالوں کے مالک ہیں، اللہ و رسول زمین کے مالک ہیں، اللہ و رسول کی طرف توبہ، اللہ و رسول کی دوہائی، اللہ و رسول دینے والے ہیں، اللہ و رسول سے دینے کی توقع، اللہ و رسول نے نعمت دی، اللہ و رسول نے عزت بخشی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی اُمت کے حافظ و نگہبان ہیں، حضور کی طرف سب کے ہاتھ پھیلے ہیں، حضور کے آگے سب گرا کر رہے ہیں، حضور ساری زمین کے مالک ہیں، حضور سب آدمیوں کے مالک ہیں، حضور تمام امتوں کے مالک ہیں، ساری دنیا کی مخلوق حضور کے قبضہ میں ہے، مدد کی کنجیاں حضور کے ہاتھ میں، نفع کی کنجیاں حضور کے ہاتھ میں، جنت کی کنجیاں حضور کے ہاتھ میں، دوزخ کی کنجیاں حضور کے ہاتھ میں، آخرت میں عزت دینا حضور کے ہاتھ میں ہے، قیامت میں کل اختیار حضور کے ہاتھ میں، حضور مصیبتوں کو دور فرمانے والے، حضور سختیوں کے ٹالنے والے، ابو بکر صدیق و عمر فاروق حضور کے بندے، حضور کے خادم نے بیٹا دیا، حضور کے خادم رزق آسان کرتے ہیں، حضور کے خادم بدایں دفع کرتے ہیں،

علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ

علیہ تا علیہ جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ

علیہ تا علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ

حضور کے خادم بلند مرتبہ دیتے ہیں۔ حضور کے خادم تمام کاروبارِ عالم کی تدبیر کرتے ہیں، اولیاء کے سبب بلا دور ہوتی ہے، اولیاء کے سبب رزق ملتا ہے، اولیاء کے سبب مدد ملتی ہے، اولیاء کے سبب عینہ اُترتا ہے، اولیاء کے سبب زمین قائم ہے۔ یہ اور ان جیسی سیسوں باتیں صرف قرآن و حدیث سے لکھی ہیں، وہابی صاحب شرک وغیرہ جو حکم لگانا چاہیں اللہ و رسول کی جناب میں لکھیں یا خدا و رسول سے لڑیں اگر لڑا سکیں۔ اس میں یہ بھی روشن دلیلوں سے ثابت کر دیا ہے کہ وہابی مذہب نے یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام، عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام، جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خود حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہاں تک کہ خود رب العزت جل جلالہ کسی کو سخت شکنجہ الزام لگانے سے نہیں چھوڑا۔ غمناک یہ بھی واضح دلائل سے بتا دیا گیا کہ وہابی صاحبوں کے نزدیک جناب شیخ محمد و صاحب و مرزا جان جاناں صاحب و شاہ ولی اللہ صاحب و شاہ عبدالعزیز صاحب اور ان کے اساتذہ و مشائخ یہاں تک کہ خود میاں اسماعیل دہلوی سب کے سب پتھے مشرک تھے، غرض وہابی مذہب پر شرک امور عامہ سے ہے جس سے معاذ اللہ ملائکہ سے لے کر رسولوں، بندوں سے لے کر ربّ جلیل تک، شاہ ولی اللہ سے لے کر ان کے پیروں اُستادوں، شاہ عبدالعزیز صاحب سے خود میاں اسماعیل تک کوئی خالی نہیں، وہابیہ کا پچھاگ نجدت کی ہولی، شرک کا رنگ، تقویۃ الایمان کی پچکاری ہے، زور گھنگھور شرٹوں کا شور، سارا جہان شرابور، پوہ کی قید نہ انا دس پر چھوڑ، یہ انوکھا پھاگن بارہ ماؤس جاری ہے۔

اشراکِ بند ہے کہ تاحی برسد

مذہب معلوم و اہل مذہب معلوم

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

یہ مختصر رسالہ کہ چار جُز سے بھی کم ہے ایک سو تیس سے زیادہ فائدوں اور تیس آیتوں اور ستر سے زیادہ حدیثوں پر مشتمل ہے جو اس کے سوا کہیں جُمیع نہ ملیں گے بجز اللہ تعالیٰ اُس کی نفاست، اُس کی جلالت، اُس کی صولت، اُس کی شوکت دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنْ أَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ﴿۵﴾
یہ اللہ کا ہم پر اور لوگوں پر فضل ہے لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے، اے میرے رب مجھے اس

علیہ و علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲

میزان میں ہے،

ابراہیم بن العلاء ابو ہارون الغنوی
وثقہ جماعة و وہاد شعبۃ فیما قبل ولم یصح
بل صح انہ حدث عنہ۔

اُسی میں ہے،

عبد الاکرم بن ابی حنیفۃ عن ابیہ و عنہ
شعبۃ لا یعرف لکن شیوخ شعبۃ جیاد اھ

اقول لکن قال یزید بن ہارون
قال شعبۃ داری و حماری فی المساکین صدق
ان لم یکن ابان ابن ابی عیاش یکذب
فی الحدیث قلت له فلم سمعت عنہ؟
قال ومن یصبر عن ذالحدیث - یعنی
حدیثہ عن ابراہیم عن علقمۃ عن عبد اللہ
عن امہ انها قالت رأیت رسول صلی اللہ
تعالی علیہ وسلم قنت فی الوقت قبل الركوع
کما فی المیزان و لک التفصی عنہ بان
السماع شی و الحدیث شی، و الکلام فی
الاخیر و ان کان اسم الشیخ یتناول
الوجهین و سند کراخر ہذہ الفائدة ان

ابراہیم بن العلاء ابو ہارون غنوی کو ایک جماعت نے
ثقہ قرار دیا ہے اور کہا گیا ہے کہ شعبہ نے انہیں کمزور
کہا، اور یہ صحیح نہیں بلکہ صحیح یہ ہے کہ شعبہ نے ان سے
حدیث بیان کی ہے۔ (ت)

عبد الاکرم بن ابی حنیفہ اپنے والد سے اور ان سے
شعبہ نے روایت کیا ہے اور وہ معروف نہیں لیکن
شعبہ کے تمام اساتذہ جید ہیں (ت)

اقول لیکن یزید بن ہارون نے بیان کیا کہ
شعبہ نے کہا کہ میرا گھر اور میری سواری مساکین میں
صدقہ ہے، اگر ابان ابن ابی عیاش حدیث میں
جھوٹا نہ ہو، میں نے انہیں کہا تو پھر آپ نے ان سے
کیوں سماع کیا؟ تو اس نے فرمایا کون ہے جو
صاحب حدیث سے حدیث لینے سے باز رہے،
اس سے انہوں نے ان کی وہ حدیث مراد لی جو
ابراہیم سے علقمہ سے عبد اللہ سے اور انہوں نے اپنی
والدہ سے بیان کی ہے، وہ بیان کرتی ہے کہ میں نے
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے وتر
میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھی ہے جیسا کہ میزان
میں ہے، اور تیرے لیے اس سے خلاصی کی صورت

۴۹/۱	مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان	۱۵۲	ابراہیم بن العلاء	۴۷۳۴	عبد الاکرم	۱۵	ابان ابن ابی عیاش
۵۳۲/۲	"	"	"	"	"	"	"
"/۱	"	"	"	"	"	"	"

الامام ربما حمل عن شاء ، فاذا حدث
ثبت له على الصواب التقيد بمقتضى
حدث عنه في الاحكام دون ما يتساهل
فيه لما تقدم في الافادة الثالثة والعشرين
من قول ابن عدي ان شعبة حدث عن
الكلبي ورضيه بالتفسير كما نقله في
الميزان وفيه ايضا في محمد بن عبد الجبار
قال العقيلي مجهول بالنقل قلت شيخ شعبة
نقاوة الا نادى منهم وهذا الرجل قال
ابو حاتم شيخنا قلت وهذا لا يضر فقد
يكون الرجل ثقة عنده وعند غيره مجروح
او مجهول حتى ان من شيوخه الذين
وثقهم وصرح بحسن الثناء عليهم جابرين
يزيد الجعفي ذاك الضعيف الرافضي المتهم
قال الامام الا عظم رضى الله تعالى عنه
ما رأت فيمن رأت افضل من عطاء ولا
اكذب من جابر الجعفي وكذلك كذب ايووب
وشائدة ويحيى والجوزجاني وتركه القطان
وابن مهدي والنسائي وآخرون -

یہ ہے کہ سماع اور شنی ہے اور حدیث بیان کرنا اور ہے ۔
گفتگو دوسرے میں ہے اگرچہ شیخ کا نام دونوں کے لیے
مستقل ہے مگر یہ ہم اس فائدہ کے آخر میں ذکر کریں گے کہ امام
شعبہ بھی جسے چاہئے وایت لیتا ہے تو جب حدیث بیان کرے تو
اُس پر ثابت قدم رہے ۔ یاں شاید درست یہ ہو کہ اسے متبید
کر دیا جائے اس شخص کے ساتھ جس سے احکام کی حدیث
بیان کی گئی ہیں نہ کہ وہ احادیث جن میں نرمی کی جاتی ہے
جیسا کہ تیسویں افادہ میں ابن عدی کا یہ قول گزرا ہے
کہ شعبہ نے کلبي سے روایت کی ہے اور باب تفسیر
میں اسے پسند کیا ہے میزان میں اسی طرح منقول
ہے اور اس میں محمد بن عبد الجبار کے بارے میں بھی
ہے کہ عقيلي نے کہا کہ وہ مجهول بالنقل ہے ۔
میں کہتا ہوں کہ شعبہ کے تمام شیوخ جتھے ہیں مگر بہت کم
ایسے ہیں جو جتھے نہ ہوں ، اور یہ وہ آدمی ہیں جس کے بارے
میں ابو حاتم نے کہا شیخ ہے اہ ۔ قلت یہ
نقصان دہ نہیں یہ ہوتا رہتا ہے کہ ایک آدمی ایک شخص
کے ہاں ثقہ ہے دوسرے کے ہاں مجروح یا مجهول
ہوتا ہے حتیٰ کہ اس کے شیوخ وہ ہیں جن کو ثقہ
کہا گیا اور ان کی تعریف کی تصریح کی گئی ان میں سے
جابر بن یزید الجعفی ہے جو ضعیف رافضی اور متہم ہے

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے جو لوگ دیکھے ان میں عطا سے بڑھ کر سچا کسی کو نہیں پایا اور جابر جعفی سے
زیادہ جھوٹا کوئی نہیں دیکھا ، اسی طرح ايووب ، زائده ، یحییٰ اور جوزجانی نے اسے جھوٹا قرار دیا ۔ قطان ابن مہدی
نسائی اور دیگر محدثین نے اسے ترک کر دیا ۔ (ت)

۵۵۸/۳	مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان	۵۵۴ محمد بن السائب الکلبی	۵۵۴ محمد بن السائب الکلبی
۹۱۳/۳	" " " "	۸۶۲ محمد بن عبد الجبار	۸۶۲ محمد بن عبد الجبار
۳۸۰/۱	" " " "	۱۴۲۵ جابر بن یزید الجعفی	۱۴۲۵ جابر بن یزید الجعفی

شفار السقام علیہ السلام شریف میں ہے :

احمد رحمہ اللہ تعالیٰ لعین یروی الا عن ثقة
وقد صرح الخصم (یعنی ابن تیمیہ) بذلك في
الكتاب الذي صنفه في الرد على البكري
بعد عشر كواريس منه قال ان القائلين بالجو
والتعديل من علماء الحديث نوعان منهم
من لا يروا الا عن ثقة حده كمالك وشعبة
ويحيى بن سعيد وعبد الرحمن بن مهدي
واحمد بن حنبل وكذلك البخاري وامثاله

امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ ثقہ کے علاوہ کسی سے روایت
نہیں کرتے اور مخالفت (یعنی ابن تیمیہ) نے اس بات کی
اپنی اس کتاب میں تصریح کی ہے جو اس نے بکری کے روئے
اس کے دس رسائل کے بعد لکھی، کہا کہ علماء جرح و
تعديل (حدیث میں) دو اقسام ہیں ایک وہ ہیں جو
صرف ثقہ سے روایت کرتے ہیں مثلاً مالک، شعبہ،
یحییٰ بن سعید، عبد الرحمن بن مہدی، احمد بن حنبل اور
اسی طرح بخاری اور ان کے ہم مثل اہل (ت)

تہذیب التہذیب امام ابن حجر عسقلانی میں ہے :

خارجة بن الصلت البرجمي الكوفي روى
عنه الشعبي وقد قال ابن ابى خيثمة اذا روى
الشعبي عن رجل وسماه فهو ثقة يحتج
بحديثه
تدريش میں ہے :

من لا يروى الا عن عدل كابت مهدي
ويحيى بن سعيد اه اقول ولا ينكر عليه
بما في الميزان عن عباس الدوري عن
يحيى بن معين عن يحيى بن سعيد لولس
ارواكاهن ارضي ما روى الا عن خمسة اه
عل في الباب الاول تحت حديث الاول ۱۲ من (م)
عل في ترجمة اسرائيل بن يوسف ۱۲ من (م)

خارجہ بن الصلت برجمی کوئی جن سے شعبی نے روایت
کیا ہے اور ابن ابی خیثمہ نے کہا کہ جب شعبی کسی شخص
سے حدیث بیان کریں اور اس کا نام لیں تو وہ ثقہ
ہوگا اس کی حدیث سے استدلال کیا جائے گا (ت)

وہ لوگ جو صرف عادل راویوں سے روایت لیتے
ہیں مثلاً ابن مہدی اور یحییٰ بن سعید اہ اقول اور
اس پر اس بات سے اعتراض نہیں کیا جاسکتا
جو میزان میں عباس دوری نے یحییٰ بن معین سے
انہوں نے یحییٰ بن سعید کے حوالے سے روایت

شفار السقام الحديث الاول مطبعة مكتبة نوريه فيصل آباد ص ۱۰
تہذیب التہذیب لابن حجر عسقلانی ترجمہ ۱۲۵ خارجہ بن الصلت مطبعة دائرة المعارف آباد دکن ۵/۳
تہذیب الراوی شرح تقریب النواوی روایۃ مجہول العدالۃ والمستور دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴/۱

فان رضى يحيى غاية لا تدرك وكيف يقطن به
ان الخلق كلهم عنده ضعفاء الا خمسة وانما
المرضى له جبل ثبت شاهق من اسفل لعيززل ولم
يتزلزل ولا في حرف ولا مرة .

کچھ کہ اگر میں اس شخص سے روایت کرتا ہوں جس سے
میں راضی ہوتا ہوں تو میں صرف پانچ سے روایت
کرتا ہوں اور کئی کے راضی ہونے کی غایت و مقصد
معلوم نہیں اور یہ ان کے بارے میں کیسے گمان کیا جاسکتا
ہے کہ پانچ کے علاوہ تمام لوگ ان کے نزدیک ضعیف ہوں اور ان کے ہاں پسندیدہ و معتبر وہی شخص ہوگا جو اس
فن میں پہاڑ کی مانند ٹھوس، مستحکم اور مضبوط ہونے والی ہو اور نہ حرکت کرے نہ کسی حرف میں نہ ایک مرتبہ میں (ت)

تہذیب التہذیب میں ہے :

سليمن بن حرب بن بجيل الانباري الوائلي
قال ابو حاتم امام من الاثمة كان لا يدلس و
قال ابو حاتم ايضا كان سليمان بن حرب
قل من يرضى من المشايخ فاذا امر آيته قد
روى عن شيخ فاعلم انه ثقة الله ملتقطا .

سليمان بن حرب بن بجيل ازدی وائلی کے بارے میں
ابو حاتم کہتے ہیں کہ ائمہ حدیث میں سے امام ہیں اور
وہ تدلیس نہیں کرتے تھے اور ابو حاتم نے یہ بھی کہا
کہ سلیمان بن حرب بہت کم مشائخ کا اعتبار کرتے
تھے لہذا جب آپ دیکھیں کہ انہوں نے کسی شیخ سے
روایت کی ہے تو یقیناً وہ ثقہ ہی ہوگا (ملفوظات)

تقریب التہذیب میں ہے :

مظفر بن مدرک الخراساني أبو كامل ثقة
متقن كان لا يحدث الا عن ثقة .

مظفر بن مدرک خراسانی ابو کامل ثقہ اور پختہ ہیں اور
وہ ثقہ کے علاوہ کسی سے روایت نہیں کرتے تھے (ت)

نافعہ جامعہ : امام سخاوی فتح المغیث میں فرماتے ہیں :

تتمة من كان لا يروى الا عن ثقة الا في النادر
الامام احمد وبقی بن مخلد وحریر بن عثمان

تمہ ان لوگوں کے بارے میں جو ثقہ کے علاوہ سے
روایت نہیں کرتے مگر شاذ و نادر۔ وہ امام احمد ،

عنه في معرفة من تقبل روايته ۱۲ من (هـ)

جس کی روایت مقبول ہو اس کی معرفت میں اس کا ذکر ہے ۱۲ من (ت)

۱۔ تہذیب التہذیب ابن حجر عسقلانی ترجمہ ۳۱۱ سلیمان بن حرب مطبوعہ مجلس ائمة المعارف حیدرآباد دکن ۱۴۸۷/۲ و ۱۴۹۱

۲۔ تقریب التہذیب من اسمہ مظفر مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی ص ۲۲۸

وسليم بن حرب، وشعبة، والشعبى، وعبد الرحمن بن مهدي، ومالك، ويحيى بن سعيد القطان، وذلك في شعبة على المشهور، فإنه كان يتعنت في الرجال ولا يروى إلا عن ثبت، ولا فقد قال عاصم: . على سمعت شعبة يقول لو لم اجد ثكم الا عن ثقة لم احدثكم عن ثلثة وفي نسخة ثلثين و ذلك اعتراف منه بأنه يروى عن الثقة وغيره فينظر وعلى كل حال فهو لا يروى عن متروك ولا عن اجمع على ضعفه، واما سفين الثوري فكان يتروخص مع سعة عليه وورعه ويروى عن الضعفاء حتى قال فيه صاحب شعبة لا تحملوا عن الثوري الا عن تعرفون فإنه لا يبالى عن حمل وقال الفلاس قال لي يحيى بن سعيد لا تكتب عن معتسر الا عن تعرف فإنه يحدث عن كل الله.

میں ان کے شاگرد شعبہ نے کہا ہے کہ ثوری سے روایت نہ لو مگر ان لوگوں کے حوالے سے جن کو تم جانتے ہو کیونکہ وہ پروا نہیں کرتے کہ وہ کس سے حدیث اخذ کر رہے ہیں، فلاس کہتے ہیں کہ مجھے یحییٰ بن سعید نے کہا کہ معتسر سے نہ لکھو مگر ان لوگوں کے حوالے سے جن کو تم خود جانتے ہو کیونکہ وہ ہر ایک سے حدیث اخذ کرتے ہیں (ت)

اقول ما ذکر عن عاصم فيجوز بل يجب حمله على مثل ما قد منافي كلام يحيى كيف وان للثقة اطلاقا آخر اخص واضيق كما قال في التدريب ابن مهيدي قال حدثنا ابوخلد فقل له اكان ثقة فقال كان صدوقا

لقی بن محمد، حریر بن عثمان، سلیمان بن حرب، شعبہ، شعبی، عبد الرحمن بن مہدی، مالک اور یحییٰ بن سعید القطان، اور شعبہ کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ وہ لوگوں کے بارے میں سختی سے کام لیتے ہیں وہ صرف ثبت سے ہی روایت کرتے ہیں ورنہ عاصم بن علی کہتے ہیں کہ میں نے شعبہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اگر میں تمہیں ثقہ کے علاوہ کسی سے حدیث بیان نہ کرتا تو صرف تین راویوں (بعض نسخوں میں تیس کا ذکر ہے) سے حدیث بیان کرتا۔ یہ ان کا اعتراف ہے کہ میں ثقہ اور غیر ثقہ دونوں سے روایت کرتا ہوں لہذا غور و فکر کر لیا جائے، ہر حال میں وہ متروک سے روایت نہیں کرتے اور نہ اس شخص سے جس کے ضعف پر محدثین کا اتفاق ہو، ہاں ماہر سفیان ثوری کا تو وہ باوجود علی وسعت اور ورع و تقویٰ کے نرمی کرتے ہوئے رخصت دیتے اور ضعفاء سے روایت کرتے ہیں حتیٰ کہ ان کے بارے میں ان کے شاگرد شعبہ نے کہا ہے کہ ثوری سے روایت نہ لو مگر ان لوگوں کے حوالے سے جن کو تم جانتے ہو کیونکہ وہ پروا نہیں کرتے کہ وہ کس سے حدیث اخذ کر رہے ہیں، فلاس کہتے ہیں کہ مجھے یحییٰ بن سعید نے کہا کہ معتسر سے نہ لکھو مگر ان لوگوں کے حوالے سے جن کو تم خود جانتے ہو کیونکہ وہ ہر ایک سے حدیث اخذ کرتے ہیں (ت)

اقول (میں کہتا ہوں) جو کچھ عاصم کے حوالے سے مذکور ہے اس کو اس گفتگو پر محمول کرنا جائز بلکہ واجب ہے جو ہم نے پہلے کلام یحییٰ پر کی تھی اور یہ کیسے نہ ہو حالانکہ ثقہ کا ایک دوسرا اطلاق نہایت ہی محدود و اخص ہے جیسا کہ تدریب میں ہے کہ ابن مہدی

وكان مأمونا وكان خيرا الثقة شعبة وسفيان
قال وحكى السري قال سألت ابن حنبل
عبد الوهاب بن عطاء ثقة؟ قال لا تدري
ما الثقة انما الثقة يحيى بن سعيد القطان
فعلبك بالتثبت فان الامر جلي واضح -

کہتے ہیں کہ ہمیں ابوخلدہ نے بیان کیا کہ ان سے کہا گیا کہ
کیا وہ ثقہ ہے تو کہا کہ وہ صدوق اور مامون ہے اور
بہتر ثقہ شعبہ اور سفیان ہیں اور کہا کہ مروزی نے بیان کیا
کہ میں نے ابن حنبل سے عبد الوہاب بن عطاء کے ثقہ ہونے
کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا تم ثقہ کو نہیں جانتے
ثقہ صرف یحییٰ بن سعید القطان ہے اے اس پر قائم رہنا کیونکہ معاملہ بڑا ہی واضح ہے - (ت)

تھرا قول (ہمارے امام اعظم جس سے روایت فرمائیں اس کی ثقات ثابت ہو گئی، انہیں
ائمہ متاخرین سے ہیں علم اعظم امام اعظم سیدنا ابو حنیفہ النعمان النعمانی علیہ السلام الرضوان ونعمہ بالنعم نعم
الجنان، یہاں تک کہ اگر بعض محدثین سے روایت فرمائیں تو اخذ قبل التخییر پر محمول ہوگا جس طرح احادیث صحیحین
میں کرتے ہیں محقق علی الاطلاق فتح میں فرماتے ہیں،

قال محمد بن الحسن رضي الله تعالى عنه
في كتاب الآثار اخبرنا ابو حنيفة ثنا ليث بن
ابي سليم عن مجاهد عن ابن مسعود رضي الله تعالى
عنه قال ليس في مال اليتيم تركوة وليث كانت
احد العلماء العباد وقيل اختلط في آخر عمره
و معلوم ان ابا حنيفة لم يكن ليذهب
فياخذ عنه في حال اختلاطه ويرويه و
هو الذي شدد في امر الرواية ما لم يشدد
غيره على ما عرف الله -

امام محمد بن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتاب الآثار میں
فرماتے ہیں کہ ہمیں امام ابو حنیفہ نے ازلیث بن ابی سلیم
از مجاہد از ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا
کہ یتیم کے مال میں زکوٰۃ نہیں، لیث علمائے عابدین
میں سے تھا اور انہیں آخر عمر میں اختلاط ہو گیا اور یہ
بات مسلم ہے کہ امام اعظم ان سے اختلاط کے بعد حدیث
اخذ نہیں کر سکتے کیونکہ آپ حدیث اخذ کرنے اور بیان
کرنے میں جتنی سخت ہیں دوسروں سے اس کا تصور
بھی نہیں کیا جاسکتا جیسا کہ معلوم و معروف ہے (ت)

تبلیک (قلة المبالاة في الاخذ قد حدث من تر من التابعين — اخذ حدیث میں نرمی

اکابر تابعین کے زمانہ سے پیدا ہوئی ہے - ت)

قلت (میں کہتا ہوں) اخذ حدیث میں وسعت

قلت هذا التوسع وقلة المبالاة في

مقبولة عندنا وعند الجماهير ولا شك ان
عطاء و الحسن و الزهري منهم وقلة المبالاة
عند التحمل لا يقتضيها عند الاداء فقد ياخذ
الامام من شاء ولا يرسله الا اذا استوثق
وقد وافقنا على قبول مراسيل الحسن ذلك
الوسع الشديد عظيم التشديد قدوة الشات
يحيى بن سعيد القطان و ذلك الجبل العلى
على بن مدينى الذى كان البخارى يقول ما
استصغرت نفسى الا عنده و ذلك الامام
الاجل نقاد العلل ابو زرعة الرازى و تاهيك
بهم قدوة اما القطان فقال ما قال الحسن
فى حديثه قال رسول الله صلى الله تعالى عليه
وسلم الا وجدنا له اصلا الا حديثا او حديثين
واما على فقال مراسلات الحسن البصرى
التي رواها عنه الثقات صحاح ما اقل ما يسقط
منها، واما ابو زرعة فقال كل شئ قال الحسن قال
رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وجدت
له اصلا ثابتا ما خلا اربعة احاديث نقلها
فى التدريب -

ہمارے اور جمہور علماء کے ہاں مقبول ہیں، اس میں کوئی
شک نہیں کہ عطا، حسن اور زہری ان میں سے ہیں اور
انہیں نرمی کے لیے لازم نہیں کہ بیان کرتے وقت بھی
نرمی ہو، بعض اوقات امام کسی شخص سے حدیث اخذ
کر لیتے ہیں مگر ارسال اسی وقت کرتے ہیں جب اسے
وہ ثقہ محسوس کرتے ہوں اور ہمارے ساتھ حسن کی
مراسیل کو قبول کرنے میں یحییٰ بن سعید القطان شریک
ہیں جو ورع و تقویٰ اور حدیث کے اخذ کرنے میں
نہایت ہی سخت ہیں اور اس فن کا عظیم شخص علی بن
مدینی بھی جن کے بارے میں امام بخاری کا قول ہے میں
نے اپنے آپ کو ان کے سوا کسی کے سامنے سچ نہیں
سمجھا اور امام اجل نقاد العلل ابو زرعة رازی بھی شریک
ہیں اور یہ لوگ اقتدا کے لیے کافی ہیں، لیکن قطان نے
کہا ہے کہ جس حدیث کے بارے میں امام حسن یہ
کہہ دیں "قال رسول الله صلى الله عليه وسلم"
تو ہمیں ایک یا دو کے علاوہ ہر حدیث کی اصل ضرور
ملے، علی بن مدینی کہتے ہیں کہ وہ مراسیل حسن بصری جو
ان سے ثقہ لوگوں نے روایت کی ہیں وہ صحیح ہیں میں
یہ نہیں کہہ سکتا کہ ان سے ساقط ہونے والی کتنی ہیں

اور ابو زرعة کہتے ہیں جس شے کے بارے میں بھی حسن نے "قال رسول الله صلى الله عليه وسلم" کہا ہے مجھے
چار احادیث کے علاوہ ہر ایک کی اصل مل گئی ہے۔ اس عبارت کو تدرب میں نقل کیا ہے۔ (ت)

قلت (میں کہتا ہوں) علم جہان عدم وجود
کو مستلزم نہیں تو یحییٰ کو ایک یا دو احادیث جو

قلت وعدم الوجدان لا يقتضى
عدم الوجود فلم يفت يحيى الا واحدا و

اثبات و لعل غیر یحیی وجد مالم یجدہ و
 فوق کل ذی علم علیہ و نقل فی مسلم الثبوت
 عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ قال متی قلت لکم
 حدثنی فلان فہو حدیثہ و متی قلت قال
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فعن سبعة
 اھ و فی التدریب قال یونس بن عبید سألت
 الحسن قلت یا ابا سعید انک تقول قال رسول
 اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وانک لم تدرکہ
 فقال یا ابن اخی لقد سألتنی عن شیء ما سألنی
 عنہ احد قبلك ولو لا منزلتک منی ما اخبرتک
 انی فی زمان کما تری وکانت فی زمان
 الحجاج کل شیء سمعتنی اقلہ قال رسول
 اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرم عن علی
 بن ابی طالب غیر انی فی زمان لا استطیع ان
 اذکر علیاً اھ واللہ تعالیٰ اعلم۔

زہد میں ممکن ہے کسی اور محدث کو وہ مل گئی ہوں ارشاد
 باری ہے و فوق کل ذی علم علیہ (ہر علم والے
 پر ایک علم والا ہے) اور مسلم الثبوت میں حسن رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ سے مروی ہے میں جب تم کو یہ کہوں کہ مجھے
 فلاں نے حدیث بیان کی تو وہ اس کی حدیث ہوتی ہے
 اور جب میں یہ کہوں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 نے فرمایا تو وہ شتر سے مروی ہوتی ہے اھ تدریب
 میں ہے یونس بن عبید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت
 حسن سے پوچھا اے ابو سعید! آپ کہتے ہیں نبی
 اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا حالانکہ آپ نے
 آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت نہیں کی ؟
 فرمایا اے بھتیجے! تو نے مجھ سے ایسا سوال کیا ہے
 جو تجھ سے پہلے آج تک مجھ سے کسی نے نہیں کیا ،
 اگر تیرا یہ مقام میرے ہاں نہ ہوتا تو میں تجھے اس
 سوال کا جواب نہ دیتا میں جس زمانے میں ہوں (وہ

جیسے تجھے معلوم ہے) اور یہ حجاج کا زمانہ تھا جو کچھ مجھ سے آپ لوگ سنتے ہیں کہ میں کہتا ہوں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم نے فرمایا وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے میں نے سنا ہوتا ہے (یہ نہیں کہ میں نے
 آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات پائی ہے) چونکہ میں ایسے دور میں ہوں جس میں حضرت علی کا نام
 ذکر نہیں کر سکتا (اس لیے میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام لیتا ہوں) واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

فائدہ ۱۰ : (فائدہ ۱۰ متعلق افادہ ۲۴ دربارہٴ احادیث طبقہ رابعہ) سُفہائے زمانہ نے
 احادیث طبقہ رابعہ کو مطلقاً باطل و بے اعتبار محض قرار دیا جو شان موضوع ہے جس کا ابطال بین باہن

لہ القرآن ۶/۱۲

لہ مسلم الثبوت تعریف المرسل مطبوعہ مطبع انصاری دہلی ص ۲۰۲

۳ تدریب الراوی شرح تقریب المنادی الکلام فی احتجاج الشافعی بالمرسل مطبوعہ دار نشر الکتاب الاسلامیہ لاہور ۲۰۴/۱

وجہ افادہ ۲۴ میں گزرا، یہاں اتنا اور سن لیجئے کہ برعکس اس کے مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے اُن کی روایت کو دلیل عدم موضوعیت قرار دیا ہے، موضوعات کبیر میں زیر حدیث :

من طاف بالبيت اسبوعا ثم اتي مقام ابراهيم
فرکم عندہ رکعتین ثم اتي من مزبہ فشرب
من مائها اخرجہ اللہ من ذنوبہ کیومر ولدتہ
امہ ۱
جوسات پھیرے طواف کر کے مقام ابراہیم میں
دو رکعت نماز نماز پڑھے پھر زمزم شریف پر جا کر اس کا
پانی پئے اللہ عزوجل اُسے گناہوں سے ایسا پاک کر دے
جیسا جس دن ماں کے پیٹ کے پیدا ہوا تھا۔

فرماتے ہیں :

حيث اخرجہ الواحدی فی تفسیرہ والجنیدی
فی فضائل مکة والدیلمی فی مسندہ لا یقال
انہ موضوع غایتہ انہ ضعیف
جیکہ اسے واحدی نے تفسیر اور جنیدی نے فضائل مکہ اور
دیلمی نے مسند میں روایت کیا تو اسے موضوع نہ کہا جائیگا
نہایت یہ کہ ضعیف ہے۔

اقول وجہ یہ ہے کہ اصل عدم وضع ہے اور بوجہ غلط صحاح و تنقیح و ثابوت و موضوع جس طرح وضع ممکن
یونہی صحت محتمل توجہ تک خصوص قن و سند کے لحاظ سے دلیل قائم نہ ہو اعداد الاحتمالین خصوصاً خلاف اصل کو
معین کر لینا محض ظلم و جزاف ہے تو اُن کی حدیث قبل تبیین حال جس طرح بسبب احتمال ضعف و سقوط احکام میں
مستند و معتبر نہ ہوگی یوں ہی بوجہ احتمال صحت و حسن و ضعف محض موضوع و باطل و ساقط بھی نہ ٹھہر سکے گی
لا جرم درجہ توقف میں رہے گی اور یہی مرتبہ ضعیف محض کا ہے جس طرح وہاں توقف مانع تسک فی الفضائل نہیں یونہی
یہاں بھی کمالاً یخفی علی ادنی النہی (جیسا کہ اصحاب فہم پر معنی نہیں۔ ت) فرائع الرکعت میں ہمارے علماء کرام
رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ہے :

الراوی انکان غیر معروف بالفقاہة ولا
بالروایۃ بل انما عرف بحدیث او حدیثین
فان قبلہ الاثمة او سکتوا عنه عند ظہور
راوی حدیث اگر فضاہت روایت میں معروف نہ ہو
بلکہ کسی ایک یا دو احادیث سے معروف ہو اور محدثین نے
اسے قبول کر لیا یا ظہور روایت کے وقت اس سے غاموشی

معرف العداۃ کے بحث میں ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ فی مسئلۃ معرف العداۃ ۱۲ منہ (م)

لہ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۲۳۶
۱۲ ایضاً

الرواية او اختلفوا كان كاللمعروف وان لم
يظهر منهم غير الطعن كان مردودا وان لم
يظهر من منهم لم يجب العمل بل يجوز في عمل
به في المسند و بات والفضائل والتواريخ

اختیار کی ہو یا اس میں اختلاف کیا ہو تو یہ بھی معروف کی
طرح ہی ہوگا اگر اس پر محدثین نے طعن کا اظہار ہی
کیا ہے تو وہ مردود ہوگا اور اگر محدثین نے کسی شے
کا اظہار نہیں کیا تو اب عمل واجب نہیں بلکہ جائز ہوگا
تو وہ مستحبات، فضائل اور تاریخ میں قابل عمل ہے (ت)

فائدہ ۱۱۱ (تذکرۃ الموضوعات محدثان فقہی میں ذکر مستلزم گمان وضع نہیں) اُن ضروری فوائد سے
کہ بوجہ تعمیل ہنگام تبیض تحریر سے رہ گئے تذکرۃ الموضوعات علامہ محمد طاہر فقہی رحمہ اللہ تعالیٰ کا حال ہے کہ اس میں
مجرد ذکر سے موضوعیت پر استدلال تو بڑے بھاری متکلیف منکرین نے کیا حالانکہ محض جہالت و بے رہی یا دیدہ و دانستہ
مغالطہ ذہنی تذکرہ مذکورہ بھی کتب فقہ ثانی سے ہے اُس میں ہر طرح کی احادیث لاتے اور کسی کو موضوع کسی کو
لم یوجد کسی کو منکر کسی کو یسبب کسی کو لا یصح کسی کو ضعیف کسی کو مؤول کسی کو بحالہ ثقات
کسی کو لا باس بہ کسی کو صحیحہ فلان کسی کو صحیحہ فرماتے ہیں حدیث تقبیل ابہایم انھیں میں ہے
جنھیں ہرگز موضوع نہ کہا بلکہ صحت لا یصح پر اقتصار اور تجربہ کثیرین سے استظهار کیا خاتمہ مجمع بحار الانوار
میں فرماتے ہیں :

فصل فی تعیین بعض الاحادیث المشہرة
على الا لسن والصواب خلافا على نمط ذکرته
في التذکرۃ فقیہ من عرف نفسه عرف سربہ
لیس بثبت اح رائت ربی فی صورة شاب لہ
وفرة صحیحہ محمول علی رویۃ المنام
او مؤول حج المؤمن غر کریمہ والصاف غب
لشیم موضوع ح ما شهد رجل علی رجل بکفر

فصل، بعض احادیث کی تعیین کے بارے میں جو لوگوں
کی زبانوں پر مشہور ہیں حالانکہ صواب اس کے خلاف
ہے اس طریقہ پر جس کا ذکر تذکرہ میں کیا ہے اس میں ہے
وہ شخص جس نے اپنے نفس (آپ) کو پہچان لیا اس نے
اپنے رب کو پہچان لیا، یہ ثابت نہیں، حدیث میں نے
اپنے رب کو ایسے خوبصورت جوان کی صورت میں دیکھا
جس کے بال لمبے و خوبصورت ہوں، صحیح ہے یہ

عہ اقول هذا عجیب فقد اخرجہ ابو داؤد اقول یہ عجیب حالانکہ ابو داؤد باقی اگلے صفحہ پر،

۱۴۹/۲ فرائح الرحمن شرح مسلم الثبوت، بذیل المستصفیٰ مشکہ مجہول الحال الم مطبوعہ منشورات الشریف الرحمن رقم ۱۴۹/۲
ف۔ یہ عبارت مختصر اور متعدد صفحات سے نقل کی گئی ہے حوالہ کے لیے ۵۱ تا ۵۱۹ ملاحظہ ہو۔

الاباء به احدهما ضعيف في طلب العلم
فريضة على كل مسلم طرقتها واهية ح من
ادى القريضة وعلو الناس الخيرات فضله

(بقية حاشیہ صفحہ گزشتہ)

والترمذی والحاکم عن ابی هريرة رضي الله تعالى
عنه بلفظ الفاجر صكان المنافق واسناده كما قال
المناوي جید ۱۲ منہ (م)

عنه اقول بل صحيح من اعلی الصحاح
فلما لك والصحيحين غيرهما عن ابن عمر رضي الله
عنهما رفعه اذا قال الرجل لاخيه يا كافر فقد
باء بها احدهما ولبخاري عن ابی هريرة رضي الله
تعالى عنه رفعه من قال لاخيه يا كافر
فقد باء بها احدهما ولا بدت جنان من
ابن سعيد رضي الله تعالى عنه بسند صحيح
مرفوعا ما اكفر من رجل قط الا بآء بهما
احدهما وفي الباب غير ذلك فان اراد خصوص
اللفظ فقليل الجدد ۱۲ منہ (م)

ساتھ روایت کیا جب بھی کوئی کسی کو کافر کہتا ہے تو وہ کفر یقیناً ان میں سے کسی ایک کی طرف رجوع کرتا ہے اور
اس باب میں اس کے علاوہ بھی احادیث ہیں اگر اس سے مراد خاص الفاظ ہیں تو ایسی روایات تو
بہت ہی کم ہیں ۱۲ منہ (ت)

عنه اقول والصحيح انه لا ينزل عن
الحسن كما بينته في النجوم الثواقب في
تخريج احاديث الكواكب ۱۲ منہ رضي الله تعالى
عنه (م)

غواب پر محمول ہے یا یہ مؤول ہے اور حدیث مومن دھوکا
کھانے والا اور شرم والا ہوتا ہے اور منافق و غاباز
اور کمینہ ہوتا ہے موضوع ہے۔ حدیث نہیں گواہی دیتا

ترمذی اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
منافق کی جگہ لفظ فاجر روایت کیا ہے اور اس کی سند
بقول امام مناوی کے جید ہے ۱۲ منہ (ت)

اقول بلکہ یہ اعلیٰ درجے کی صحاح میں سے صحیح
ہے، امام مالک اور شیعین وغیرہما
سے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما
سے مرفوعاً روایت کیا کہ جب کوئی شخص اپنے بھائی
کو "یا کافر" (اے کافر) کہا، تو وہ کفر ان دونوں
میں سے ایک پر لوٹ آتا ہے۔ اور بخاری نے حضرت
ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً بیان کیا کہ
جس نے اپنے بھائی کو "یا کافر" کہا تو وہ کفر ان میں
سے ایک پر لوٹ آئیگا۔ ابن حبان نے حضرت ابوسعید
خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً سند صحیح کے
ساتھ روایت کیا جب بھی کوئی کسی کو کافر کہتا ہے تو وہ کفر یقیناً ان میں سے کسی ایک کی طرف رجوع کرتا ہے اور
اس باب میں اس کے علاوہ بھی احادیث ہیں اگر اس سے مراد خاص الفاظ ہیں تو ایسی روایات تو
بہت ہی کم ہیں ۱۲ منہ (ت)

اقول (میں کہتا ہوں کہ) صحیح وہ ہے کہ جو حسن
سے نیچے نہ ہو جیسے کہ میں نے النجوم الثواقب
فی تخريج احاديث الكواكب میں بیان کیا ہے
۱۲ منہ رضي الله تعالى عنه (ت)

على العابد الحديث ضعيف اسنادہ لکنہم يتساهلون
في الفضائل ح الوضوء على الوضوء نوراً على
نور لم يوجد فيه مسح العينين بباطل
السبب بعد تقبيلهما لا يصح وروی تجرید
ذلك عن كثيرين فيه الصلاة عماد الدين
ضعيف وصلاة التسبیح ضعيف الدارقطني
اصح شئ في فضل الصلوات صلاة التسبیح
فيه طعام الجواد دواء وطعام البخیل داء
في المقاصد رجاله ثقات وفي المختصر منكر
في المقاصد ماء من مزه لما شرب له ضعيف
لكن له شاهد في مسلح ان الله يبعث
لهذه الامة على رأس كل مائة من يجد
لها دينها صححه الحاكم مثل امتي كالمطر

کوئی آدمی دوسرے کے کفر کی مگر کفران میں سے کسی
ایک پر لوٹ آتا ہے، ضعیف ہے۔ اسی میں ہے علم
کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے، اس کے تمام طرق
مکڑور ہیں۔ حدیث وہ شخص جس نے فرض ادا کیا اور لوگوں
کو خیر کی تعلیم دی اس کو عابد پر فضیلت حاصل ہے،
اس حدیث کی سند ضعیف ہے لیکن محدثین فضائل مسلسل
میں نرمی برتتے ہیں۔ حدیث وضو و وضو نور علی نور ہے
موجود نہیں۔ اس میں ہے سب ابہ انگلیوں کا باطن جوٹنے
کے بعد آنکھوں سے لگانا صحیح نہیں اور بطور تجربہ یہ
عمل کثیر علماء سے مروی ہے۔ اس میں ہے نماز دین کا
ستون ہے، یہ حدیث ضعیف ہے۔ صلاة التسبیح
(والی حدیث) ضعیف ہے۔ دارقطنی میں ہے فضائل
نماز کے بارے میں بتی احادیث مروی ہیں ان میں نماز تسبیح

عنه بل اخرجہ زہریٰ وان قال المنذري ثم
العراق لم نقف عليه ۱۲ من (م)

عنه الحق انه حديث حسن صحيح لا شك
حسن لذاته صحيح لغيره ان لم يكن لذاته و
التفصيل في اللآلي ۱۲ من (م)

عنه اقول كذا قال المناوي وبالغ الذهبي
كعاداته فقال كذب ۱۲ من (م)

عنه اقول بل نص الحفاظ انه حجة بطرقه وحسن
المناوي وصححه الامام سفيان بن عيينة
والدهياطي والمنذري وابن الجزري ۱۲ من (م)

عنه ورواه ابوداود وقال المناوي اسناد صحيح ۱۲ من (م)

بلکہ اس کی تحریک زہری نے کی ہے اگرچہ منذری، پھر
عراقی نے کہا کہ ہم اس سے آگاہ نہ ہو سکے ۱۲ من (ت)
حق یہ ہے کہ حدیث حسن صحیح ہے اس میں کوئی شک نہیں
کہ یہ حسن لذاتہ ہے صحیح لغيرہ ہے البتہ صحیح لذاتہ نہیں
اور اس کی تفصیل اللآلی میں ہے (ت)

اقول اسی طرح مناوی نے کہا اور ذہبی نے اپنی
عادت کے مطابق مبالغہ کیا اور کہا کہ وہ جھوٹے ہیں ۱۲ من (ت)

اقول بلکہ حافظ نے تصریح کی ہے کہ یہ اپنی
اسناد کی بنا پر حجت ہے، مناوی نے اسے حسن کہا،
امام سفیان بن عیینہ، دیلمی، منذری اور ابن جریر نے
اسے صحیح کہا ۱۲ من (ت)

اسے ابوداؤد نے روایت کیا اور مناوی کہتے ہیں اس کی سند صحیح ہے۔

لا یدری اولہ خیرام اخرہ موضوع فی الوجیز
 اما و ابوبکر و عمر خلفا من تریة واحدة فیہ
 مجاہیل قلت لہ طریق آخر ولہ شاہد
 فی اولی حدیث فی وقتین قال ابن جان باطل
 ذات الوقت اولی فان لہ طرقا عديدة لا باس
 ببعضہا ح من اخلص للہ اربعین یوما سندہ
 ضعیف ولہ شاہد ح یكون فی اخر الزمان
 خلیفۃ لا یفضل علیہ ابوبکر ولا عمر موضوع
 قلت بل مؤول الی ہنا ما فی التذکرۃ الملتقطا۔
 اس کا اول بہتر ہے یا آخر، موضوع ہے۔ و نیز میں ہے، میں، ابوبکر اور عمر تینوں ایک ہی مٹی سے پیدا ہوئے، اس
 میں راوی مجہول ہیں، میں کہتا ہوں اس کی ایک اور سند ہے اور اس کے لیے شاہد ہے حدیث اویس جو دو درقوں
 پر ہے ابن جان نے کہا یہ باطل ہے، میں کہتا ہوں سکت بہتر ہے کیونکہ اس کی متعدد اسناد ہیں اسکی بعض سند میں۔

عہ اقول ہذا عجیب بل اخرجہ احمد والترمذی
 فی الجامع عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حسنہ
 وفی الباب عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ اخرجہ البزار قال السخاوی بسند حسن
 وفیہ عن علی وعن عمار وعن عبد اللہ بن عمر
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ وقال ابن عبد البر ان
 الحدیث حسن وقال ابن القطان لا نعلم لہ
 علۃ قال السخاوی اسنادہ جید ۱۲ منہ (م)
 کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے، ابن القطان کی رائے ہے کہ ہمیں اس میں کسی علت کا علم نہیں۔ سخاوی نے کہا
 کہ اس کی سند جید ہے ۱۲ منہ (ت)

اقول (میں کہتا ہوں کہ) یہ عجیب ہے، بلکہ
 اس کو احمد اور ترمذی نے جامع میں حضرت انس رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور حسن قرار دیا نیز اس بارے
 میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے
 بھی مروی ہے اس کی بزار نے روایت کیا ہے۔
 سخاوی کہتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے اور اس بارے
 میں حضرت علی، حضرت عمار اور حضرت عبد اللہ بن عمر
 رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی مروی ہے، ابن عبد البر
 کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے، ابن القطان کی رائے ہے کہ ہمیں اس میں کسی علت کا علم نہیں۔ سخاوی نے کہا
 کہ اس کی سند جید ہے ۱۲ منہ (ت)

میں کوئی عرج نہیں۔ حدیث جس نے چالیس دن اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کیے، اس کی سند ضعیف ہے اور اس کے لیے شاہد ہے۔ حدیث آخر زمانے میں ایک خلیفہ ہوگا جس سے ابوبکر و عمر افضل نہ ہوں گے، موضوع ہے۔ میں کتابوں بلکہ اس میں تاویل ہے، یہاں تک ان روایات کا ذکر ہے جو تذکرہ میں تھیں اور مطلقاً۔ (ت)

قائدہ ۱۲: (حدیث بے سند مذکور علماء کے قبول میں نفیس و جلیل اسقاطاً اور اہام قاصرین زمان کا ابطال و ازہاق) اقول وباللہ التوفیق اذ بان اکثر قاصرین زمان میں سند کی فضیلتیں اور کچھ ثرین میں اتصال کی ضرورتیں دیکھ دیکھ کر مرکز ہو رہا ہے کہ احادیث بے سند اگرچہ کلمات ائمہ معتدین میں بصیغہ جرم مذکور ہوں مطلقاً باطل و مردود و عاقل کہ احکام، مغازی، سیر، فضائل کسی باب میں اصلاً نہ سُنے کے لائق نہ ماننے کے قابل حالانکہ بعض افراتین ابن الاندلس، مشاہیر محدثین و جمہیر فقہاء و نول فرقی کے مخالفت اجماع ہے، غیر صحابی جو قول یا فعل یا حال حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف بے سند متصل نسبت کرے محدثین کے نزدیک باختلاف حالات و اصطلاحات مرسل منقطع معلق معضل ہے اور فقہاء اصولیین کی اصطلاح میں سب کا نام مرسل اصطلاح حدیث پر تعلیق و اعضاء یا اصطلاح فقہاء اصول پر ارسال میں کچھ بعض سند کا ذکر ہرگز لازم نہیں بلکہ تمام وسائل حذف کر کے علمائے مصنفین جو قال یا فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و امثال ذلک کہتے ہیں یہ بھی معضل و مرسل ہے، امام اجل ابن الصلاح کتاب معرفۃ افرات علم الحدیث میں فرماتے ہیں:

المعضل عبارة عما سقط من اسنادہ اثنان
فما عدا و مثاله ما يرويه تابعي التابعي قائل
فيه قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
و كذلك ما يرويه من دون تابعي التابعي عن
رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم او عن
ابوبكر و عمر و غيرهما، غير ان كونه سائط بينه
وبينهم و ذكر ابو نصر السجزي الحافظ
قول الراوي "بلغني" نحو قول مالك "بلغني
عن ابى هريرة ان رسول الله صلى الله تعالى
عليه وسلم قال للمملوك طعامه و كسوته
الحديث و قال اصحاب الحديث ليس منہ
المعضل قلت و قول المصنفين من الفقهاء

معضل حدیث وہ ہوتی ہے جس کے سند سے دو یا دو
سے زائد راوی ساقط ہوں مثلاً وہ جسے تبع تابعی یہ
کہتے ہوئے روایت کرے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے فرمایا، اور اسی طرح وہ روایت جسے
تبع تابعی کے بعد کا کوئی شخص حضور علیہ السلام سے
یا ابوبکر و عمر یا دیگر کسی صحابی سے حضور اور صحابہ کے
درمیان واسطہ ذکر کیے بغیر روایت کرے ابو نصر
السجری حافظ بیان کرتے ہیں کہ راوی کا قول "بلغني"
(مجھے یہ روایت پہنچی ہے) مثلاً امام مالک کا قول کہ
مجھے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت
پہنچی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا
مملوک کے لیے کھانا اور پکڑے ہیں، الحدیث۔ اور فرمایا

مما ضیل بھی مساند کو ان پر تفضیل دیتے اور منقطع سے متصل کا نسخ نہیں مانتے ہیں کما نص علیہ فی المسلم وغیرہ (جیسا کہ مسلم الثبوت وغیرہ میں سبکی تصریح کی ہے۔ ت) تاکید اثر میں بجائے خود ہے اور قول بقیہ بن الولید ذاکوت حماد بن زید یا حدیث فقال ما اجوده هالوکان لها اجنحة یعنی الاسناد (میرزا نے حماد بن زید سے بعض احادیث کے متعلق مذکورہ کیا تو فرمایا بڑی جید ہیں اگر ان کے لیے پر یعنی اسناد ہو۔ ت) قطع نظر اس سے کہ واقعہ عین کا عموم لہا (یہ ایک معین واقعہ ہے اس کے لیے عموم نہیں۔ ت) ممکن کہ وہ احادیث دربارہ احکام ہوں، یوں بھی صرف نفی جودت کرے گا وہ بطور محدثین مطلقاً مسلم کہ معضل ضعیف ہے اور ضعیف جید نہیں، قول امام سفیان ثوری الاسناد سلاح المؤمن فاذا لم یکن معه سلاح فبای شئ یقاتل (سند مومن کا اسلحہ ہے جب اس کے پاس اسلحہ نہ ہو تو وہ کس شے سے لڑے گا۔ ت) صراحت دربارہ عقائد و احکام ہے۔

فان الحاجة الى القتال انما هي فيما يجبر فيه لرائی کی فوبت وہاں آتی ہے جہاں سختی اور باہم جھگڑا التشدید والتعاکس دون ما اجمعوا علی ہونہ کہ وہاں جس میں نرمی پر اجماع ہو۔

التساهل فيه۔ (ت)

یوں ہی ارشاد امام مبارک عبد اللہ بن مبارک لولا الاسناد لقاتل من شاء ما شاء (اگر سند کا اعتبار نہ ہوتا تو جو کسی کی مرضی ہوتی وہی کہتا۔ ت) کہ جب قبول ضعافت فی الفضائل میں دخول تحت اصل خود مشروط اور امر عمل قواعد مقررہ شرعیہ مثل احتیاط و اختیار نفع بے ضرر سے منوط تو ضعیف اثبات جدید نہ کرے گی اور من شاء ما شاء (جو کسی کی مرضی ہو کہے۔ ت) صادق نہ آئے گا کما قد ہنا بیانہ فی الافادة الثانية والعشیرین (جیسا کہ ہم اسس کا بیان بانیسویں افادہ میں پہلے کر آئے ہیں۔ ت) پر نظر ہر کہ یہ اور ان کی امثال جتنے نکات محدثین کرام سے ضرورت اسناد میں ملیں گے سب کا مفاد ضرورت خاص اتصال ہے کہ نامتصل جمیع اقسامہ ان کے نزدیک ضعیف اور ضعیف خود مجروح ہے نہ کہ سلاح و صالح قتال، یونہی ایک راوی بھی ساقط ہو تو ان کے طور پر وہی من شاء ما شاء کا احتیاطی احتمال و لہذا وہ بالاتفاق منقطع و معضل اور معضل دون معضل میں اصلاً فرق حکم نہیں کرتے، اسی لیے فرائج الرحموت میں اصطلاحات مرسل و معضل و منقطع و معلق بیان کر کے فرمایا۔

لہذا یظهر لتکثیر الاصطلاح والاسامی فائدة (کثیر اصطلاحوں اور ناموں کی وجہ سے کوئی فائدہ ظاہر نہ ہوگا۔ ت)

بالجملہ جب اتصال نہ ہو تو بعض سند کا ذکر ہونا نہ ہونا سب یکساں، آخر نہ دیکھا کہ انھیں امام ابن المبارک

رحمہ اللہ تعالیٰ نے حدیث ابن خراش عن الحجاج بن دینار قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کی نسبت کیا فرمایا:

الخروج مسلم في مقدمة صحبته قال قال
محمد يعني ابن عبد الله بن قهزاف، سمعت
ابا اسه ابراهيم بن عيسى الطالقاني قال
قلت لعبد الله بن مبارك يا ابا عبد الرحمن
الحديث الذي جاء ان من البر بعد البرات
تصلي لا بويك مع صلاتك وتقوم لهما مع
صومك قال فقال عبد الله يا ابا اسحق عن
من هذا قال قلت له هذا من حديث شهاب بن
خراش فقال ثقة عن قال قلت عن الحجاج بن دينار
قال ثقة عن قال قلت قال رسول الله صلى الله تعالى
عليه وسلم قال يا ابا اسحق ان بين الحجاج بن دينار
وبين النبي صلى الله تعالى عليه وسلم مفاوز تنقطع
فيها اعناق المظلي ولكن ليس في الصدقة اختلاف
نبي اكرم صلى الله تعالى عليه وسلم کے درمیان اتنی عظیم مسافت ہے جسے طے کرتے ہوئے سواریوں کی گردن منقطع ہو جاتی
لیکن والدین کی طرف سے صدقہ کو دینے میں کوئی اختلاف نہیں۔ (د ت)
امام نووی شرح میں فرماتے ہیں:

معنى هذه الحكاية انه لا يقبل الحديث الا
باسناد صحيح۔ اس حکایت کا معنی و مفہوم یہ ہے کہ حدیث کو سند صحیح
کے بغیر قبول نہیں کیا جائے گا۔ (د ت)

اب اگر ان کلمات کو عہد پر رکھتے مرسل، منقطع، معلق، معضل پرنا متصل باطل و طمعی ہا لموضوع
ہو جاتی ہے اور وہ بالاجماع باطل افادہ ہر دم میں ابن حجر کی شافعی و علی قاری حنفی سے گزرا المنقطع یعمل
به في الفضائل اجماعاً (منقطع پر فضائل میں اتفاقاً عمل کیا جائے گا۔ ت) لاجرم واجب کہ یہ سب

لے و سلم صحیح مسلم باب بیان ان الاستناد من الدین مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۲/۱
سے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب الركوع مکتبہ امدادیہ ملتان ۳۱۶/۲

جہازات صرف باب اہم و اعظم یعنی احکام میں ہیں اگرچہ ظاہر اطلاق و ارسال ہونہ کہ جب نفس کلام تخصیص پر دال ہو
 کما قررنا فی الکلمات المذكورة (جیسے کہ ہم نے کلمات مذکورہ میں گفتگو کی ہے۔ ت) اور واقعی دربارہ رد و
 قبول غالب و محاورات علماء صرف نظر پر باب احکام ہوتے ہیں کہ وہی اکثر محط انظار نخبہ و نزہہ وغیرہا میں دیکھے کہ
 حدیث کی دو قسمیں کیں، مقبول و مردود۔ مقبول میں صحیح و حسن کو رکھا اور تمام ضعاف کو مردود میں داخل کیا حالانکہ
 ضعاف فضائل میں اجماعاً مقبول ہکذا ینبغی التحقیق واللہ ولی التوفیق (تحقیق اسی طرح کرنی چاہئے
 اور توفیق دینے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ ت)

(جمہیر فقہائے کرام کے نزدیک ائمہ فقہاء کی بے سند حدیثیں دربارہ احکام بھی
 حجت ہیں) یہ سب کلام بطور محدثین تھا، اور جمہیر فقہائے کرام کے نزدیک تو معضلات
 مذکورہ فضائل درکنار خود باب احکام میں حجت ہیں جبکہ مرسل امام معتد محتاط فی الدین عارف بالرجال بعیر بالعلل
 غیر معروف بالتساہل ہو اور مذہب مختار امام محقق علی الاطلاق وغیرہا اکابر میں کچھ تخصیص قرن غیر قرن نہیں ہر قرن کے
 ایسے عالم کا قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہنا حجت فی الاحکام ہے کما نص علیہ فی المعسلہ
 و شروحه وغیرہا (جیسا کہ مسلم الثبوت اور اس کی شرح وغیرہ میں اس کی تصریح ہے۔ ت)

عہ المرسل ان کان من الصحابی یقبل مطلقاً
 اتفاقاً وان من غیرہ فاکثر و منهم الامام
 ابو حنیفہ والامام مالک والامام احمد رضی اللہ
 تعالیٰ عنہم قالوا یقبل مطلقاً اذا کان الروی ثقہ
 وقال ابن ابی ان رحمہ اللہ تعالیٰ من مشائخنا الکرام
 یقبل من القرون الثلاث مطلقاً ومن ائمة
 النقل بعد ثلاث القرون وقال طائفة من
 المتأخرین منهم الشیخ ابن الحاجب المالکی
 والشیخ کمال الدین بن الہمام منا یقبل من
 ائمة النقل مطلقاً من ای قرن کان
 اعتقد بشیئ ام لا یتوقف فی المرسل من
 مرسل اوصحابی کی ہو تو مطلقاً اتفاقاً اسے قبول کیا
 جائے گا اور غیر صحابی کی مرسل کے بارے میں اکثر
 علماء جن میں امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک اور
 امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں کی رائے یہ ہے
 مطلقاً مقبول ہے بشرطیکہ راوی ثقہ ہو، ابن ابان
 رحمہ اللہ تعالیٰ جو ہمارے مشائخ کرام میں سے ہیں
 فرماتے ہیں کہ قرون ثلاثہ (تین زمانوں) کی مرسل
 مطلقاً مقبول ہے اور تین قرون کے بعد ائمہ نقل کی مرسل
 بھی مقبول ہے، متأخرین کی ایک جماعت جن میں
 ابن حاجب مالکی اور شیخ کمال الدین بن الہمام اہم سے
 (یعنی اخافق) کی رائے یہ ہے کہ ائمہ نقل کی مرسل مطلقاً مقبول ہے
 (باقی بر صفحہ آئندہ)

اقول تحقیق مصنف کہ غیر ناقد کے لیے ان کا قبول محدثین پر بھی لازم، انصافاً غیر ناقد کے لیے مراسیل مذکورہ سے احتجاج فی الاحکام اثرین پر بھی لازم، آخر اس کی سبیل یہی قول ناقد پر اعتماد ہے نہ فقہ کہ تکلیف بالایطاق ہے، تو اس کے لیے ذکر و عدم ذکر سند و دونوں یکساں اور بلاشبہ قول ناقد محتاطاً قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تصحیح صریح والنزاعی سے اعلیٰ انہیں تو کم بھی نہیں اور جو احتمالات مسابقت و تحسین ظن و خطا فی النظر یہاں یوں وہاں بھی حاصل بلکہ مجرب و مشاہد بایںہم امام ابن الصلاح و امام طبری و امام نووی و امام زرکشی و امام عراقی و امام مسقلانی و امام سخاوی و امام زکریا انصاری و امام سیوطی و غیرہم نے تصریحیں فرمائیں کہ اگر امام معتز نے کسی حدیث کی صحت پر تنصیح کی یا کتاب طہریم الصحتہ میں اُسے روایت کیا اسی قدر اعتماد کے لیے بس ہے اور احتجاج روا،

کما ذکرنا نصوصہم فی مدارج طبقات الحدیث جیسے کہ ہم نے مدارج طبقات الحدیث میں ان کی تصریح کا ذکر کیا ہے اور پہلے اکیسویں افادہ میں علامہ قاری کے حوالے سے شیخ الاسلام کی تصریح گزر چکی ہے۔ (ت)

تو کیا وجہ کریں اس پر اعتماد نہ ہو لاجرم جس طرح امام احمد یا یحییٰ کا ہذا الحدیث صحیحہ (یہ حدیث صحیح ہے۔ ت) فرمانا یا بخاری یا مسلم یا ابن خزمہ یا ضیاء کا صحاح میں لانا، یونہی مندرجی کا مختصر میں ساکت رہنا،

(بقیہ ماثیہ صفحہ گزشتہ)

غیرہم وهو المختار قیل وهو مدارج الاثمة الثلثة والجمہور ولا یقول احد بتوثیق من لیس له معرفة فی التوثیق والتجریح وعلى هذا خلاف ابن ابان فی عدم اشتراط هذا الشرط فی القرون الثلثة لزعمه عدم الحاجة الى التوثیق فی تلك القرون لان الرواة فیها كانوا اهل بصيرة فی التوثیق والتجریح اه من مسلم الثبوت وفواتح الرحموت ملخصا ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (د)

خواہ اس کا تعلق کسی قرن سے ہو خواہ اس کی تائید ہو یا نہ ہو، اور ان کے علاوہ کی مرسل میں توقع ہے اور یہی مختار ہے، اور کہا گیا ہے کہ تینوں ائمہ اور جمہور کی مراد بھی یہی ہے اور کوئی ایسے شخص کی توثیق کیسے کر سکتا ہے جو توثیق و تجریح کی معرفت نہ رکھتا ہو، اسی بنا پر ابن ابان نے قرون ثلاثہ میں عدم اشتراط کا اختلاف کیا ہے کیونکہ ان کے نزدیک ان قرون میں توثیق کی حاجت نہیں اس لیے کہ ان ادوار میں تمام راوی توثیق اور فواتح الرحموت کے ماہر تھے اھ مسلم الثبوت اور فواتح الرحموت سے ملخصاً بیان ہے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ت)

لہ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت مسلمہ فی الکلام علی المرسل مطبوعہ منشورات الشریف الرضی قم ۱۴۰۶ھ

یوں ہی ابن السکین کا صحیح یا عبد الحق کا احکام میں وارد کرنا، یونسی امام محمد ثاقب مختلط کا کہنا:

قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
فعل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
الى غير ذلك من احكامه واحواله ونعوت
جماله وشيمون جلالة وصفات كماله صلوات
الله تعالى وسلامه عليه وعلى آله صلى الله
تعالى عليه وعليهم وبارك وسلم وشرف
ومجد وعظم وكرم امين۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا، نبی اکرم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ کیا، اور اس طرح کے
آپ کے دیگر احکام و احوال، آپ کے جمال و جلال
کی صفات و شانیں اور آپ کے صفات کا ملہ ہیں
آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور سلام ہو اور آپ کی
آل و اصحاب پر، آپ پر اور صحابہ پر برکت و سلام
شرافت، بزرگی، عظمت و کرم کی برسات ہو، آمین

الحمد لله الذي جعل اس جراب في ابداءه حضور اقدس و اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام پاک اور
حضور پر درود دیتے ہوئی اور انتہا بھی حضور ہی کے نام محمود و درود مسعود پر ہوئی اُمید ہے کہ مولیٰ عزوجل اس
نام کریم و صلوة تسلیم کی برکت سے قبول فرمائے اور اناربت عیون و تنویر قلوب و تکفیر ذنوب و سلامت ایمان و
امن و امان و تنعیم قبر و نجات فی الحشر کا باعث بنائے فانہ تعالیٰ بکرمہ یقبل الصلاتین و هو اکرم من
ان یدع ما بینہما و کان ذلک لللیلۃ الثالثۃ یوم الاثنين لعلمها السامنة عشر من الشهر الفاخر
شهر ربیع الآخر من شهور السنۃ الثالثۃ عشر من المائۃ الرابعۃ عشر من ہجرتہ الجبیب
سید البشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و صحبہ و اولیائہ اجمعین اُخرو دعونا ان الحمد لله
سرب العلین، سبْحْنِکَ اللّٰہُمَّ و یحْمَدُکَ، اَشْہَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ
اِلَیْکَ، وَاللّٰہُ سَبْحْنِہٖ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم۔